بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ

صلی اللہ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ وسلم

اولیائے گوجرانوالہ

مرتب

میاں علی رضا

نام کتاب	اولیائے گوجرانوالہ
مرتب	میاں علی رضا
تاریخ طبع اوّل	اپریل 2017ء
صفحات	378
تعداد	200
قیمت	-/500
ناشر	ادارہ تحقیقاتِ قادریہ گوجرانوالہ

ملنے کا پتہ

ورلڈ سیٹلائیٹ مین مارکیٹ واپڈا ٹاؤن گوجرانوالہ

0315-6409540,0346-6185638

غوثِ دہر

حضرت میاں محمد عبداللہ قادریؒ

ٹوپیانوالی سرکار کے نام

بصدِ احترام

(الف)

(س)

(ش)

(ن)

☆☆☆☆☆☆

پیش لفظ

برصغیر پاک و ہند میں مسلمان صوفیائے عظام اور اولیائے کرام نے تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں جو ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں وہ بلاشبہ ہماری تاریخ کا روشن باب ہیں۔ان صوفیائے کرام نے تلوار سے نہیں بلکہ اپنی نگاہ پر تاثیر سے کام کیا۔شاہانِ عالم اور سلاطین وقت تو علاقوں کو فتح کرتے اور ملکوں کو تسخیر کرتے رہے۔لیکن یہ صوفیائے کرام خاموشی سے دلوں کو تسخیر کرتے اور متلاشیانِ جادۂ حق کی روحانی تربیت کا اہتمام کرتے رہے۔ مولا کریم کی عنایات عالیہ سے متصف ان خرقہ پوشوں کو سلاطین عالم سے کوئی غرض نہ تھی بلکہ یہ تو اپنی آستینوں میں یدِ بیضا لئے ظلمت کدوں کو نور یقین سے منور کرتے رہے۔تاریخ کے بڑے بڑے باجبروت شہنشاہوں نے بارہا اپنی عقیدت و محبت کے اظہار کے لئے ان صوفیائے عظام کے آستانوں پر حاضری دی۔مگر ان فقیران کج کلاہ نے ایک لحظہ کے لئے بھی اس تعلق شاہی کو اپنے لئے باعث افتخار نہ سمجھا۔ضلع گوجرانوالہ کو بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں مختلف مقامات پر وہ صدہا اولیائے کرام دفن ہیں کہ جن کی تعلیمات مدتوں طالبانِ حق و صداقت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی رہیں۔اور جن کی یادیں آج بھی لاکھوں ارادت مندوں کا سرمایہ حیات ہیں۔ان عظیم انسانوں کو تبلیغِ اسلام سے باز رکھنے کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں مگر ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔ یہ پوری ایمانی استقامت اور روحانی عزیمت کے ساتھ اس علاقہ میں پرچم توحید لہراتے رہے۔یہ انہی کا فیضان تبلیغ ہے کہ یہ ضلع اسلام کی روشنی سے جگمگا تا رہا ہے ان عظیم المرتبت بزرگوں کی اسلام کیلئے خدمات ان کی عملی و روحانی کمالات سے موجودہ نسل کی آگاہی بہت ضروری ہے ایک طویل عرصہ سے ان حضرات کی دینی خدمات کیلئے ایک جامع کتاب کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔

میرے اجداد بھی بزرگان دین کی اس برادری کا حصہ ہیں۔جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں عموماً اور خطہ گوجرانوالہ میں بالخصوص رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔زہد و تقویٰ، نیکی و پاک بازی اور اعلیٰ اخلاق و اقدار کا نمونہ بن کر خود کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اپنی روحانی تعلیمات سے دینی اقدار اور انسانیت کی بھلائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ان کی تعلیمات کی بدولت کفر و شرک کے اندھیرے میں اسلام کا

اُجالا پھیلا۔ شاید میری اس وابستگی اور اولیائے کرام سے نیاز مندی، محبت وعقیدت کی وجہ سے اولیائے گوجرانوالہ کے مفصل احوال قلمبند کرنے کی سعادت میرے حصہ میں آئی۔ میں نے زیرِ نظر کتاب میں حتی المقدور اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تحقیقاتی جائزہ لیا اور اس موضوع سے متعلق جتنی کتب میسر ہو سکیں ان سے پورا پورا استفادہ کیا ہے اور جہاں ضرورت محسوس کی ان کتب کی تحقیق مِن وعن نقل بھی کردی ہے۔ بہت سے بزرگان دین کے حالات قلمی صورت میں میسر نہ تھے۔ اس کے لئے حد درجہ کوشش کر کے حالات لکھے گئے۔ ان سب باتوں کے باوجود مجھے اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ یہ کتاب اس سے کئی گنا اچھی لکھی جاسکتی تھی۔ کوئی عالم و فاضل اور محقق اس طرف توجہ فرماتے تو مجھے یقیناً ایسی کوشش کرنے کی حاجت پیش نہ آتی۔ یہ تو بس اس موضوع پر ایک وجود بنانے کی ادنیٰ کوشش ہے۔ مصروفیت اور مستقل مزاجی کی کمی کے باعث بہت سی اہم باتوں کی طرف توجہ نہیں کی جاسکی۔ امید کرتا ہوں قارئین اس بات سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کی بہتری کیلئے تجاویز دیں گے۔ چونکہ یہ تالیف گوجرانوالہ کے متعلق ہے اس لئے ابتدائی چند صفحات پر اس شہر کی مختصر تاریخ بھی پیش کی گئی ہے۔

بزرگان دین کے تذکرہ کی درجہ بندی حروف تہجی کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ کیونکہ بہت سے بزرگان کی تاریخ پیدائش و وصال میسر نہ آسکی ہے۔ جس بزرگ کا شجرہ طریقت میسر آسکا وہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ جن بزرگان کا تذکرہ میسر نہیں آسکا۔ وہ نہیں لکھا گیا لیکن میسر آنے پر اگلے ایڈیشن میں ضرور شامل اشاعت کیا جائے گا۔ انشاء اللہ میرے جن دوستوں اور بزرگوں نے اس کام میں میری عملی معاونت فرمائی۔ اللہ سے دُعا ہے کہ وہ انہیں اپنی جناب سے اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ اور میری اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ ربوبیت میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

خادم الفقراء: **میاں علی رضا قادری**

سجادہ نشین

آستانہ عالیہ قادریہ (میاں محمد عبداللہ قادری)

تاریخ گوجرانوالہ

صدیوں بیشتر اس شہر کی بنیاد خان جان سانسی نے رکھی تو اس وقت یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ خان سانسی کے نام پر ہی یہ قصبہ مدت تک خان پور سانسی کہلاتا رہا۔ایک وقت ایسا آیا کہ نواحی دیہات کے گوجروں اور (جو کہ جاٹوں کا ایک قبیلہ تھا) اور خان جان سانسی کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی۔ خان سانسی نے اپنی ریاست کو وسعت دینے کے لئے اردگرد کے گوجر جاٹوں کے دیہات کو برباد کردیا۔ گوجر سرداروں نے اس صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے جتھہ بندی کی اور مختلف گروہوں اور جتھوں میں تقسیم ہوکر خان جان کا مقابلہ شروع کردیا۔خان جان سانسی کی فوج اور گوجر گروہوں میں جگہ جگہ تصادم ہونے لگے۔گوجروں نے آئے دن خان پور پر شب خون مارنے شروع کردیئے۔گوجروں اور سانسیوں کے درمیان قریباً پانچ سال تک یہ خونریز تصادم جاری رہے جن کی وجہ سے سانسی سردار کی اس شہر پر گرفت کمزور پڑ گئی۔اس سے فائدہ اٹھاکر گوجر جاٹوں نے خان پور سانسی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ایک روایت کے مطابق چھچھرانوالی (موجودہ فرید ٹاؤن) کے نواح میں ایک خونریز جنگ ہوئی۔جس میں خان سانسی کو شکست ہوئی اور وہ خان پور چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

گوجر جاٹوں نے خان پور پر قابض ہونے کے بعد اس کا نام تبدیل کردیا۔خان پور سے یہ شہر گوجرانوالہ بن گیا۔گوجروں نے سانسیوں کی زمینداریوں کو بھی قائم رہنے دیا۔گوجر راج میں اگرچہ سانسی کافی تعداد میں آباد تھے مگر پھر کبھی ان کی گوجروں سے تصادم کی نوبت نہ آئی۔سانسی قوم کے جاٹوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مفتی غلام سرور لاہوری تاریخ مخزن پنجاب (1870)ء میں کہتے ہیں۔

''ہندو مالدار اور ساہوکار بہت ہیں۔پرانی آبادی میں زمینداران قوم سانسی رہتے ہیں اور باہر کی آبادی میں متفرق قوم آباد ہے۔

مغل دورِ حکومت میں گوجرانوالہ ایک گوجر ریاست کی حیثیت سے مغل سلطنت میں شامل رہا اور گوجر سردار باقاعدہ طور پر مغل صوبیدار کو خراج ادا کرتا رہا۔مغل سلطنت کمزور ہوئی اور پنجاب میں طوائف الملوکی پھیل گئی تو گوجر سردار خواہش کے باوجود بھی اپنی ناچاقیوں کی بنا پر گوجرانوالہ میں کوئی مضبوط

ریاست قائم نہ کر سکے۔ گوجروں میں باہمی اختلافات دیکھ کر کوٹ باز خان کے سردار باز خان نے ایک زبردست لشکر تیار کیا اور گوجرانوالہ کے نواحی علاقوں اور دیہات کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ سردار باز خان نے درجنوں دیہات کو تباہ و برباد کر دیا اور لوٹ لیا۔ بعد میں سردار باز خان نے اپنی تباہ کاری کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے گوجرانوالہ پر قبضہ کرنے کے لئے موضع کھیالی پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن کھیالی کے سکھوں اور ارائیوں نے مل کر اس کو موضع کھیالی سے دوڑایا۔ گوجرانوالہ اور اس کے گردونواح میں طوائف الملوکی اپنی انتہا کو چھونے لگی۔ کوئی بھی سردار طاقتور نہ رہا اور ہر محلہ میں الگ الگ حکومت قائم ہو گئی۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دادا چڑت سنگھ کے آباؤ اجداد کی موضع کھیالی میں کچھ جائیداد تھی لیکن چڑت سنگھ اپنے باپ کے مرنے کے بعد اپنے طاقتور رشتہ داروں سے تنگ آ کر اپنے ننھیال موضع راجہ سانسی ضلع امرتسر میں چلا گیا۔ اس نے وہیں پرورش پائی۔ ہوش سنبھالا تو اسے جائیداد واپس لینے کا خیال آیا۔ چڑت سنگھ ان پڑھ تھا مگر ذہن رسا رکھتا تھا۔ اس نے پنجاب میں طوائف الملوکی دیکھی تو اسے ایک سکھ ریاست قائم کرنے کا خیال آیا۔ اس نے راجہ سانسی میں ڈاکوؤں قزاقوں اور لوٹ مار کرنے والوں کا ایک منظم جتھا بنا لیا۔ وہ ضلع امرتسر اور گجرات کے دیہات میں دور دور تک اس جتھہ کے ذریعے لوٹ مار کرتا رہا اور اپنی طاقت بڑھاتا رہا۔ جب وہ کافی طاقتور ہو گیا تو اس نے اپنی جائیداد واپس لینے کے لئے راجہ سانسی سے موضع کھیالی کا رُخ کیا۔ موضع کھیالی پہنچ کر اس نے اپنے رشتہ داروں سے کہا کہ وہ اس کی جائیداد واپس کر دیں۔ ورنہ وہ اسے طاقت کے ذریعہ حاصل کر لے گا۔ بات بڑھ گئی اور نوبت خون خرابہ تک پہنچ گئی۔

ایک روایت کے مطابق چڑت سنگھ کے رشتہ دار موضع کھیالی کے ایک درویش حضرت شاہ جمال نوریؒ کے معتقد تھے۔ انہوں نے حضرت شاہ جمالؒ سے تمام صورتحال بیان کی اور امداد کے طالب ہوئے۔ حضرت نے ان لوگوں سے کہا کہ وہ چڑت سنگھ کی جائیداد اسے واپس کر دیں کیونکہ چڑت سنگھ کی نسل سے ایک لڑکا ہوگا جو اس ملک کا بادشاہ ہوگا اور سکھوں کی ایک مضبوط حکومت قائم کرے گا۔ چنانچہ اس مسلمان بزرگ کی مداخلت سے خون خرابہ رُک گیا اور چڑت سنگھ کو اس کی جائیداد واپس مل گئی۔ چڑت سنگھ موضع

کھیالی میں اڈہ قائم کرنے کے لئے اردگرد کے علاقوں میں تاخت وتاراج شروع کردی اوراس کی قیادت میں سکھوں میں ایک مضبوط جمعیت قائم ہوگئی۔ چڑت سنگھ نے گوجرانوالہ کے شمال میں ایک قلعہ نما حویلی تیار کی اوراس میں اپنے ساتھیوں کوآباد کرنا شروع کردیا۔اس نے موضع کھیالی میں باقاعدہ طور پر کچہری بنالی۔ بعد میں منڈی میں ایک پختہ کچہری بنوائی اوراردگرد کے علاقوں پر قبضہ کرکے باقاعدہ طور پر اپنی ریاست کی داغ بیل ڈال دی۔

چڑت سنگھ نے ضلع گوجرانوالہ میں دور دور تک حملوں کا سلسلہ شروع کردیا۔وہ گوجرانوالہ میں گوجروں کی اکثریت سے بہت زیادہ پریشان تھا۔اسے ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ گوجر جاٹ گوجرانوالہ میں بغاوت کرکے داخلی طور پر اس کیلئے شدید مشکلات نہ پیدا کردیں۔اس دوران زمینداران گوت بازی خان نے لوٹ مار کا سلسلہ شروع کرکے اردگرد کے دیہات کولوٹنا شروع کردیا تو موضع کھیالی اورکئی دوسرے دیہات کے سکھ سرداروں نے چڑت سنگھ سے فیصلہ کن اقدام کی اپیل کی۔ مفتی غلام سرور لاہوری اس بارے میں لکھتے ہیں۔

''زمینداران موضع کھیالی جواس قصبہ سے دوکوس دورآباد ہے چڑت سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دادا کو جوموضع راجہ سانسی ضلع امرتسرایک زبردست قزاق مشہور تھا اپنی حمایت پر لے آئے اوراس نے اس قصبہ کومقام موضع تصور کرکے یہاں سکونت اختیار کی اور حویلی پختہ بنوائی۔قصبہ کے گرد بھی شہر پناہ بنوایا۔جس کواب اندرکا شہر کہتے ہیں۔

سکھ قبائل اور جتھوں کی حمایت حاصل ہوتے ہی اس نے گوجر جاٹوں کے محلوں اور گھروں کولوٹنا شروع کردیا۔معاملہ صرف لوٹ مار تک ہی محدود نہ رہا۔ بلکہ اس کے سپاہی گوجروں کے گھروں میں داخل ہوجاتے تھے اور لڑکیوں اور عورتوں کو زبردستی اغوا کرکے لے جاتے تھے۔گوجر چڑت سنگھ کی ان کارروائیوں سے سخت پریشان اور سراسیمہ ہوگئے اورانہوں نے گوجرانوالہ سے ہجرت کرنا شروع کردی۔گوجروں کے سینکڑوں خاندان گجرات میں جاآباد ہوئے۔گوجروں کی ہجرت کے بعد چڑت سنگھ کو یہ موقع مل گیا کہ وہ کھل کر کھیلے۔اس نے پورے ضلع گوجرانوالہ پر حملہ کرنے کے لئے چٹھہ بھٹی اور تارڑ ریاستوں کے خلاف معرکہ آرائی شروع کردی۔ مسلمانوں کی ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں سب سے مضبوط چٹھوں

کی ریاست تھی۔ چڑت سنگھ نے چٹھوں پر کئی حملے کئے لیکن وہ چٹھوں کو کمزور اور ختم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

چڑت سنگھ نے سکھ ریاست قائم کرنے کے لئے جو زبردست منصوبہ تیار کیا تھا وہ اس کی زندگی میں پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا لیکن اس نے اپنی اولاد کے لئے ایک زبردست منصوبہ چھوڑا۔ جسے تکمیل تک پہنچانے کے لئے مہاں سنگھ نے زبردست کردار ادا کیا۔ مفتی غلام سرور لاہوری اپنی تصنیف ''تاریخ مخزن پنجاب'' میں مہاں سنگھ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''جب چڑت سنگھ مر گیا اور اس کا بیٹا مہاں سنگھ جانشین ہوا۔ اس نے اس گاؤں گوجرانوالہ کو ایسا آباد کیا کہ قصبہ خوشنما بن گیا۔ اپنے باپ کی حویلی کے پاس اس نے پختہ کچہری کا مکان بنوایا اور قصبہ سید نگر کو ویران کر کے وہاں کے رہنے والوں کو اجازت دی کہ وہاں سے آ کر اس قصبہ میں آباد ہوں چنانچہ وہ سب یہاں آ کر آباد ہو گئے اور اب تک ایک حصہ قصبہ کا ان کے نام سے مشہور ہے جس کو باہر کا شہر کہتے ہیں۔

مفتی صاحب نے مہاں سنگھ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے اس قصبہ کو آباد کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس قصبہ کو اجاڑنے اور اس کے مسلم آثار مٹانے میں بھی اس سکھ خاندان کا کردار خاصا اہم ہے۔ اسی سردار مہاں سنگھ کے زمانے میں گوجرانوالہ میں مقیم گوجر جاٹوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا اور وہ ایک ایک کر کے ہمیشہ کے لئے اس قصبہ کو چھوڑ گئے۔ جس کو بنانے اور بسانے کے سلسلہ میں ان کے آباؤ اجداد نے بہت محنت کی تھی۔ سکھوں نے جہاں بہت سے قصبات اور دیہات کے نام تبدیل کر دیئے تھے ممکن ہے انہیں اس قصبہ کے نام کی تبدیلی کا خیال بھی آیا ہو مگر گوجرانوالہ کا نام تاریخی حقیقت بن کر جگمگاتا رہا۔

اوپر کے اقتباس میں مہاں سنگھ کے ہاتھوں ویران ہونے والے جس قصبہ سید نگر کا ذکر آیا ہے وہ اس دور میں گوجرانوالہ کا امیر ترین قصبہ تھا۔ اس قصبہ میں اسلحہ سازی کی صنعت زوروں پر تھی۔ سید نگر شمشیر سازی اور بندوقیں تیار کرنے کا اہم مرکز تھا۔ اس کے باشندے بہت امیر تھے۔ سید نگر میں مسلمانوں کی پختہ حویلیاں اور مساجد تھیں۔ سکھوں نے سید نگر پر حملہ کر کے اسے لوٹ لیا۔ سید نگر کے باشندے مہاں سنگھ

کے حکم سے اپنا آبائی قصبہ چھوڑ کر گوجرانوالہ میں آباد ہو گئے۔ گوجرانوالہ میں انہوں نے ایک الگ محلہ آباد کیا۔ جس کا نام انہوں نے سید نگر رکھا۔ سید نگر کی لوٹ مار کے دوران سکھوں کے ہاتھ بہت سا اسلحہ جنگی سازوں سامان لگا۔ جس سے ان کی قوت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

چڑت سنگھ کی موت پر اس کی رانی دیساں نے اپنے نوعمر بیٹے مہاں سنگھ کی طرف سے ریاست پر قابض ہو کر حکومت خود سنبھال لی۔ مہاں سنگھ کی عمر اس وقت سات برس کی تھی جبکہ بعض تذکرہ نگاروں کے نزدیک اس کی عمر دس برس کی تھی۔ جب مہاں سنگھ جوان ہوا اور اپنا نیک و بد پہچاننے لگا تو اس نے کچھ بری اور مشکوک باتوں کی بنا پر اپنی ماں کو قتل کر کے ایک طرف کیا اور حکومت کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اب وہ اپنے ہمراہی سکھ سرداروں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے اپنی دانائی حسن انتظام سے اس حد تک اثر ورسوخ بڑھایا کہ تمام سکھ سرداروں نے اسے مثل کا سربراہ تسلیم کر لیا۔ گردو پیش میں اس کی قوت کی دھاک بیٹھ گئی۔ اب وہ جس طرف بھی رُخ کرتا کامیابی اس کا ساتھ دیتی۔

مہاں سنگھ نے اپنے باپ چڑت سنگھ کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے بہت کام کیا۔ اس کا باپ چڑت سنگھ گوجرانوالہ تحصیل کے شمالی حصہ کا نصف علاقہ فتح کر چکا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ سکر چکیہ سردار کبھی بھی ساہنسی اور گوجر جاٹوں کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کر سکے۔ بارے خان کے فوت ہو جانے کے بعد وڑائچ قبیلے نے جو ساہنسی جاٹوں کا جانی دشمن تھا گوجرانوالہ کے قریب آخری مقابلہ کیا۔ اس مقابلہ میں وڑائچ قبیلہ کو شکست ہوئی مگر سانسی جاٹوں کو بہت بعد میں پتہ چلا کہ یہ قبیلہ اس گھوڑے کی مانند ہے جس پر سوار کا ہونا شرط اوّل و آخر ہے کیونکہ وڑائچ قبیلہ نے اس وقت تک اپنے حریف کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک کہ ایک تیسری طاقت یعنی سکھ ضلع میں حکمرانی کرنے لگے۔

راجہ مہاں سنگھ نے ایک زبردست فوج تیار کی۔ اس فوج کی کئی رجمنٹیں تھیں۔ اس نے باقاعدہ فوج کے علاوہ قزاقوں اور ڈاکوؤں کے جتھے بھی منظم کئے اور انہیں کھلی چھٹی دی کہ وہ جس گاؤں کو چاہیں لوٹ لیں۔ تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ مہاں سنگھ نے سکھ فوج کی تربیت کے لئے بعض فرانسیسی فوجی افسروں کو اپنے ہاں ملازم رکھا۔ اس نے باقاعدہ طور پر سکھ سلطنت کی داغ بیل ڈالی اور اسے چٹھوں بھٹیوں تارڑوں کے علاوہ اپنے بعض سکھ حریفوں سے بھی لڑنا پڑا۔ مہاں سنگھ کو بعض ایسے

سکھ اور ہندو سرداروں کی تائید وحمایت بھی حاصل ہوگئی جو فوجی اعتبار سے بڑے مضبوط اور جنگی قوت کے حامل تھے۔ ان میں سندھو کھتری ویسا سنگھ اور ہری سنگھ نلوہ جیسے جابر ظالم سکھ سردار بھی شامل تھے۔ جنہوں نے اپنی فتوحات سے سکھ سلطنت کو بڑی وسعت دی۔ مہاں سنگھ کے حملوں نے بھٹیوں اور چٹھوں کو کمزور کردیا۔ چڑت سنگھ سے لے کر رنجیت سنگھ تک تمام سکھ سردار جن مسلم قبائل سے برسر پیکار رہے ان میں چٹھے خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

رچنا دوآب میں چٹھہ خاندان نے مغل سلطنت کے زوال سے بہت زیادہ تقویت حاصل کرلی تھی۔ چٹھہ سرداروں نے جن میں نور محمد پیر محمد اور احمد خاں شامل تھے اپنی حدود ملکیت وسیع کرنا شروع کردی۔ انہوں نے کئی دیہات آباد کئے۔ سینکڑوں مربع میل کے علاقہ پر قابض ہوگئے۔ انہوں نے گور سنگھ بھنگی چڑت سنگھ اور باغ سنگھ کو بھی کئی مقامات پر شکست دی۔ 1750ء میں مغل حکومت اس قابل نہ تھی کہ ان کا مقابلہ کرسکے۔ انہوں نے مغل حکومت کے ناظمِ لاہور کو مالیہ دینے سے انکار کردیا۔ احمد شاہ درانی کے سردار میر منو نے منچر قلعے کا محاصرہ کرلیا تو چٹھہ قبیلہ کے لوگ بڑی دلجمعی سے لڑے۔ جب احمد شاہ درانی کو معلوم ہوا کہ وہ محاصرہ میں کامیاب نہیں ہوسکتا تو اس نے علاقہ پر چٹھہ سرداروں کے تسلط کو قبول کرلیا۔ اس نے اس موقع پر حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے نہ صرف چٹھہ سردارں کو مطمئن کردیا بلکہ سکھوں کے سکر چکیہ خاندان کے مقابلہ میں ایسا مضبوط حریف کھڑا کردیا جس کی وجہ سے سکھ سردار گوجرانوالہ میں آخری دم تک سکھ کا سانس نہ لے سکے۔ اس وقت چٹھہ قبیلے کے قبضہ میں آدھی تحصیل وزیر آباد تھی۔ جس میں ڈیڑھ سو سے زائد گاؤں تھے۔ چڑت سنگھ کی چٹھہ سرداروں سے جنگیں بھاری رہیں سردار چڑت سنگھ سردار احمد خاں چٹھہ سے متواتر دس برس تک نبرد آزما رہا۔ بیشتر جنگوں میں چٹھوں کا پلہ بھاری رہا۔ چٹھوں نے سکھوں کے قبضہ سے مشہور بھنگیوں کی توپ بھی چھین لی۔

جب سردار مہاں سنگھ کو پے در پے چٹھہ سرداروں سے شکست کا سامنا کرنا پڑا تو وہ حیران و ششدر ہو کر رہ گیا۔ اس نے گجرات سنگھ بھنگی کے لڑکے صاحب سنگھ سے جو بڑا حریف تھا صلح صفائی کرکے تعلقات بہتر کئے۔ اس نے اسے مزید اعتماد میں لینے کے لئے اپنی بہن راجکور کی شادی بھی صاحب سنگھ سے کردی۔ ان بھنگی خاندانوں اور سکر چکیہ خاندان کی افواج کو یکجا کردیا گیا لیکن اتنی طاقت بڑھ جانے

کے بعد بھی چٹھہ قبیلہ کے سردار سکھوں سے مرعوب نہ ہوئے اور انہوں نے ہر مقام پر سکھوں سے مقابلہ جاری رکھا لیکن اب سردار مہاں سنگھ کی طاقت اتنی بڑھ چکی تھی کہ ان کا مقابلہ کرنا بہت ہی مشکل ہو گیا تھا بالآخر چٹھہ قبیلے کا غیور سردار غلام محمد چٹھہ پیچھے ہٹتا ہوا منچر کے قلعوں میں پناہ گزین ہو گیا۔ مقابلہ سخت ہو گیا تو غلام محمد چٹھہ نے بہادری سے مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اور بالآخر جام شہادت نوش کیا۔ سردار مہاں سنگھ کی افواج نے چٹھوں کی قوت ٹوٹتے ہی چٹھہ قبیلے کی بیشتر فوج کو قتل کر دیا۔ ان کے قلعے مسمار کر دیئے اور چٹھوں کا مال و دولت لوٹ کر سکھوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

مہاں سنگھ نے اپنے حریفوں کو شکست دینے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا اس میں بہن بیٹیوں کے رشتے کا بہت زیادہ دخل ہے۔ اس نے اپنی تمام بہنوں اور بیٹیوں کے رشتے بڑے بڑے جنگجو سکھ سرداروں سے کئے۔ مہاں سنگھ نے گوجرانوالہ کے علاقے میں اپنے تسلط کا اظہار اس طرح کیا کہ اس نے جن علاقوں کو فتح کیا ان کے نام تبدیل کر دیئے۔ دراصل چڑت سنگھ اور مہاں سنگھ نے مسلمانوں کے ہاتھوں اس بری طرح ذلت اٹھائی تھی کہ وہ انتقامی کاروائی پر مجبور ہو گئے تھے۔ سکھوں نے اپنی فتوحات کو اس اظہار کا ذریعہ بنایا۔ رسول پور اور علی پور کا نام تبدیل کر کے رام نگر اور اکال گڑھ کے نام سے پکارنے لگے لیکن غیور مسلمان ہمیشہ ان علاقوں کو رسول پور اور علی پور کے ناموں سے پکارتے رہے۔

مہاں سنگھ کی موت کے بعد اس کا بیٹا رنجیت سنگھ اس کا جانشین مقرر ہوا۔ اس وقت رنجیب سنگھ کی عمر دس سال کی تھی۔ رنجیت سنگھ جوان ہوا تو اس نے گوجرانوالہ کو دارالحکومت قرار دیتے ہوئے سکھ سلطنت کے قیام کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔ شروع کا کچھ عرصہ اس نے مہاراجہ کی حیثیت سے گوجرانوالہ میں گزارا۔ پھر لاہور کو اپنا دارالسلطنت قرار دیتے ہوئے وہاں منتقل ہو گیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے گوجرانوالہ میں اپنے قیام کے دوران اس شہر کو خوبصورت بنانے کے کئی احکام جاری کئے۔ مفتی غلام سرور لاہوری تاریخ مخزن پنجاب میں رقمطراز ہیں

''مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وقت یہ قصبہ زیادہ تر آباد ہو گیا اور سند ھو کھتری نے موضع بڈالہ (وڈالہ سندھواں) ضلع سیالکوٹ سے آ کر ایک کٹڑہ یہاں بسایا پھر سردار ویسا سنگھ نے ایک کٹڑہ بنایا اور ایک کٹڑہ سردار ہری سنگھ نلوہ نے آباد کیا اور ایک عالیشان حویلی تعمیر کی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے باوجود یہ کہ اس کا

مسکن ومولود یہی قصبہ تھااس کی ترقی پر پھر کچھ توجہ نہ دی۔ لاہور میں مقیم ہوکراس شہر کو بالکل بھول گیا البتہ بجانب شرق اس کے باغ کی دیوار پختہ بنائی اوراس میں بارہ دری عمدہ تعمیر کی۔ سمادھ سردار مہان سنگھ کی بھی اس باغ میں ہے اور قصبہ سے بجانب غرب چڑت سنگھ کی سمادھی ہے غرض سردار چڑت سنگھ کے دور سے آج تک اس قصبہ کی آبادی زیادہ ہوتی چلی گئی۔

ایک دور میں ہری سنگھ نلوہ کی حویلی اور باغ دونوں گوجرانوالہ کی خوبصورت عمارات میں شمار ہوتے تھے۔اس باغ میں ایک خوبصورت بارہ دری تھی۔ ایک خوبصورت حوض تھا۔ ہری سنگھ نلوہ فوجی دل دوماغ رکھنے کے باوجود عمارات تعمیر کرنے اور باغات لگانے کا بہت دلدادہ تھا۔ ہری سنگھ نلوہ ایک سفاک جرنیل اور سکھ افواج کا کمانڈر انچیف تھا۔اس کے ظلم وستم کے افسانے اس قدر عام تھے کہ پٹھان عورتیں اپنے بچوں کوڈرانے کے لئے کہا کرتی تھیں۔ ’’بچہ خاموش باش ہری بائید‘‘۔اس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی مدد وسلطنت کی وسعت کے لئے بہت فیصلہ کن لڑائیاں لڑیں۔ سکھ جرنیل ہری سنگھ نے اس جگہ جس کو کچی کہتے ہیں ایک قلعہ تعمیر کرایا۔اس قلعہ کی ڈیوڑی اس جگہ تھی جہاں اس وقت ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ کا صدر دروازہ ہے۔اس قلعہ کی بنیادوں کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ اگر کچی کے علاقہ کی کھدائی کی جائے تو بہت سے تاریخی نوادرات برآمد ہوسکتے ہیں اور بہت سی تاریخی معلومات منظر عام پر آسکتی ہیں۔ مورخین نے گوجرانوالہ کے محل وقوع پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ پرانا گوجرانوالہ کچی کے علاقے میں آباد تھا اور شمالاً جنوباً پھیلا ہوا تھا۔ سکھ دور اقتدار میں کچی کوسول لائن کی حیثیت حاصل تھی کیونکہ بہت سے سکھ افسروں اور سرداروں کی حویلیاں اسی علاقہ میں تعمیر تھیں لیکن اب کچی کے نشیب میں گندگی اور غلاظت کے ڈھیر پھیلے ہوئے ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بعد جب مہاراجہ کھڑک سنگھ سرمسند سکھ حکومت ہوا تو ہری سنگھ نلوہ مرچکا تھا۔اس کے بیٹوں ارجن سنگھ اور جواہر سنگھ کے مابین قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے زبردست جھڑپیں ہوئیں۔ ہری سنگھ نلوہ کی بیوہ دیساں اپنے بیٹے ارجن سنگھ کو لے کراس قلعہ میں قلعہ بند ہوگئیں۔ ہری سنگھ نلوہ کے دوسرے بیٹے جواہر سنگھ نے قلعہ پر قبضہ کرنے کیلئے مہاراجہ کھڑک سنگھ سے مدد مانگی۔ مہاراجہ کے حکم سے سکھ فوجیوں نے نلوہ کے قلعے پر دھاوا بول دیا۔ دیساں اور ارجن سنگھ نے شاہی فوجوں کا مقابلہ کیا لیکن دیساں کوشکست ہوئی اور جواہر سنگھ نے شاہی فوجوں کی مدد سے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ مہاراجہ

کھڑک سنگھ کے حکم سے ویساں اور ارجن سنگھ کو گرفتار کر کے ضلع سیالکوٹ کے قصبہ ستراہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد مہاراجہ کھڑک سنگھ کے حکم سے یہ قلعہ مسمار کر دیا گیا۔

دیگاں والا بازار میں جواہر سنگھ کی ایک بہت بڑی حویلی تھی۔اس حویلی میں عدالت بھی لگتی رہی۔اب وہ حویلی تو موجود نہیں البتہ گلی جواہر سنگھ موجود ہے۔مہاراجہ رنجیت سنگھ بہت باتدبیر حکمران تھا۔ اس کی حدودِ سلطنت کشمیر سے پشاور تک پھیلی ہوئی تھیں۔وہ افغانستان کی سیاست وحکومت پر بھی اثر انداز ہوتا رہا اور اس نے برطانوی حکومت سے بھی برابری کی سطح پر اپنے تعلقات خوشگوار رکھے۔اس نے چٹھوں کے علاوہ حافظ آباد کے بھٹی قبائل کی قوت کا بھی خاتمہ کیا۔اس نے اپنے حریف سکھ سرداروں کا زور بھی ختم کیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ تمام قوتوں نے اس کی سلطنت اور اقتدار کو تسلیم کر لیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ گوجرانوالہ میں پیدا ہوا لیکن اس کی تعمیر وترقی کے لئے وہ کچھ نہ کر سکا جو اسے کرنا چاہیے تھا۔وہ نہ صرف یہاں پیدا ہوا بلکہ ڈپٹی کمشنر مسٹر ہنسن کے بقول اس نے اپنی جوانی کا بیشتر وقت بھی یہیں گزارا تھا۔مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور میں قبضہ کرنے تک گوجرانوالہ میں ہی رہا اور یہیں سے اپنی حکومت کا انتظام چلاتا رہا۔لاہور کی فتح اور وہاں منتقلی تک گوجرانوالہ سکھ حکومت کے دارالحکومت کے طور پر معروف رہا۔ہری سنگھ نلوہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی تعمیر کردہ عمارات اور باغ کا ذکر ہورہا تھا۔ایک یورپین سیاح ہیوگل 8 جنوری 1830ء کو گوجرانوالہ سے گزرا۔وہ ہری سنگھ نلوہ کا بطور خاص مہمان بھی رہا۔ اس نے نلوہ کی حویلی اور باغ کی سیر بھی کی اور یہاں کے پھل اور میوہ جات بھی کھائے۔اس سلسلہ میں یہ سیاح اپنے خوشگوار تاثرات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

’’ہری سنگھ نلوہ کا گسراؤلی (گسراؤلی کا لفظ گوجرانوالہ کے لئے استعمال ہوا ہے مرتب) میں ایک باغ اور محل ہے۔جس کے چاروں طرف حفاظت کی غرض سے ایک قلعہ بنا ہوا ہے۔جونہی ہم گاؤں کے قریب پہنچے ہماری حفاظت کے لئے گھوڑ سواروں کا ایک دستہ متعین کر دیا گیا اور اس کے بعد دیوان خود بنفس نفیس ہاتھی کی عماری پر بیٹھ کر آیا۔محل کے کمرے مجھے اس قدر محظوظ نہ کر سکے۔جس قدر باغ سے متاثر ہوا۔یہ باغ اس قدر خوبصورت تھا اور اس کی دیکھ بھال کا انتظام اس قدر جامع تھا کہ شاید ہندوستان بھر میں اس کی مثال نہ مل سکے۔درختوں کا دامن نارنگیوں سے بھرا پڑا تھا اور یہ نارنگیاں چینی نارنگیوں سے

بہت مشابہت رکھتی تھیں لیکن ان نارنگیوں میں اور خوبی ہے جوان سے متمیز کرتی ہے اور وہ یہ کہ ساخت میں لمبی اور لمبوتری ہوتی ہیں۔ ہری سنگھ کشمیر سے سادہ نارنگیاں لایا جو کہ ایک نئے مقام پر بہار دے رہی تھیں۔ ایک زبردست تیز خوشبو جن کوائل سے اٹھتی ہے جو وہاں بکثرت موجود ہے اور اس کے پودے بھی بڑی ساخت کے تھے جن سے باغ کی زینت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

ہری سنگھ نلوہ مجھے ملنے کے لئے آیا تو مجھے تحفہ کے طور پر گھی پلیٹیں اور بارہ پھل کے ٹوکرے دیئے گئے۔ میں نے تھوڑی سی مٹھائی چکھی۔ جسے بہت پسند کیا۔ اس کے بعد وہ مجھے اپنے محل میں لے گیا جہاں کشمیر اور کابل کے بہترین اور گرانقدر قالین آویزاں تھے اور پر لطف مناظر پیش کرتے تھے۔ جن سے دل و دماغ کو فرحت محسوس ہوتی تھی۔ دوران مناظر میں تو موسم سرما میں اور بھی دلکشی پیدا ہو جاتی جو انسان کو مسحور کر دیتی۔ جب گاڑی پر سامان لادا جا رہا تھا میں اس وقت باغ کے اس حصہ میں چہل قدمی کے لئے پہنچ گیا جو میں نے ہنوز نہیں دیکھا تھا اور میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہاں جا بجا خوبصورت عمارات دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان عمارات میں ایک مربع شکل کی تھی جس کا نام پاؤدری ہے جو ایک طرف سے کھلی ہوئی اور درمیان میں ایک فوارہ تھا جو پانی کی کشادہ سطح پر گر کر بہار دے رہا تھا۔ تین دیواروں میں میں نے کئی کئی فانوس لٹکے دیکھے۔ چونکہ میری گاڑی گسر اوکی سے صرف چھ کوس کے فاصلہ پر تھی اس لئے میرے پاس کافی وقت تھا کہ میں اس باغ اور محل کو جی بھر کر دیکھ سکوں۔ جن میں پہلے مہاراجہ رنجیت سنگھ اقامت پذیر تھا لیکن اس میں مجھے کوئی قابل ذکر بات نظر نہ آئی ماسوائے اس کے کہ اس میں ایک جگہ اس کے باپ کی سمادھی تھی اور دوسری اس کی والدہ کی۔ (ٹریولز ان کشمیر اینڈ دی پنجاب۔ از ہیری چارلس ہیوگل)

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک خوبصورت باغ میں اپنے والد راجہ مہاں سنگھ کی سمادھی بنوائی۔ اس باغ کے اردگرد چار دیواری تھی۔ سمادھی کا ارتفاع 90 فٹ تھا۔ اس کے علاوہ اس باغ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک خوبصورت بارہ دری بھی بنوائی جو اب تک موجود ہے۔ 1874ء میں انگریزوں نے اس بارہ دری میں شفاخانہ قائم کر دیا جو کافی عرصہ تک اس عمارت میں موجود رہا۔ پھر انقلابات زمانہ اور ضروریات کے مطابق اس بارہ دری میں مختلف محکموں کے دفاتر بھی قائم رہے۔ پاکستان بننے کے بعد اس عمارت میں میونسپل لائبریری تھی لیکن اب میونسپل کارپوریشن نے لائبریری کے لئے علیحدہ عمارت بنا دی ہے اور بارہ

دری اور سمادھی محکمہ اوقاف کی تحویل میں چلی گئی ہیں۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بعد اس کے وارث اس کے استحکام اور عظمت کو برقرار نہ رکھ سکے اور انگریزی اقتدار نے سکھ حکومت کو ہڑپ کرلیا۔حکومت برطانیہ نے پورے پنجاب پر قبضہ کرلیا۔انگریز دور حکومت میں جن شخصیات نے اس شہر کی تعمیر وترقی کے سلسلہ میں خاص کردار ادا کیا ان میں کرنل کلارک اور مسٹر آرتھر برانڈرتھ قابل ذکر ہیں۔

کرنل کلارک گوجرانوالہ کے انگریز ڈپٹی کمشنر تھے۔انہوں نے بعض نئی عمارات اور دروازے تعمیر کرائے۔کرنل کلارک نے حویلی مہان سنگھ کو منہدم کروادیا اور اس جگہ پر ایک مربع بازار تیار کرایا اور اس کا نام مہاراجہ رنجیت سنگھ رکھا۔ یہ بازار بڑا خوبصورت تھا۔مہان سنگھ کی حویلی ایک قلعہ نما عمارت تھی۔ اس میں سکھوں کا شاہی خاندان آباد تھا اور اس حویلی کے قریب ہی سبزی منڈی کی طرف ایک قلعہ نما باغ تھا جسے حضوری باغ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔اس باغ میں سکھ رانیاں اور شہزادیاں آکر ٹھہرا کرتی تھیں۔ کرنل کلارک نے اس حویلی کو مسمار کروادیا اور اس جگہ مربع بازار بنوادیا۔

گوجرانوالہ کے ایک اور ڈپٹی کمشنر آرتھر برانڈرتھ نے شہر کو خوبصورت بنانے کے لئے پرانی عمارت کے کھنڈروں پر کئی عمارات تعمیر کیں۔انہوں نے گوجرانوالہ میں کھیالی دروازہ لاہوری دروازہ اور سیالکوٹی دروازہ تعمیر کروائے۔ ان دروازوں میں سے سیالکوٹی دروازہ لاہوری دروازہ اور برانڈرتھ مارکیٹ اب بھی قائم ہیں لیکن کھیالی دروازہ منہدم ہو چکا ہے اس کے محض آثار ہی تلاش کئے جاسکتے ہیں۔

مفتی غلام سرور لاہوری تاریخ مخزن پنجاب میں اس شہر کی تعمیرات اور عمارات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''جب پنجاب میں عملداری انگریزی ہوگئی تو بعہدِ ڈپٹی کمشنر کرنل کلارک صاحب بجائے حویلی مہان سنگھ کے ایک بازار مربع تیار کرواکر رنجیت نگر نام رکھا گیا اور مسٹر آرتھر برانڈرتھ صاحب نے دروازہ کھیالی والا، لاہوری دروازہ، دروازہ سیالکوٹ والا، از سرنو تعمیر کروائے اور بجانب شمال قصبہ کے بہت سی آبادی بڑھ گئی مگر شہر پناہ آج تک نہیں بنا اور سوائے دروازہ کے راستے اور بھی دریافت کئے ہیں۔ایک قلعہ خام بھی یہاں سردار ہری سنگھ نلوہ کا بنایا ہوا موجود تھا جس میں اس کے مرنے کے بعد مسمات دیساں اپنے بیٹے ارجن سنگھ کو لے کر محصور ہوگئی تھی اور مہاراجہ کھڑک سنگھ نے خفیف سی لڑائی کے بعد اس کو قلعہ سے

بیدخل کر کے قصبہ ستراہ ضلع سیالکوٹ میں بھیج دیا اور قلعہ ویران کر دیا۔ برتن پیتل اور تانبے کے یہاں اچھے بنتے ہیں اور سوداگری ان کی دور دور تک ہوتی ہے اور بھی اچھے اچھے کام ہوتے ہیں۔ ہندو مالدار اور ساہوکار بہت ہیں۔ پرانی آبادی میں زمینداران قوم سانسی رہتے ہیں اور باہر کی آبادی میں متفرق قوم آباد ہے۔ علم کا چرچا بھی بہت ہے۔ مولوی سراج الدین فاضل مشہور ہیں۔ تیس مسجدیں مسلمانوں کی اس شہر میں ہیں اور ہندوؤں کے مندر بھی بہت ہیں۔ راجہ تیجا سنگھ کا شوالہ بہت اچھا ہے۔ سوداگری ہر ایک جنس کی ہوتی ہے۔ عمارت اس قصبہ کی پختہ ہے۔ چار ہزار چار سو گھر اور ایک ہزار سات سو دکان اور سترہ ہزار تین سو اکیاسی مردم شماری ہے۔ یہ قصبہ سڑک کلاں لاہور پشاور کے سر پر لاہور سے بفاصلہ پچیس کوس بجانب شمال آباد ہے سرائے پختہ مسافروں کیلئے بنی ہوئی ہے۔

گوجرانوالہ میں افغان دور اقتدار کی یادگار ایک مسجد بھی ہے۔ اسے شیر شاہ سوری کی مسجد کہتے ہیں۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ شیر شاہ سوری نے روہتاس کی طرف جاتے ہوئے جب گوجرانوالہ میں قیام کیا تو اپنی قیام گاہ کے قریب ایک مسجد تعمیر کرائی۔ یہ مسجد افغان طرز تعمیر کا نمونہ ہے اور کراؤن فاؤنڈری کے عقب میں واقع ہے۔ گو زمانہ کی دست برد سے اس مسجد کی خوبصورتی تو قائم نہیں رہی لیکن مسجد اب بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی اس مسجد کے متعلق یوں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

''اگرچہ اس مسجد کی تعمیر خاص کشادہ اور وسیع گنبد مینار وغیرہ اس گمان کو تقویت دیتے ہیں کہ یہ مسجد شیر شاہ سوری کے احکام کی مرہون منت ہے۔ علاوہ ازیں اس مسجد کے واضح نقوش مرمت کی وجہ سے مٹتے جا رہے ہیں اور اس کے عقب میں جو کنواں تھا وہ بھی بھرا جا چکا ہے ورنہ اس میں سے تختی کا مطالعہ کرنے کے بعد آسانی سے نتیجہ برآمد کیا جا سکتا تھا کہ یہ کس عہد میں تعمیر ہوئی۔

جغرافیہ ضلع گوجرانوالہ مرتبہ ڈائریکٹر تعلیمات پنجاب 1904ء گوجرانوالہ سے متعلق یہ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ گوجرانوالہ ضلع کا صدر مقام ہے۔ اس میں 26785 آدمی رہتے ہیں۔ شہر کسی قدر بلندی پر بنا ہوا ہے۔ اس کے گرد ایک دیوار ہے جس میں گیارہ دروازے ہیں۔ کئی باغ ہیں اور قرب و جوار کا علاقہ دور دور تک درختوں سے پُر ہے۔ بازار پختہ صاف ستھرے اور رونق دار ہیں۔ صفائی کا انتظام میونسپل کمیٹی کے ماتحت ہے۔ میونسپل بورڈ سکول کے پاس مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دادا سردار چڑت سنگھ کی سمادھی

ہے۔ دیوار کے اندر سردار مہان سنگھ کا باغ[1] ہے۔اس میں ایک بارہ دری ہے۔ جہاں اب تک کتب خانہ ہے اور جلسے بھی یہیں ہوتے ہیں۔ کتب خانے کے متعلق ایک اور پاس کے مکان میں چھوٹا سا عجائب گھر ہے۔ گوجرانوالہ کے قریب ہی ایک بڑا خوبصورت اونچا مینار تھا یہ عمارت سب عمارتوں سے مشہور اور دلکش ہے۔ مہان سنگھ کی سمادھ اس میں ہے۔ براندرتھ صاحب نے جو اس ضلع کے ڈپٹی کمشنر تھے اس پر سونے کا کلس چڑھایا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ لاہور میں فوت ہوئے اور وہیں ان کی سمادھی بنائی گئی مگر گوجرانوالہ ان کا وطن ہونے کے باعث اس راکھ کا کچھ تھوڑا سا حصہ یہاں بھیجا گیا جو مہان سنگھ کی سمادھی کے پاس دبایا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جس عمارت میں اب بورڈ سکول کی ایک شاخ ہے وہاں مہاراجہ رنجیت سنگھ پیدا ہوئے تھے۔

گوجرانوالہ ضلع کا صدر مقام

اب ہم شہر گوجرانوالہ کے ضلعی صدر مقام ہونے کی حیثیت سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔اس وقت ضلع گوجرانوالہ میں پانچ تحصیلیں شامل ہیں۔

(1) تحصیل وزیرآباد۔ (2) تحصیل کامونکی۔

(3) تحصیل نوشہرہ ورکاں۔ (4) تحصیل گوجرانوالہ شہر

(5) تحصیل گوجرانوالہ صدر

ضلع گوجرانوالہ کے حدودِ اربعہ اور تحصیلوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مفتی غلام سرور لاہوری تاریخ مخزن پنجاب میں رقم طراز ہیں۔ شروع عملداری انگریزی میں یہ ضلع ضلع شیخوپور کہلاتا تھا اور تین تحصیلیں شیخوپورہ خاص، وحافظ آباد ورام نگر اس کے ساتھ متعلق تھیں ۱۸۵۴ء میں مقام ضلع تبدیل ہوکر گوجرانوالہ ضلع صدر مقام بن گیا اور چار تحصیلیں قرار پائیں۔ خاص گوجرانوالہ ورام نگر وحافظ آباد وشیخوپورہ۔۱۸۵۶ء میں تحصیلیں شیخوپورہ ٹوٹ کر دیہات متعلقہ اوسکے حافظ آباد وغیرہ تحصیلوں کے متعلق ہوگئے اور تحصیل شرقپور متعلق ضلع لاہور مقرر ہوئی اور اس ضلع میں تحصیل وزیرآباد قائم ہوئی۔

اب مفتی غلام سرور لاہوری ضلع گوجرانوالہ کی حدود، رقبہ اور چاروں طرف واقع اضلاع کا تذکرہ کرتے ہیں۔

---

(۱) شیرانوالہ باغ

حدشرقی اس ضلع کے سیالکوٹ کے ضلع سے وحد غربی جھنگ کے ضلع کے ساتھ اور شمالی دریائے چناب کے ساتھ ملتی ہے جواس ضلع وضلع گجرات وشاہ پور میں بہتا ہے اور حد جنوبی لاہور کے ضلع کے ساتھ ملحق ہے۔طول اس ضلع کا بہ ہیئت مشرق ومغرب ۷۷ میل اور عرض جنوباً وشمالاً چالیس میل ہے۔

آگے چل کر مفتی صاحب رقمطراز ہیں۔

فی زمانہ اس ضلع کے متعلقہ ایک ہزار دوسو دیہات اور اکیانویں رکھ یعنی چراگاہ ہیں۔جن کا محصول علیحدہ مالگذاری سے زمیندار دیتے ہیں۔اس کا نام زرترقی ہے۔آب وہوا اکثر اس ضلع کے قریں اعتدال ہے ۔علی الخصوص حافظ آباد کے پرگنہ کے زمین بار کے نام سے موسوم ہے۔ وہاں کی آب وہوا نہایت عمدہ ہے۔ مال موشی اور آدمی اس علاقہ کے نہایت زبردست ہوتے ہیں۔باقی علاقوں کی آب ہوا ایسی عمدہ نہیں ہے۔اس ضلع کی زمین کو ایک تو دریائے چناب اور سات ندیاں اور نالے سیراب کرتے ہیں۔مردم شماری اس ضلع کی مردوزن پانچ لاکھ پچاس ہزار پانسو چھہتر ہے۔اور بھاری جنگل متعلقہ ساندل بار کے اس ضلع کے حدود میں بھی ہے اور باقی متعلق علاقہ ضلع جھنگ کے ہے۔اوس جنگل کے رہنے والے لوگ اکثر چور ہوتے ہیں اور مویشی دور دور جاکر چرالاتے ہیں۔ضلع کے علاقوں میں ایک مذہب کے لوگ سکونت رکھتے ہیں۔اکثر خاندان رئیسوں کے ہیں۔

ضلع گوجرانوالہ کے سلسلہ میں ہی ہم ایک حوالہ رائے کالی صاحب کی تصنیف کتاب سیر کامل پنجاب سے نقل کرتے ہیں۔یہ کتاب دوحصوں پر مشتمل ہے۔پہلے حصہ کے مرتب اور مصنف رائے کالی رائے صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ ضلع انبالہ رئیس قصبہ سلطان پور ضلع سہارن پور قوم اگروال میں جبکہ دوسرے حصے کے مصنف رائے صاحب کے بھائی لالہ تلسی رام ہیں۔یہ کتاب اگست ۱۸۷۲ء میں منشی نولکشور کے مطبع واقع پٹیالہ میں زیراہتمام سید محمود علی مہتمم ومینجر پٹیالہ اخبار شائع ہوئی۔اس نسخہ کی تکمیل سرجان لارنس صاحب بہادر چیف کمشنر کے عہد حکومت میں ہوئی تھی۔

رائے کالی رائے صاحب ضلع گوجرانوالہ کے ضمن لکھتے ہیں۔

یہ ضلع لاہور سے پچھم اوتر کی طرف ہے۔حدود اربعہ اوس کے بہ تفصیل ذیل ہیں۔حد مشرق ضلع امرتسر ولاہور۔حد غربی ضلع جھنگ وشاہ پور کا نووال جنوبی ندی راوی وضلع لاہور وجھنگ شمالی دریائے چناب

ضلع سیالکوٹ و گجرات۔

ضلع گوجرانوالہ سے متعلق تحصیلوں کے بارے میں رائے کالی رائے صاحب لکھتے ہیں۔

چار تحصیلیں اس ضلع سے تھیں۔اب پرگنہ بندی جدید میں شیخوپورہ تعلق ضلع لاہور ہوگیا۔اور اب تین تحصیلیں تخمیناً پانچ لاکھ روپیہ جمع کی ہوں گی۔دو دو پرگنہ ہر ایک تحصیل کے تعلق ہیں۔وہاں تھانے ہیں و چوکیات شاہراہ پر واسطے انتظام فوجداری کے مقرر ہیں۔گوجرانوالہ رام نگر۔حافظ آباد۔

رائے کالی رائے ضلع گوجرانوالہ کے قدیم بندوبست کے مطابق مختلف تحصیلوں کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں تحصیل شیخوپورہ اب عمل انگریزی میں تعلقہ قلعہ دیدار سنگھ اور کنار راوی کے دیہات علاقہ لاہور سے شامل ہو کر سات سو موضع اس تحصیل میں ہیں اور پونے دو لاکھ کی جمع سرکاری اور لاکھ روپیہ کا علاقہ جاگیرداران کے تصرف میں ہے۔

تحصیل حافظ آباد

یہ تحصیل ضلع سے جانب غرب وجنوب سطح زمین کا جانب گوشہ غرب وجنوب نشیب اور گوشہ شرق وشمال بلند دیہات جنوبی وشرقی کی زمین باڑا اکثر جگہ صحرا خوشنما وبعض جگہ میدان ویران غرب میں اکثر دیہات کہاور میں اور زمیندار قوم راجپوت بھٹی وجٹ تارڑ مسلمان بکثرت اور باشندگان غریب مطیع حکم حکام ہیں سرکش نہیں۔گفتگو وچلن سادہ ہے اور لباس تہہ بند اور چادر اور دستار دور میان سے سر کھلی باندھتے ہیں اور آدمی جوان قد آور ہوتا ہے۔حسین بدرجہ اوسط آب وہوا متدل مگر ماہ اسوج میں بدیہات کھادر سنا ہو جاتی ہے اور واردات قذاقی کی کم مگر مویشی کی چوری اکثر ہوتی ہے اور صنعت وکاری گری کسی شے کی مشہور نہیں مگر پنڈی بھٹیاں میں کاٹھی میں گھوڑے کی اچھی بنتی ہیں۔

تحصیل گوجرانوالہ ورام نگر

ان ہر دو تحصیل میں شہر کلاں گوجرانوالہ، ایمن آباد۔وزیر آباد۔اکال گڑھ رام نگر ہیں۔شہرہا سے مذکورہ میں سوداگری خاص کسی شے کی نہیں اور کوئی صنعت اور عجیب بات بھی ضلع میں نہیں ہے مگر نالہ ڈیک سے نالے رواں ہوتے ہیں اور اس کے قریب زراعت کا پیداوار اچھا ہوتا ہے۔برسات میں طغیانی شدت سے

ہوتی ہے۔شائد کشتی بھی آ جاتی ہے اور ہمیشہ قدرے پانی رہتا ہے۔باغات میوہ دار کمتر ہیں۔شہروں میں رئیسوں نے اکثر باغات پختہ بنائے ہیں۔

اسی کتاب میں رائے کالی رائے صاحب ۱۸۵۴ء کی مردم شماری کے مطابق ضلع گوجرانوالہ کی آبادی ۵۵۳۳۸۳ بتاتے ہیں جبکہ اسی دوران میں لاہور ضلع کی آبادی ۱۵۶۹۱۶۸۲ افراد پر مشتمل تھی۔

ضلع گوجرانوالہ ۱۸۸۱ء میں

جغرافیہ ضلع گوجرانوالہ مرتبہ ڈائریکٹر تعلیمات پنجاب (۱۹۰۴ عیسوی) میں اس ضلع کی تحصیلوں کا یوں تذکرہ ہوتا ہے اس ضلع میں چار تحصیلیں ہیں۔گوجرانوالہ۔ وزیر آباد۔حافظ آباد۔خانقاہ ڈوگراں۔ہر تحصیل میں ایک دیسی افسر رہتا ہے اسے تحصیلدار کہتے ہیں۔اس کے سپرد کئی کام رہتے ہیں مگر معاملہ جمع کرانا اس کا بڑا کام ہے۔ہر ایک تحصیل میں تحصیلدار کے سوا ایک اور بھی عہدے دار ہوتا ہے۔یہ لوگوں کے لین دین کے چھوٹے چھوٹے جھگڑے چکاتا ہے۔اسے منصف کہتے ہیں۔فی الحال حافظ آباد اور خانقاہ ڈوگراں کی تحصیلوں کے واسطے صرف ایک منصف ہے۔

۱۸۴۷ء میں لاہور میں برطانوی ریذیڈنسی کے توسط سے گوجرانوالہ انگریز قبضے میں چلا گیا اور دو سال بعد یعنی ۱۸۴۹ء میں انگریزوں اور سکھوں کے درمیان دوسری فیصلہ کن جنگ کے بعد گوجرانوالہ برطانوی حکومت سے ملحقہ علاقوں میں شامل کرلیا گیا۔مسٹر ڈبلیوڈ بلیوہنٹر ۱۸۸۱ء ڈائریکٹر جنرل شعبہ اعداد و شمار حکومت ہند ضلع گوجرانوالہ کے تذکرے کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

''ابتدائی طور پر گوجرانوالہ ضلع وزیر آباد کے وسیع علاقے کا ایک حصہ تھا۔یہ سارا علاقہ رچنادوآب کے سارے بالائی حصے پر مشتمل تھا۔۱۸۵۲ء میں اس بے قابو اور منتشر علاقے کو گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کے ذیل میں تقسیم کر دیا گیا۔موجودہ ضلع پنجاب سے راوی تک ساری بالائی سطح پر واقع ہے لیکن ۱۸۵۳ء میں جنوب مشرقی لکیر جو کہ ۳۵۳ دیہات پر مشتمل تھی لاہور میں شامل کر دی گئی اور عرصہ تین سال بعد مزید ۳۲۴ دیہات لاہور میں شامل کر دیئے گئے۔

اس کے بعد گوجرانوالہ حالات کی دست برد سے مکمل طور پر محفوظ رہا۔ماسوائے ۱۸۵۷ء کے

انقلاب کے۔ جس کے اثرات صرف گوجرانوالہ میں ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں پھیلے۔ سکھوں اور انگریزوں کے عہد اقتدار میں ضلع کے بہت سے پرانے اور اہم مقامات میں زبردست تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ بعض اہم شہر دیہات بن کر رہ گئے۔ وزیر آباد اور گوجرانوالہ آبادی اور دولت کے لحاظ سے ضلع کے صف اول کے شہروں میں شمار ہونے لگے۔ برطانوی عہد حکومت کے ابتدائی دور میں ایک بہت بڑی فوجی چھاؤنی بھی قائم کی گئی۔ جس کا ثبوت وزیر آباد میں یورپی باشندوں کے دو قبرستانوں سے ملتا ہے۔ ۱۸۸۱ء کے اعداد وشمار کی رپورٹ کے مطابق ضلع گوجرانوالہ کی کل آبادی ۶۱۶۸۹۲ نفوس پر مشتمل تھی اور ضلع کا کل رقبہ ۲۵۸۷ مربع میل تھا۔ اس وقت ضلع میں دس قصبے اور ۱۸۶ دیہات موجود تھے۔ جن میں ۸۸۵۷۱ مکانات میں تو لوگ رہائش رکھتے تھے لیکن ۹۵۸۷ مکانات ایسے تھے جن میں کوئی فرد آباد نہ تھا۔ مردم شماری کے مطابق اس وقت ضلع میں کل ۲۸۳۲۸۷ مرد موجود تھے۔ ذیل میں اس دور کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔ فی مربع میل آبادی ۲۳۸ نفوس۔ فی دیہات آبادی ۵۱۸ نفوس۔ ایک میل کی حدود میں کل مکانات ۴۶۔ مختلف فرقوں کے لحاظ سے آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ چنانچہ ۱۸۸۱ء کی فرقہ شماری کی رپورٹ کے اعداد وشمار حسب ذیل ہیں۔

نام فرقہ	کل افراد
مسلمان	۴,۵۲۵۵۴
ہندو	۱,۲۷۴۲۲
سکھ	۳۶۱۵۹
بدھ یا جین	۵۷۷
عیسائی	۱۹۴

ضلع گوجرانوالہ کے مختلف شہروں میں کل آبادی کی تمام تفصیلات ملاحظہ ہوں۔ (۱۸۸۱ء)

نام شہر	کل نفوس
گوجرانوالہ	۲۲۸۸۶
رام نگر (رسول نگر)	۶۸۳۰

سوہدرہ	۲۳۶۴
پنڈی بھٹیاں	۳۵۲۵
حافظ آباد	۲۶۵۳
وزیر آباد	۱۶۳۶۴
ایمن آباد	۵۸۸۶
اکال گڑھ (علی پور)	۶۳۱۲
قلعہ دیدار سنگھ	۲۸۲۲
جلال پور	۲۲۵۲

لوگوں کے پیشے

۱۸۸۱ء میں ضلع گوجرانوالہ میں آباد لوگوں کی مختلف پیشہ ورانہ تفاصیل یہ ہیں۔

پیشہ	نفوس
ملازمت	۹۵۷۵
تاجر	۵۷۹۸
اداروں کے ملازمین	۱۷۱۵۹
زراعت یا کھیتی باڑی	۸۶۵۸۱
بے کار	۱۵۶۷۰
جن کا کوئی خاص پیشہ نہیں	۱۵۶۱۸
صنعت و حرفت	۵۰۷۷۰

ضلع کا سب سے بڑا میلہ دھونکل تھا۔ جس میں ہر سال دو لاکھ آدمی جمع ہوتے تھے۔ جو ضلع کے کونے کونے سے یہاں پہنچتے تھے۔ ۵۱-۱۸۵۰ء میں زیر کاشت رقبہ اراضی ۴۲۴۱۸۶ ایکڑ تھا جبکہ ۱۸۸۱ء میں ضلع گوجرانوالہ کا زیر کاشت رقبہ اراضی ۱۶،۹۷۶۵۷ ایکڑ تھا۔ قابل کاشت اراضی جس پر صرف گھاس دکھائی دیتی ہے۔ ۱۲،۷۹۸۴۴ ایکڑ تھی۔

اہم زرعی پیداوار

گندم، باجرہ، چنے کا تیل نکالنے کے بیج، تمباکو، ترکاریاں، جوار، دالیں اور گنا وغیرہ یہاں کی زرعی پیداوار ہے۔ امریکہ کی جنگ کے دوران میں جب کپاس کی مانگ بڑھ گئی تو اس زمانے میں اس ضلع میں کپاس بہت زیادہ مقدار میں کاشت کی گئی لیکن مانگ کم ہونے کے باعث کپاس کی پیداوار گھٹ گئی اور صرف گھریلو ضروریات کو پورا کرنے کے لئے محدود ہوگئی۔ نقل و حرکت کا سب سے بڑا ذریعہ نارتھ ویسٹرن پنجاب اسٹیٹ ریلوے ہے جو لاہور اور پشاور کے درمیان چلتی ہے اور اس ضلع میں کامونکی۔ گوجرانوالہ۔ گکھڑ اور وزیر آباد سے گزرتی ہے۔

نظم و نسق

گوجرانوالہ کے عام نظم و نسق کے لئے ۱۸۸۱ء میں عام سول سٹاف ایک ڈپٹی کمشنر، اسسٹنٹ اور ایکسٹرا اسسٹنٹ ڈپٹی کمشنر، تین تحصیلدار، طبی اور پولیس کے حکام مقرر تھے۔ ۸۱۔۱۸۸۲ء میں ضلع گوجرانوالہ میں ۱۵ شہری یا افسران مال کی عدالتیں اور ۲۲ مجسٹریٹوں کی عدالتیں قائم تھیں۔ اس زمانے میں شاہی پولیس میں ہر عہدہ سمیت کل ۱۳۹۱ افراد موجود تھے اور ان کے علاوہ بلدیاتی حدود کے لئے ۸۶ سپاہی موجود تھے۔ اس طرح ساری پولیس کی نفری ۴۷۷ افراد پر مشتمل تھی۔ باقاعدہ پولیس فورس کے ہمراہ ۱۵۹۲ دیہی چوکیدار مقرر تھے۔ سارے ضلع میں صرف ایک جیل تھی جس میں کل ۱۰۸۱ قیدی موجود تھے۔ تعلیمی اعتبار سے یہ علاقہ پسماندہ واقع ہوا ہے اور بالخصوص دیہی آبادی کو کوئی تعلیمی سہولت حاصل نہیں تھی۔ ۱۸۷۳ء میں ضلع بھر کے تمام مختلف سکولوں میں صرف ۵۸۱۸ بچے زیر تعلیم تھے۔ ۱۸۸۱ء میں ضلع محکمہ تعلیم کے تحت صرف ۹۲ سکول چل رہے تھے۔ جن میں کل ۴۸۹۶ بچے زیر تعلیم تھے۔ ان سکولوں میں ۱۹ لڑکیوں کے سکول تھے۔ جن میں صرف ۵۷۱ لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔ ضلع کو تین تحصیلوں اور گیارہ پرگنوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں کل ۱۲۹۱ دیہات موجود ہیں۔

ضلع میں باقاعدگی کے ساتھ چلنے والے بلدیاتی ادارے گوجرانوالہ۔ وزیر آباد۔ رام نگر۔ اکال گڑھ۔ جلال پور۔ پنڈی بھٹیاں۔ حافظ آباد۔ قلعہ دیدار سنگھ۔ ایمن آباد اور سوہدرہ میں موجود تھے۔

طبعی کیفیت

ضلع گوجرانوالہ رچنا چناب کے وسطی حصہ میں آباد تھا۔ جو سیالکوٹ کے زرخیز میدانوں اور جھنگ کے پھیلتے ہوئے صحراؤں کا سنگم تھا۔ ضلع کے محل وقوع کی یہ قدرتی کیفیت کوہ ہمالیہ کی نچلی ڈھلوان سے بہنے والی زرخیز ترین چکنی مٹی کے ان تمام ارتقائی مراحل کو اشکار کرتی تھی۔ دریا کے دس میل دور تک کنوؤں میں دریا کا پانی محسوس کیا جاتا تھا لیکن خطہ سے پرے تمام کے تمام علاقے میں فصلوں کا انحصار زیادہ تر ابر رحمت پر تھا۔ ضلع کے مشرق میں ہموار میدان موجود تھا۔ جس کی سرحدیں سیالکوٹ سے ملتی تھیں۔ یہاں کی زمین نہایت زرخیز تھی اور پانی بھی کافی مقدار میں فراہم کیا جاتا تھا۔ سیالکوٹ کے قریب واقع ضلع کی حدود زرخیز تھی۔ قوت پیداوار خوب تھی اور فصل بھی جلد حاصل ہو جاتی تھی۔ اس علاقے میں دیہات قریب قریب واقع تھے اور یہاں کے لوگ محتاط اور محنتی کاشتکار تھے۔

ہم جوں جوں پہاڑ سے دور چلے جاتے۔ زمین زیادہ سے زیادہ سخت اور خشک تر ہوتی جاتی۔ پانی زیادہ گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا تھا۔ اور دیہات کے فاصلوں میں بھی دوری بڑھتی چلی جاتی تھی۔ آخر کار انتہائی جنوب میں ہم ویران سنسان اور اداس علاقے میں جا پہنچتے تھے۔ جہاں فقط برسات کے موسم میں کہیں کہیں گھاس اگتی دکھائی دیتی تھی اور جہاں اس پیاسی زمین کی قدرتی زرخیز کا راز خود بخود کھل جاتا تھا۔ ضلع کے جنوب مشرق کونے میں چھوٹا سا دریا ڈیک بہتا تھا جو اپنے گردوپیش کے ملحقہ علاقے کو زرخیز بنا کر کاشتکاری کا سامان بہم پہنچاتا تھا۔ اس چھوٹے سے دریا کی سالانہ طغیانی کے باعث کافی مقدار میں چکنی مٹی ضائع ہو جاتی تھی۔ دریائے چناب اور ڈیک میں پانی کے دو تین سلسلے نکلتے تھے۔ جو جن علاقوں سے گزرتے تھے۔ وہاں کاشتکاری بھی ہوتی تھی۔

درختوں کے لحاظ سے یہ ضلع نہایت مفلس واقع ہوا تھا۔ عمارتی لکڑی بہت کم مقدار میں پیدا ہوتی تھی اور بار کے علاقوں میں پیدا ہونے والی لکڑی صرف ایندھن کا کام دیتی تھی۔ قدرتی مناظر کے اعتبار سے یہاں کوئی ایسا مقام نہیں تھا جہاں قدرتی حسن نظروں کے لیے جاذبیت پیدا کرتا ہو لیکن اگر آب پاشی کے ذریع کی حالت کو بہتر بنا لیا جاتا تو ضلع کے خشک ترین علاقوں کو پیداوار کے مقابلے میں مساوی طور پر بڑھایا جا سکتا تھا۔

ضلع گوجرانوالہ کے علاقوں کو اگر ماضی کے حوالے سے دیکھیں تو یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے عہد حکومت میں ضلع گوجرانوالہ نے خوب ترقی کی۔ شہنشاہ اکبر کے عہد اقتدار سے لے کر ہندوستان کے آخری طاقتور مغل حکمران اورنگ زیب عالمگیر کے عہد تک سارے ضلع میں کنوؤں کا وسیع جال بچھا دیا گیا تھا۔ زرعی پیداوار کے رقبے میں اضافہ کی بدولت کچھ کچھ فاصلہ پر دیہات آباد ہو گئے تھے جن کے آثار ابھی تک ضلع کے انتہائی ویران اور الگ تھلگ علاقے میں ملتے ہیں۔ اس زمانے میں ایمن آباد اور حافظ آباد کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ سارے ضلع میں چونکہ آب پاشی زیادہ تر کنوؤں کے ذریعہ ہوتی تھی اس لیے کنوؤں کے ذریعہ سلسلہ آبپاشی کو چھ حصوں میں منقسم کر دیا گیا تھا۔ لیکن مغلیہ عہدِ حکومت کے خاتمے سے کچھ عرصہ قبل ہی اس ضلع کی آبادی پر اسرار طور پر گھٹنا شروع ہو گئی جس کے اصل سبب ابھی تک واضح طور پر معلوم نہیں ہو سکے۔ ۱۸۸۱ء میں اس ضلع میں زیادہ تر وہ قبائل آباد تھے جو کچھ عرصہ قبل ملک کے دوسرے علاقوں سے آ کر یہاں آباد ہو گئے تھے۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ ان قبائل کی آمد سے قبل اس ضلع کو ایک طویل مدت تک نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے بیشتر خاندانوں نے مسلسل ساٹھ ساٹھ برس تک اس علاقے میں اپنے لئے دیہات تک آباد نہ کئے۔ وہ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے اور بھیڑ بکریاں پال کر گزر اوقات کرتے تھے۔

عصر حاضر میں ضلع گوجرانوالہ

موجودہ دور میں ضلع گوجرانوالہ کی آبادی 4,308,905 ہے۔ یہ آبادی 14,83,656 ایکڑ رقبے پر محیط ہے۔ محل وقوع کے اعتبار سے ضلع گوجرانوالہ شاہراہ اعظم کے کنارے لاہور سے چالیس میل میں شمال میں 2312 میل تک پھیلا ہوا ہے۔ شمال مغربی جانب دریائے چناب اس کی حد بندی کرتا ہے۔ دوسری جوانب شیخوپورہ اور سرگودھا کے اضلاع احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ انتظامی لحاظ سے ضلع ہذا پانچ تحصیلوں پر مشتمل ہے۔ اس کے تاریخی تجارتی اور صنعتی مقامات میں سے گوجرانوالہ کے علاوہ ایمن آباد۔ واہنڈو، رسول نگر، احمد نگر، علی پور، سوہدرہ، قلعہ دیدار سنگھ، راہوالی، نظام آباد، نوشہرہ ورکاں، گرجاکھ اور گکھڑ منڈی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

ضلع گوجرانوالہ کا رقبہ مجموعی طور پر انتہائی سرسبز وشاداب ہے۔ بہترین قسم کا چاول پیدا کرنے میں اس ضلع کو منفرد حیثیت حاصل ہے۔ چاول۔ گندم۔ شکر۔ دالیں۔ سبزیاں اور چارہ یہاں کی مشہور فصلیں ہیں۔

کاشت کاروں کی روشن خیالی اور مشینی زراعت کے فروغ سے گوجرانوالہ میں سبز انقلاب برپا ہو رہا ہے۔ جو رقبہ سیلاب اور تھور کا شکار ہو گیا تھا وہ دوبارہ قابل کاشت بنالیا گیا ہے۔ گوجرانوالہ کا امرود، سرخ مالٹا اور سنگترہ خاص طور سے پسند کئے جاتے ہیں۔

اندرون ملک اور بیرونی دنیا میں گوجرانوالہ صنعتی شہر کی حیثیت سے مشہور ہے۔ شاہراہ اعظم کے کناروں کے ساتھ ساتھ اور اندرون شہر صنعتوں کا جال بچھا ہے۔ سمال انڈسٹریز اسٹیٹ میں تو صنعت کی ایک نئی دنیا آباد ہے۔ فائر برکس، آہنی لاکرز، سامان بجلی، بجلی کی موٹریں، ٹرانسفارمر، پنکھے، خراد مشینیں، براس کاک، ایلومینیم کے برتن، سٹین لیس اسٹیل کے برتن، پاور لومز، ٹائر وٹیوب، قالین، سوتی ریشمی کپڑا، انیمل وائر اور صابن سازی اس ضلع کی ممتاز صنعتیں ہیں۔ جن سے پاکستان کروڑوں روپے کا زرمبادلہ کماتا اور بچاتا ہے۔ کٹلری کی صنعت میں وزیر آباد اور نظام آباد کو اجارہ داری حاصل ہے۔ یہاں کے سامان کٹلری کی مانگ اندرون ملک اور بیرونی دنیا میں روز بروز بڑھ رہی ہے۔ آج جب صنعت نئے نئے افق تراش رہی ہے گوجرانوالہ کے صنعت کار صنعتی میدان میں اپنی فنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت آگے نکل گئے ہیں۔

ضلع گوجرانوالہ میں کل آبپاشی رقبہ 11,9,989 ایکڑ اور غیر رقبہ آب پاشی رقبہ 81,131 ایکڑ ہے جبکہ 6,600 ایکڑ رقبہ میں جنگلات لگائے گئے ہیں۔ اس ضلع میں پیدا ہونے والی اجناس میں چاول، گنا، کپاس، تیلوں کے بیج، گندم اور چنا شامل ہیں لیکن باسمتی چاول سرفہرست ہے جو اس علاقہ کی خاص پیداوار ہے۔

صنعتی میدان میں یہ ضلع بجلی کا سامان، پنکھے، ٹیکسٹائل مشینری سرامکس اور دیگر مشینی مصنوعات تیار کرنے میں شہرت رکھتا ہے۔ اس وقت ان صنعتوں کے متعلق ضلع بھر میں کوئی 5000 چھوٹے بڑے یونٹ قائم ہیں۔ جن میں ہزاروں مزدور کام کرتے ہیں۔

گوجرانوالہ، وزیر آباد، میں کاٹن جننگ فیکٹریوں کے علاوہ گوجرانوالہ میں پرنٹنگ پریس کی انڈسٹری قائم ہے۔ چمڑے کی مصنوعات کو بہتر اور زیادہ پائیدار بنانے کے لئے گوجرانوالہ میں کارکنوں کی ضروری تربیت کے لئے چمڑے کا ایک ٹیکنالوجی انسٹیٹیوٹ بھی کھولا گیا ہے۔

اس وقت گوجرانوالہ شہر میں ڈپٹی کمشنر اور مختلف محکموں کے ضلعی افسران کے علاوہ ڈویژنل کمشنر اور ڈویژن کی سطح کے دوسرے تمام محکموں کے دفاتر بھی قائم ہو چکے ہیں۔ ضلع گوجرانوالہ کے مردانِ باکمال نے ہر

دور میں ملک وملت کی ترقی کے لئے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں جن کے زندہ جاوید تذکار ہماری تاریخ کے مختلف ابواب کی زینت ہیں۔ آج بھی اس ضلع کے ممتاز افراد پاکستان کی وفاقی کابینہ، پنجاب کی صوبائی کابینہ، وفاقی مشاورتی کونسل اور پنجاب کی صوبائی کونسل میں موثر نمائندگی کا حق ادا کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

الف

حضرت میاں احمد دین عالی سرکار قادری رحمۃ اللہ علیہ

بانی وخطیب جامع مسجد فاروقیہ رضویہ المعروف دارے والی مسجد

آپؒ کا نام نامی احمد دینؒ اور لقب میاں جی تھا۔ میاں جی احمد دین عالی سرکارؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ذات کے سندھو جاٹ تھے اور آباء کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ آپؒ کے والد گرامی میاں جی بورا سرکارؒ موضع بینکہ چیمہ کے زمیندار تھے اور وہاں آپؒ کا کھوہ میاں جی کے کھوہ کے نام سے مشہور تھا۔

پیدائش: آپؒ موضع بینکہ چیمہ میں 1850ء کو پیدا ہوئے۔

بحیثیت زمیندار

جب آپ تھوڑے بڑے ہوئے تو آباء واجداد کے پیشے سے منسلک ہوگئے اور خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے مالی طور پر کافی خوشحال ہوگئے۔ اور اپنے علاقے کے بڑے زمینداروں میں شمار ہونے لگے۔ دولت کی فراوانی کی وجہ سے مشغلوں میں مشغول رہنے لگے۔ وہیں ایک جوگی ان دنوں میں اقامت پذیر ہوگیا۔

جوگ لینا

آپؒ اس جوگی کے پاس آنا جانا شروع ہوگئے اور اس کی خدمت میں حاضر رہنے لگے۔ جوگی نے آپؒ کی خدمت سے خوش ہوکر آپ کو جوگ عطا کیا۔ اس جوگ کا سب سے ادنیٰ کرشمہ یہ تھا کہ دنیا بھر کے سانپ آپؒ کے مطیع وفرماں بردار ہوگئے تھے اور ہر طرح کے سانپ آپؒ کے پاس ہر وقت حاضر رہتے تھے۔ آپؒ ان سانپوں کو ہاتھوں اور جیبوں میں لئے پھرتے تھے۔ لوگ دور دور سے سانپوں کے ڈسے کا علاج کرانے کے لئے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اسی دوران آپ کا دل فقرِ محمدی ﷺ کے حصول کیلئے

بے چین ہو گیا اور آپؒ کسی مرشد کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

حضرت احمد دین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

اسی تلاش کے دوران آپؒ کی ملاقات گوجرانوالہ کے بزرگ حضرت احمد دین صدیقیؒ سے ہوگئی۔ آپؒ نے بیعت کی درخواست کی مگر حضرتؒ نے یہ کہتے ہوئے رد کر دی کہ آپؒ زمیندار ہو۔ یہ فقیری بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ آپؒ اس سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ آپؒ کے دماغ میں حکمرانی کا خمار ہے۔ اس کے لئے سخت مجاہدہ کرنا پڑے گا۔ اگر بیعت ہونا چاہتے ہو تو کچھ شرائط ماننا پڑیں گیں۔ آپؒ نے کہا کہ چند چھوڑ جتنی شرائط کہیں میں ماننے کو تیار ہوں۔

شرائط بیعت

حضرتؒ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ جو کچھ زمینداری، گھر بار، کھوہ وغیرہ کے جو گاؤں میں رکھتے ہو سب کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دو۔ آپؒ نے بسر و چشم یہ بات قبول فرمائی اور سب زمین، جائیداد اور کھوہ وغیرہ اپنے عزیزوں میں بانٹ دیا اور واپس پیر و مرشد کے پاس تشریف لے آئے۔ دوسری شرط یہ لگائی کہ گاؤں مستقل چھوڑ کر میرے پاس ہمیشہ کے لئے گوجرانوالہ آجاؤ۔ آپؒ نے اس بات کو بھی قبول فرمایا اور گوجرانوالہ مستقل سکونت اختیار کی۔ تیسری شرط یہ لگائی کہ کوئی کام وغیرہ نہیں کرو گے اور ترک و تجرید کی زندگی بسر کرو گے اور کھانے کے لئے بھیک مانگو گے تا کہ دماغ سے زمینداری کا خمار نکل جائے۔ آپؒ نے اس کو بھی قبول فرمایا اور کامل دو سال تک بھیک مانگی۔

بیعت طریقت

جب سب شرائط کامل طور پر پوری ہو گئیں تو حضرتؒ نے آپ کو خوشی سے بیعت فرمایا اور اسم ذات تلقینِ قادری کے ساتھ عطاء فرمایا۔

مزدوری کا حکم

بیعت فرمانے کے بعد حضرتؒ نے آپ کو بھیک مانگنا چھڑا کر محنت مزدوری کا حکم فرمایا۔ آپؒ تادم صحت اسی سے رزق صالح کا انتظام فرماتے رہے۔

تعلیم و تعلم

آپؒ کچھ زیادہ علم دین پڑھے ہوئے نہیں تھے۔اس لئے بحکم شیخ دینی علوم کی طرف رجوع فرمایا۔ اور کامل آٹھ سال میں تمام علوم دینی میں کمال حاصل کرلیا۔

خرقہ خلافت

جب آپؒ کی روحانی تربیت بھی مکمل ہوگئی اور دینی تعلیم کا بھی خاطر خواہ انتظام ہوگیا تو آپؒ کے شیخ محترم نے آپؒ کو خرقہ خلافت سے نوازا۔آپؒ اپنے شیخ کے خلیفہ اول و خلیفہ اعظم بھی تھے۔

خدمتِ شیخ

آپؒ نے ساری عمر خدمت شیخ کے لئے وقف کررکھی تھی۔اسی لیے ان کی زندگی میں کسی اور کام کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ شیخ نے وصال فرمایا۔شیخؒ کی تجہیز و تکفین اور غسل کے سب انتظامات آپؒ نے فرمائے اور لحد میں بھی اتارا۔

بیت اللہ شریف کو روانگی

1927ء کو آپؒ اپنی شریک حیات اور ایک خادم کے ساتھ حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے۔آپؒ حج کے لئے براستہ عراق تشریف لے گئے اور بغداد میں حضرت غوث اعظمؒ کے مزار اقدس پر حاضری دی اور وہاں چلہ کشی بھی کی۔

دورانِ حج آپؒ کا زادراہ چوری ہوگیا اور آپؒ اس کی وجہ سے مدینہ منورہ نہ جاسکے۔اس صدمہ سے دل گرفتہ رہتے اور آنکھیں ہر وقت اشک بار رہتی تھیں۔دوبارہ 1932ء میں آپؒ حج کے لئے بیت اللہ شریف تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں بھی حاضری دی اور 6 ماہ وہاں گزارے۔

مجلس نبوی ﷺ میں حاضری

آپؒ کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ کامل 40 سال مجلس نبویؐ میں آپؒ کی حاضری رہی۔آپؒ جس کے لئے دعا فرماتے اسے رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوجاتی۔

امامت

شیخ کے وصال کے بعد آپؒ نے ان کی تربت کے پاس موجود جگہ کو مسجد کی شکل دے دی اور خود اس کے امام مقرر ہوئے۔ اور تادم صحت یہ فریضہ انجام دیتے رہے۔ آج کل اس مسجد کا نام جامع مسجد فاروقیہ رضویہ المعروف دارے والی مسجد ہے۔

وصال

آپؒ نے طویل عمر پائی اور 18 شوال 1948ء کو تقریباً 100 سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپؒ کو قبرستان کلاں میں سپرد خاک کیا گیا۔

اولاد

آپؒ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ دونوں بیٹے ولی کامل تھے۔
بڑے بیٹے کا نام میاں محمد عبداللہؒ تھا۔ اور چھوٹے بیٹے کا نام میاں برکت علیؒ تھا۔
بیٹی کا نام حسین بی بی تھا۔

خلفاء

آپؒ کے دو خلفاء تھے۔
حضرت میاں محمد عبداللہؒ۔ آپؒ کے بیٹے اور جانشین تھے۔
حضرت حافظ کرم دینؒ نابینا (نکیوال بوسال ضلع منڈی بہاؤالدین)

کرامات

آپؒ کی کرامات بے حد وحساب تھیں۔ تصرفات عجیب نوعیت کے تھے۔ باوجود اس کے شرع کے نہایت پابند تھے۔ اور یہی آپؒ کی سب سے بڑی کرامت ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیرزادہ احمد دین صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ

بانی وخطیب جامع مسجد اونچی گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

نام ونسب

آپؒ کا نام نامی اسم گرامی احمد دین تھا اور آپؒ حضرت شاہ جمال نوریؒ کی اولاد میں سے تھے۔ آپؒ خاندانی طور پر صدیقی قریشی تھے۔ آپؒ کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

احمد دین صدیقیؒ ولد محمد دین صدیقیؒ ولد میاں غلام رسولؒ ولد نظام الدینؒ ولد محمد سعیدؒ ولد حافظ خدا بخشؒ ولد شاہ عبدالرحیمؒ ولد حضرت شاہ جمال نوریؒ قریشی صدیقی۔

پیدائش

حضرت احمد دین صدیقیؒ بتاریخ 7 ساون 1924 بکرمی کو موضع اولیاء پور میں اپنے ماموں کے گھر پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم

آپؒ نے ابتدائی عربی و فارسی کی تعلیم اپنے والد محترم مولانا مولوی محمد دین صدیقیؒ سے حاصل کی۔ اس کے بعد انگریزی تعلیم کے لئے بورو سکول گوجرانوالہ میں داخلہ لے لیا اور تمام امتحانات اچھے نمبروں کے ساتھ پاس کئے۔

ٹیکنیکل تعلیم

تعلیم سے فراغت کے بعد سول انجینئرنگ کے نقشہ نویسی برانچ میں ایڈمیشن لے لیا اور یہ امتحان بھی اچھے گریڈ کے ساتھ پاس کیا۔

نوکری

تعلیم سے فارغ ہو کر محکمہ انہار میں بطور ہیڈ ڈرافٹسمین (سول) نوکری کا آغاز کیا۔ حکومتِ وقت

کی طرف سے دیگر مراعات کے علاوہ ایک گھوڑی بھی دی گئی تھی۔

غلبہ شوق

اسی دوران طبیعت دنیا کی طرف سے سرد ہوگئی اور عنایت غیبی کا ایسا غلبہ ہوا کہ ہر وقت کسی مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں رہتے۔

انبالہ میں قیام

اس زمانے میں ایک نقشبندی بزرگ حضرت سائیں توکل شاہ انبالویؒ کا بڑا شہرہ تھا۔ آپؒ کا قیام انبالہ میں تھا۔ حضرت احمد دین صدیقیؒ ان سے کسب فیض کے لئے انبالہ تشریف لائے اور ان کی صحبت اختیار کی۔ حضرت سائیں توکل شاہ انبالویؒ نے آپؒ کو بیعت تو نہ فرمایا لیکن فیضِ کثیر سے ضرور نوازا۔ آپؒ کا ازلی نصیب چونکہ سلسلہ قادریہ سے منسلک تھا اس لئے انبالہ میں ایک مردِ حق آگاہ سے ملاقات ہوگئی۔

بیعت

یہ مردِ حق آگاہ بزرگ سائیں محمد عمر بخشؒ [1] تھے۔ جو کہ ان دنوں انبالہ میں ہی تشریف فرما تھے۔ آپؒ کی نسبت قادریہ تھی۔ مزاج مبارک پر تجرید و تفرید کا غلبہ تھا۔ حالت جذب طاری تھی۔ اس وجہ سے عموماً برہنہ رہتے تھے۔ کبھی ہوش میں ہوتے تو لنگوٹ باندھتے تھے۔ حضرت احمد دین صدیقیؒ نے ان کے دستِ حق پرست پر بیعت فرمائی اور ان کے فیضان باطن سے مرتبہ کمال کو پہنچے۔

گوجرانوالہ واپسی

بحکمِ شیخ آپؒ گوجرانوالہ تشریف لائے۔ نوکری کو خیر باد کہا اور گوشہ تنہائی اختیار کی۔ شیخ کامل کی

---

(۱) حضرت سائیں محمد عمر بخشؒ قادری سجادہ نشین درگاہ حضرت محمد الیاسؒ مدراس شریف کے تھے۔ حالت جذب طاری تھی۔ مدراس سے آپؒ انبالہ شریف تشریف لے آئے۔ یہاں پر ہی حضرت پیرزادہ احمد دین صدیقیؒ آپؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ پھر آخری عمر میں آپؒ پشاور تشریف لے آئے اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔ آپؒ کا مزار اقدس اخوند چمکناں پشاور میں مرجع خلائق ہے۔ آپؒ کا وصال 10 محرم الحرام 1927ء کو 130 سال کی عمر میں ہوا۔

صحبت سے تجرید وتفرید طبیعت کا لازمی حصہ بن گئی۔ان دنوں آپؒ کا قیام موجودہ اردو بازار میں گلی مولوی محمد اشرف صاحب والی میں تھا۔

مسجد کی تعمیر

آپؒ نے گھنٹہ گھر چوک سے ذرا آگے محلہ طوطیانوالہ میں ایک مسجد تعمیر کروائی۔ جو کہ آج اونچی مسجد کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔اس مسجد کے لئے جگہ بھی حضرتؒ نے وقف کی اور اپنی رہائش گاہ بھی تبدیل کر کے اردو بازار سے مسجد کے بالکل ساتھ لے آئے۔آپؒ بچوں کو قرآن مجید پڑھایا کرتے اور ساتھ میں مسجد میں امامت اور خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے۔وہاں آپؒ کے پاس انسانوں کے علاوہ جنات کے کئی قبیلوں کے بچے بھی قرآن مجید کی تعلیم کے لئے آتے تھے۔

پھول جہاں بھی ہو اپنی خوشبو کے سبب پہچانا جاتا ہے۔آپؒ کے فضائل وکمال کو دیکھتے ہوئے لوگ فیض رسانی کیلئے آپ کی طرف رجوع فرمانے لگے۔جو بھی آپ کے پاس آیا۔مرتبہ کمال کو پہنچا۔آپؒ بہت کم لوگوں کو مرید کیا کرتے تھے۔لیکن عقیدت مندوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔

طریقہ تعلیم

آپؒ کا طریقہ تعلیم بالکل اپنے پیرومرشد شاہ عمرؒ جیسا تھا۔آپ تھوڑی ریاضت کے بعد ہی نگاہ فیض رساں سے مرید کو اس کی مراد تک پہنچا دیتے تھے۔اس لیے آج تک اس سلسلے میں نگاہ مرشد سے ہی تکمیل ہوتی ہے۔

اولاد

آپؒ کا ایک بیٹا تھا۔جس کا نام اصغر علی تھا۔وہ عالم شیر خوارگی میں ہی وفات پا گیا۔اور ایک صاحبزادی رضیہ بیگم تھی۔ان کا وصال بھی آپؒ کی زندگی میں ہوگیا تھا۔اس لئے آپؒ کا نسبی سلسلہ جاری نہ ہوسکا۔لیکن روحانی سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔

جنات کو بیعت فرمانا

آپؒ کا سلسلہ فیض جنات میں بہت جاری وساری ہوا۔آپؒ سے بیعت شدگان جنات آج بھی

اسی سلسلے کے موجودہ بزرگان کے پاس کسب فیض کے لئے رجوع کرتے ہیں۔

وصال

آپؒ کا وصال 9 ستمبر 1926ء کو گوجرانوالہ میں ہوا اور آپ کو جہاں دفن کیا گیا وہاں آج کل ایک مسجد بنام فاروقیہ رضویہ المعروف دارے والی ہے۔

خلفاء

آپؒ کے خلفاء کی اصل تعداد تو معلوم نہیں لیکن تین بہت مشہور و معروف ہوئے۔

حضرت میاں احمد دین عالی سرکارؒ (گوجرانوالہ)

حضرت سخی محمد عنایت اللہ صدیقیؒ (اُچا پنڈ نزد نارنگ منڈی)

حضرت پیرزادہ انوار الحق صدیقیؒ (کاموکی)

☆☆☆☆☆☆

حضرت سخی احمد یار عباسی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ ۱۱۹۳ھ بمطابق 1779ء میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت شیخ محمد جیون اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت بی بی عائشہ تھا۔ آپؒ کی جائے ولادت موضع مان ضلع گوجرانوالہ ہے۔

اوائل عمر میں آپؒ قرآن مجید کے حافظ اور خوش الحان قاری تھے۔ شریعت کے پابند، زہد تقویٰ میں بے مانند، مسجد میں باجماعت پنجگانہ فریضہ ادا کیا کرتے تھے۔ علمائے کرام کی محبت اور صحبت نیز والدین کی تہذیب و تربیت کے باعث مسائل شرعی اور فقہی سے پورے واقف تھے۔ روزی بقوت بازو حاصل کر کے کھاتے تھے۔

عالم جوانی میں آپؒ شہر گوجرانوالہ مسجد کمہاراں میں نماز ظہر ادا کر کے یہ مسئلہ بیان فرما رہے تھے کہ جو

شخص نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرتا ہے اس کے خواب اور خالی اوقات عبادت میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اسی اثنا ء میں ایک درویش رندانہ صورت، میلا، کچیلا اور پھٹا پرانا لباس پہنے مسجد کے دروازے پر سے گزرا۔ مسئلہ مذکور سن کر مسجد کے اندر آیا اور کہا میاں صاحب انصاف فرمائیں آپؒ تو پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں کیا آپ کو ہر دم خدا یاد رہتا ہے۔ خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ فرمانا۔ ہم نے تو یہ سنا ہوا ہے۔ جو دم غافل سو دم کافر

ہر آں کہ غافل از حق یک زماں است
دراں دم کافر است اما نہاں است

ترجمہ: ہر وہ شخص کہ جو ایک پل بھی حق سے غافل ہو، اس وقت وہ کافر ہے مگر مخفی

گر ایں غفلت بجاں پیوستہ بودے
در اسلام بروئے بستہ بودے

ترجمہ: اگر یہ غفلت اس کی جان سے (ہمیشہ) پیوستہ رہے تو اس پر اسلام کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

جب آپؒ نے اس درویش سے یہ سنا اور صحیح صورت میں دیکھا کہ کہاں ذکر الٰہی اور کہاں مسئلہ آزادی۔ نہایت شرمسار اور پشیمان ہوئے اور دل نے چاہا کہ اس کا دامن پکڑ لوں اور اسے وسیلۂ ہدایت بنا کر راز حقیقی حاصل کروں مگر اس کا ظاہری انداز اور خراب حال دیکھ کر خیال آیا کہ اس کو وسیلہ بنانے سے ضرور کسی بدعت کے گڑھے میں گرنا پڑے گا کیوں کہ اطاعت پیر فرض ہوتی ہے۔ کسی عالم باعمل اور عارف کامل کو وسیلہ بنانا چاہیے۔ جو بنور ہدایت راہ حقیقت دکھادے اور خدا تک پہنچادے۔ مگر اس درویش ظاہر خراب اور باطن صاف کا یہ اثر ہو گیا کہ آپ کے لوحِ دل پر نقش لا لجر ہوا۔ جس کے باعث ذکر اسم ذات آپؒ کی زبان جان پر دون الجہر آہستہ آہستہ جاری ہو گیا۔ اس کے بعد آپؒ نے مفتی وقت حضرت مولانا مولوی نور احمد قادریؒ بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ کی بیعت اختیار کر لی۔ اسی رات آپؒ نے رسول مقبول ﷺ کو خواب میں دیکھا آپؒ اپنے گاؤں کی مسجد بنا رہے ہیں اور مغربی محراب والی دیوار تیار کر رہے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہوئے اور آپؒ کو بغل گیر کیا۔ آپؒ اس ظل اللہ اور آفتاب عالم تاب کی تجلی سے ایسے بے تاب ہوئے کہ جان و دل ہاتھ سے نکل گئے اور آپ اس عالم خواب سے زلیخا وار بے قرار بیدار ہوئے اور اس بدر منیر کے سوا ہر دو جہان ویران و بیابان معلوم ہونے لگے۔ علی الصبح اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا مولوی نور احمد قادریؒ

" کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرائے خواب بیان کیا۔ مولانا صاحبؒ نے فرمایا رسول مقبول ﷺ کا خواب میں دیدار ہونا بالکل صحیح ہوتا ہے۔ آپؒ نے پوچھا کسی طرح میں پھر بھی دیکھ سکتا ہوں۔ مولانا صاحبؒ فرمانے لگے ہاں ان شاء اللہ اگر درود شریف پر مداومت کی جائے۔ پھر آپؒ نے پوچھا کہ کوئی اس آفتابِ عالم تاب کو حالتِ بیداری میں بھی دیکھ سکتا ہے۔ مولانا صاحبؒ نے فرمایا: "ہاں عاشقوں کے لیے ممکن ہے۔

جب آپؒ نے یہ مضمون سنا تو عشق دو چند ہو کر دامن گیر ہو گیا۔ دست بستہ عرض کیا کہ وہ نور جاں کس طرح مل سکتا ہے۔ مولانا صاحبؒ نے فرمایا اگر تم عاشق بن جاؤ گے تو ان شاء اللہ تمہارا مقصد تمہیں حاصل ہو جائے گا۔ آپؒ کو غلبہ عشق سے نیند بھی جاتی رہی اور اسم ذات ہر وقت زبان جان پر جاری تھا۔ دل میں ایسی آتش عشق شعلہ زن تھی جس کے بیان سے زبان قلم عاجز اور قاصر ہے۔ آخر مولانا صاحبؒ نے فرمایا میرا ارادہ یہ ہے کہ جو کچھ میں نے تم کو ارشاد کیا ہوا ہے رات کو پانی میں کھڑے ہو کر پڑھا کرو۔ ارشاد یہ تھا کہ چالیس بار قصیدہ بردہ شریف پچیس بار سورہ یٰسین، اکیس بار سورہ مزمل اور درود مستغاث۔ درود خضری مع دیگر وظائف قصیدہ غوثیہ، قصیدہ مضریہ وادعیہ مغنی وغیرہ جو شب و روز میں ختم ہوتے تھے۔ آپؒ نے کہا اچھا۔ آپؒ اپنے گھر چلے آئے۔ والدین سے اجازت حاصل کر کے موضع مان کی مشرق جھیل میں جواب بھی "ڈھم کے نام سے مشہور ہے تمام رات قد آدم پانی میں کھڑے ہو کر اڑھائی سال تک فرمان پیر کامل بجالاتے رہے اور بعد میں پیر کامل کے حکم سے دریائے چناب کے ہر پتن سے گزر کر نیچے کے بیلے میں مقیم ہوئے جو موضع رسول نگر سے مغربی جانب تین کوس کے فاصلے پر ہے اور وہاں ہر موسم سردی اور گرمی میں پورے بارہ سال آبِ دریا میں کھڑے رہے اور دن رات وظائف حسبِ ارشاد پڑھتے رہے۔ ماہ بماہ گھاس یا ست کنڈہ کے تنکے سے روزہ افطار کرتے اور دریا سے ایک چلو پانی پی لیتے۔ پھر طلوع ماہتاب تک کچھ نہ کھاتے گویا تیس دن کا ایک روزہ رکھتے۔ جب اسی طرح بارہ سال گزر گئے تو مقصد حاصل نہ ہوا تو بے چینی کے باعث نعرہ زنی آہ وزاری کرنے لگے اور زبان حال سے یہ کہتے کہ وہ آفتاب عالم تاب اور آئینہ حقانی اب تک مخفی کیوں ہے اور وہ مطلوب جان بے پرواہی کی اوڑھنی میں پردہ نشین کیوں ہے۔ آتش ایسی شعلہ زن تھی کہ جو خیال سوز دل میں اٹھتا فوراً خاکستر ہو جاتا۔ الغرض فجر سے عصر تک یہ حال رہا۔ آخر دل میں آیا۔

اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ (حدیث) "انتظار موت سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے"

درو ہجر کے لیے شربت موت اچھا علاج ہے کیوں کہ بے برگ کے لیے مرگ ہی اچھی ہے۔ بے یار زندگی چہ کار۔ آپ کے پاس دو پشمین بھوریاں تھیں۔ ایک بطور تہبند زیب تن فرمایا کرتے تھے اور دوسری خشک بھوری دریا کے کنارے رہتی خشک بھوری میں ریت کی گھڑی باندھ کر گلے سے لٹکالی۔ بدیں خیال کہ غرق ہونے میں معین اور ممد ثابت ہوگی۔ اور ایک نہایت گہرے گرداب میں اپنے آپ کو ڈال دیا مگر مشیت ایزدی سے پانی ساق برابر اتر گیا۔ یہ دریا میں جہاں جاتے وہاں پانی گھٹنے سے اوپر نہ ملتا۔ دریائے حیرت میں مستغرق ہوکر کہنے لگے کہ میرے ڈوبنے کے لیے دریا میں بھی پانی نہیں رہا دریں اثنا حضرت خواجہ خضر علیہ السلام جلوہ نما ہوکر فرمانے لگے اومرنے والے یہ موت حرام ہے حق سبحان کا فرمان واجب الاذعان یوں ہے:

وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ

"اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک میں نہ ڈالو۔" (البقرہ: ۱۹۵)

آپؒ نے فرمایا کہ بے شک آپ کا فرمودہ حق ہے مگر دیوانہ راچہ گناہ شاہ عشق نے مجنوں کو ملک عقل سے بدر کردیا ہے اور ہوائے اشتیاق نے چراغ ہوش اور شعور کو بجھادیا ہے اس لیے میں موت کو ایسی حیات پر ترجیح دیتا ہوں بحکم الحدیث اَلْاِنْتِظَارُ اَشَدُّ مِنَ الْمَوْتِ "انتظار موت سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے"

حضرت خضر علیہ السلام فرمانے لگے عجب ایمان اور عشق ہے کہ موت کو بھی امر مقدر نہ سمجھا جائے۔ اگر موت اختیاری امر ہوتا تو کوئی مبتلا تکلیف نہ ہوتا۔ آپ نے یہ سنتے ہی ریت وہاں ڈال دی اور دریا سے باہر نکل آئے۔ آپ خضر علیہ السلام کے عاشق تو تھے ہی نہیں کہ دامن گیر ہوتے۔ دریا سے نکلتے ہی بحر تحیر میں ایسے مستغرق ہوئے کہ راست وچپ اور زیروزبر کی خبر نہ رہی۔ اتنا بھی احساس نہ رہا کہ خضر علیہ السلام موجود ہیں یا غائب ہو چکے ہیں القصہ فضل ایزدی نے اس غریق حیرت کا ہاتھ پکڑ لیا اور بحرِ وحدت میں ایسا فنا کردیا کہ اس وقت ذرات موجودات لاالٰہ کی نفی سے آپؒ کی نظر میں نیست و نابود ہو چکے تھے۔ اور الا اللہ کا نظارہ فگن تھا۔ اسی اثناء میں سرور کائنات سید الانبیاء والمرسلین رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مع صحابہ کرامؓ کنارہ دریا پر تشریف لائے۔ قریب غروب آفتاب بحالت بیداری جب حضرت احمد مختار ﷺ براق پر سوار اپنے عاشق صادق کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے احمد یار تو مجھے چاہتا تھا۔ آپؒ نے عرض کیا کہ حضور حق سبحانہ کی رحمت نے مجھے اس فرحتِ آثار دیدار کا شیدا بنایا ہے، جب یہ الفاظ محبت مشحون دل بیدل سے نکلے تو آنحضور

سراپا نور ﷺ نے آپ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر وجہ محبت بغل گیر فرمایا اور سینے سے لگایا کہ اسرار ربانی کا مخزن بنا دیا۔ آتش ہجر کو جس نے جگر جلا دیا تھا آب وصال سے بجھا دیا اور ایسا لبریز جام پلایا کہ نار فراق تمام عمر تک شعلہ زن نہ ہو سکی۔ جب عاشق صادق اپنے معشوق کی بغل گیری کی تاب نہ لا سکا تو بے حد شادمانی سے بے اختیار سینہ چاک ہو گیا۔ سبحان اللہ۔ اس مالک کی شان الم نشرح نے وہ کام کیا جس کا بیان حدِ امکان سے خارج ہے۔ القصہ آنحضور ﷺ نے تین بار آپ کے سینے پر دست شفقت پھیرا تو چاک شدہ سینہ طرفۃ العلمین میں صحیح سالم ہو گیا گویا کہ زخمِ فراق پر طبیب حقیقی نے مرہم وصال کا پھایہ رکھا جیسا کہ آنحضور ﷺ کا معجزہ تھا۔ زخم ایسا مندمل ہو گیا کہ زخم کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ پھر آنحضور ﷺ نے فرمایا اے احمدِ یار اس نعمت عظمیٰ کا شکرانہ یہ ہے کہ یہاں سے جا کر خلق خداوندی کو خدا کی طرف دعوت دے۔ آپؒ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان مجھے اپنی پاک زبان سے چند کلمات ارشاد فرمائیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ذات الٰہی کے لیے بقا اور تمام ماسویٰ اللہ کے لیے فنا جان اور ماجرئ اور بجری کو امر الٰہی یقین کر۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور حسب الارادہ خود حکمران ہے۔ اور تم خدا کو اسی طرح دل و جان سے یاد کرتے رہو۔ جس طرح کر رہے ہو۔ وَالسلام علی من تبع الھدی (اور سلامتی ہے ان کے لیے جو ہدایت کی اتباع کرتے ہیں) پھر آپؒ نے التجا کی کہ حضورؐ یہ دولت دیدار پھر کب نصیب ہوگی۔ حکم ہوا جب شبانہ روز اسی طرح گزرے گا۔ بعد ازاں آنحضور ﷺ الوداع ہوئے۔ آپؒ اسی رات والدہ ماجدہ کی خدمت میں پہنچے اور قدم بوسی کر کے اس نعمت عظمیٰ کا مژدہ سنایا جو عنایت ہوئی تھی۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ سن کر بطور شکریہ بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوئیں۔ علی الصبح اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا مولوی نور احمد قادریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام سرگزشت بیان کی۔ نیز مژدہ ملاقات آں سرور کائنات علی افضل التحیۃ والصلوٰۃ بطور تذکرہ پیش کیا۔ حضرت مولانا نورؒ صاحب نے یہ ماجرا سن کر الحمد للہ پڑھ کر مبارک باد دی۔

آپؒ کا وصال ۷ رجب المرجب ۱۲۷۲ھ بمطابق 1855ء بعمر 76 سال ہوا۔

آپؒ کا دربار پر انوار کوٹ پیرو شاہ نزد قلعہ دیدار سنگھ حافظ آباد روڈ ضلع گوجرانوالہ میں مرجع خواص و عوام ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سید پیر احمد شاہ گیلانی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

(کوٹلی پیر احمد شاہ والے)

حضرت بابا پیر احمد شاہؒ انڈیا کے علاقے کمال پور دالیا کے رہنے والے تھے۔آپؒ کا نسبی شجرہ حضور سیدنا غوث پاکؒ سے جاملتا ہے۔ جب آپؒ ہجرت کر کے پاکستان آئے۔تو آپؒ کے دل میں خدا کے قرب کا بڑا شوق تھا۔اس سلسلے میں آپؒ نے دریائے راوی میں چلہ بھی کیا۔اُسی دوران ایک رات آپ کو خواب میں حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجھہ کا دیدار ہوا تو انہوں نے آپکو آپکے مرشد کے بارے میں نشاندہی کی۔اور فرمایا قلعہ کالروالا چلے جاؤ۔وہاں بابا روڑے شاہؒ صاحب ہیں۔ان کے پاس آپ کا حصہ ہے۔آپؒ نے وہاں پہنچ کران سے بیعت کی۔حضرت بابا روڑے شاہ صاؒحب کے مرشد کا نام بابا پیر مے شاؒہ تھا۔آپؒ کا شجرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے جاملتا ہے حضرت بابا پیر احمد شاہؒ نے مرید ہونے کے بعد 12 سال چپ کا روزہ رکھا۔اور آپؒ بارہ سال کسی سے نہیں بولے۔آپ کو اکثر لوگوں نے اس حال میں دیکھا کہ آپؒ ریت سے بھرا ہوا گھڑا اپنے گلے میں لٹکا کر دریائے چناب میں غوطہ خور ہو جاتے تھے۔اور کئی گھنٹے پانی میں گم ہو جاتے تھے۔آپؒ نے بارہ سال تک یہ عمل کیا۔آپؒ کے ساتھ اس وقت ایک بزرگ رہتے تھے۔جن کا نام بابا گلاب شاؒہ تھا۔انکو آپ سے بڑی محبت تھی۔آپ پتھروں کو جوڑ کر چارپائی بناتے اور انھی پتھروں پر آرام فرماتے تھے۔آپؒ کے چار بیٹے تھے۔پہلے بیٹے کا نام بابا بڈھے شاؒہ تھا۔جو امرتسر انڈیا میں سیشن جج تھے۔دوسرے بیٹے کا نام پیر حیدر شاہؒ تھا۔جن کا دربار دھلے قبرستان میں ہے۔تیسرے بیٹے کا نام پیر مراد علی شاہؒ تھا۔جن کا مزار آپؒ کے ساتھ ہی ہے۔اور چوتھے بیٹے کا نام صفدر شاہؒ تھا۔جن کا مزار منظور آباد میں ہے۔

آپ کے دو خلفا مشہور ہیں۔

(i) بابا شادی صاحبؒ (i) میر خلیلؒ صاحب

آپکی بہت سے کرامات ہیں۔مگر ایک کرامت بہت مشہور ہے۔آپؒ کا ایک عقیدت مند تھا۔جس کے بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔وہ آپؒ کے پاس آیا اور کہا کہ آپؒ میرے ساتھ چلیں نہیں تو وہ مر جائے گا۔اس

وقت بارش بہت تیز ہو رہی تھی۔ وہ آدمی بارش میں بھیگ چکا تھا۔ آپؒ نے فرمایا ابھی چلتے ہیں۔ پہلے اپنے کپڑے خشک کرو اور اس کو تولیہ دیا۔ اس شخص نے سر اور منہ خشک کیا۔ جب اس شخص نے اپنے منہ سے تولیہ ہٹایا تو اس نے دیکھا کہ آپؒ کے کپڑے کیچڑ سے بھرے ہوئے ہیں تو اس آدمی نے پوچھا کہ حضرت آپؒ کے کپڑوں کو کیچڑ کیسے لگ گیا ابھی ابھی تو آپؒ کے کپڑے صاف تھے۔ آپؒ نے فرمایا بیٹا میں تمہارے گھر گیا تھا اور تمہارے بھائی کو دم کر دیا ہے۔ اب وہ ٹھیک ہے۔ تم اب جاؤ اللہ نے اپنا فضل کر دیا ہے۔ تو اس آدمی نے کہا کہ میں کیسے مانوں؟ تو آپؒ نے فرمایا تمہارے گھر کا صحن کچا ہے اور وہ بارش میں گیلا ہو گیا تھا۔ میں وہاں سے آتے ہوئے گر پڑا تھا۔ اس لیے کپڑے خراب ہو گئے ہیں۔ نہیں یقین تو گھر جا کہ دیکھ لو اور اب تمہارا بھائی بھی ٹھیک ہو گیا ہے۔ وہ آدمی گھر گیا اور بھائی بھی ٹھیک تھا اور صحن میں قدموں کے نشان بھی تھے تو وہ آدمی آپ کے پاس آیا تو آپ کا مرید ہو گیا۔

آپؒ نے چند کتابیں بھی لکھیں جن میں گل بگولی، گنج مانی، مرزا صاحبہ مشہور ہیں۔ آپ کا وصال 1898ء میں ہوا۔ آپؒ کا مزار سٹاپ کوٹلی پیر احمد شاہ نزد علی پور چوک گوجرانوالہ میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سید احمد شاہ چشتی صابری بھیکھوی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ تقسیم ہند کے بعد گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔ آپؒ لدھیانہ انڈیا میں پیدا ہوئے اور حضرت عبدالغنی شاہ چشتی صابریؒ کے دست بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کے تفصیلاً حالات میسر نہ آ سکے۔ آپؒ نے 12 جنوری 1978ء کو تقریباً 80 سال کی عمر میں وصال کیا۔ آپؒ کا دربار مبارک ڈھکی کوٹ میراں شاہ نوشہرہ روڈ نزد اعوان چوک پر واقع ہے۔ آپؒ کا عرس ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت سید شاہ اخلاص قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے بارے میں روایت کہ آپؒ عرب سے تشریف لائے اور گڑھا کے قریب ٹھٹھہ وساؤ میں سکونت اختیار کی۔آپؒ مجذوب طبیعت کے فقیر تھے۔ ہر وقت ایک ٹھل ہاتھ میں رکھتے تھے۔اُس ٹھل میں بوہڑ کا پودا لگا تھا۔اس کو سر پر رکھتے اور مجذوبانہ حالت میں پھرتے رہتے۔اہل علاقہ کے لوگ اُس ٹھل میں دودھ ڈال دیتے۔

آپؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ زمین پھٹی اور زمین میں سما گئے۔آپ کا غسل یا جنازہ نہیں ہوا یہ جو روایت ہے ہندوؤں اور سکھوں کے دور سے چلی آ رہی ہے۔مختلف ادوار میں آپؒ کے مزار کی تعمیر مریدوں اور عقیدت مندوں نے تعمیر کروائی۔آج بھی لوگ اپنی حاجات لے کر اُس فقیر کی بارگاہ میں جاتے ہیں اور بامراد لوٹتے ہیں۔آپ کا دربار شریف قلعہ دیدار سنگھ کے نواحی گاؤں ٹھٹھہ وساؤ میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت سید محمد اسمٰعیل المعروف بابا ننگے شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ

قادری قلندری

آپؒ کا اصل نام سید محمد اسمٰعیل شاہ اور لقب ننگے شاہ تھا۔آپؒ 1947ء سے پہلے گوجرانوالہ تشریف لائے تھے۔آپؒ جب گوجرانوالہ آئے تو جس جگہ پر پرانا لاری اڈہ تھا۔وہاں اُترے تو وہیں پر بیٹھ گئے۔اور ساری زندگی وہیں بیٹھے رہے۔اور آج آپؒ کا مزار بھی اسی جگہ ہے۔شروع میں آپؒ بالکل ٹھیک تھے۔پھر آہستہ آہستہ آپؒ کی عقل مسلوب ہوگئی۔اور آپؒ مجذوب ہوگئے۔آپؒ کئی سال نہیں بولتے تھے۔جو لوگ آپؒ کے پاس آتے تھے۔آپؒ ان کو زیادہ دیر تک اپنے پاس نہیں بیٹھنے دیتے تھے اور خواتین کو تو قریب ہی نہیں آنے دیتے تھے۔آپؒ کثرت سے سگریٹ اور چائے پیتے تھے۔آپؒ کو بہت کم

لوگوں نے کھانا کھاتے دیکھا ہے۔ صرف صبح کے وقت حلوہ اور تھوڑی سی پوڑی کھاتے تھے۔ آپؒ کی ایک خاص عادت تھی کہ جو بھی کوئی آپؒ کے پاس آتا۔ آپؒ اس کو سر سے لے کر پاؤں تک غور سے دیکھتے تھے۔ کیونکہ آپؒ پڑھے لکھے تھے اور فوج میں ملازم تھے۔ اس لئے آپؒ کو لوگ لکھ کر اپنی حاجات پیش کرتے تھے آپؒ ان کو پڑھ لیتے تھے مگر جواب نہیں دیتے تھے۔ لوگ آپؒ کے پاس جو بھی حاجت لیکر آتے وہ اکثر پوری ہو جاتی تھی اور یہ سلسلہ آج تک چل رہا ہے۔

آپ کا وصال 4 مارچ 1979ء بروز اتوار کو ہوا۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 4,3 اور 5 مارچ کو ہوتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک گوندلانوالہ چوک گوجرانوالہ میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت بابا محمد اسماعیل شاہ قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

المعروف ڈاچی والی سرکار

آپؒ افغانستان سے ڈاچی پر بیٹھ کر گوجرانوالہ آئے تھے۔ جس کی وجہ سے آپؒ بابا ڈاچی والے کے نام سے ہو گئے۔ شروع میں آپؒ پرانا بھیڈی خانہ گوجرانوالہ میں آئے اور عرصہ دراز تک ریاضت وعبادت کرتے رہے۔ آپؒ کبھی کبھی شہر گوجرانوالہ آتے تھے۔ کھیالی دروازے کے باہر ایک آدمی قصیدہ بڑے ذوق وشوق اور خوش الحانی سے پڑھتا تھا۔ آپؒ اسکو سننے کیلئے روزانہ آتے تھے۔ ایک دن اسی آدمی نے آپؒ کو کہا کہ آپؒ ادھر میرے پاس ہی تشریف لے آئیں۔ پرانا بھیڈی خانہ چھوڑ دیں پھر آپؒ اسی کے پاس آ گئے۔ آپؒ بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ بہت لوگ آپؒ سے فیض یاب ہوئے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال اسوج کی پہلی تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک قبرستان کلاں نزد مبارک شاہ روڈ پر واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سائیں اسلام شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

صاحب ورع وتقویٰ، فنافی الذات حضرت سائیں اسلام شاہؒ ساکن گوجرانوالہ نحیف البدن کمزوراور شب وروز ذکروفکر میں مشغول رہتے تھے۔ایک دفعہ بحالتِ لاغری کچھ ستو (سویق) کندھوں پر اٹھا کر حضرت فخرالحیاءؒ کی خدمت میں پہنچے۔آپؒ نے فرمایا سائیں اسلام شاہؒ اب بوجھ نہ اٹھایا کرو میری پشت درد کرتی ہے۔سبحان اللہ! یہ فنافی الشیخ ہونے کی طرف اشارہ تھا۔

حضرت سائیں اسلام شاہؒ کا حلقہ ارادت نہایت وسیع تھا۔اکثر ہندو آپؒ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔آپؒ نے 1292ھ میں وصال فرمایا۔آپؒ کے ختم شریف پر بہت سے ہندو بھی جمع ہوتے تھے اور علیحدہ لنگر پکایا کرتے تھے۔آپؒ کا مزار مبارک چھچھر والی شہر گوجرانوالہ میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت پیرجی سید اشتیاق علی شاہ چشتی نظامی قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کا نام سید اشتیاق علی اور لقب پیر جی تھا۔آپؒ حسینی سادات کرام کی رضوی شاخ سے متعلق تھے۔آپؒ کا نسب حسب ذیل ہے۔سید اشتیاق علیؒ بن سید ممتاز علیؒ بن سید ضامن علیؒ بن سید نجف علیؒ بن سید حسن علیؒ بن سید واجد علیؒ بن سید نور محمدؒ بن سید کبیر علیؒ بن سید شاہ داؤدؒ بن سید شاہ احمد قتالؒ (قلندر کرنال) بن سید شاہؒ بن سید ابدال مشہدیؒ سے ہوتا ہوا امام علی رضا تک پہنچ جاتا ہے۔امام علی رضا سے آگے اس طرح ہے۔امام علی رضاؒ بن امام موسیٰ کاظمؒ بن امام جعفر صادقؒ بن امام محمد باقرؒ بن امام زین العابدینؒ بن امام حسینؓ بن حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا خاتون جنت بنت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آپؒ کے خاندان میں ایک مشہور صوفی بزرگ گزرے ہیں جن کا نام سید شاہؒ ابن ابدال مشہدی عرف صحاٰبا ابدال تھا۔ان کا مزار درگاہِ شاہ ابن ابدال کے نام سے شہرت رکھتا ہے۔مزار مبارک آپؒ کی ذاتی زمین میں ہے۔جو کرنال سے میرٹھ جانے والی سڑک پر پھوس گڑھ گاؤں کے قریب واقع ہے۔آپؒ درگاہ شاہ ابن ابدال کے سجادہ نشین بھی تھے۔آپؒ کے ننھیال سادات چوسانہ میں سے تھے۔آپؒ زیادہ

پڑھے لکھے نہ تھے کیونکہ آپؒ کی زمین بہت تھی اور نانا نانی نے لاڈ سے رکھا تھا اور ماموں کہا کرتے تھے کہ انہوں نے کون سا نوکری کرنی ہے۔ نواب زادہ لیاقت علی خان (وزیراعظم پاکستان) اور ان کے قریبی عزیز نواب کاظم علی خان آپؒ کے دوست اور محلّہ دار تھے۔ انہوں نے آپؒ کو تحصیل آفس میں نوکری دلوادی تھی۔ تحصیل میں کچھ عرصہ نوکری کرنے کے بعد آپؒ ڈسٹرکٹ بورڈ آف کرنال میں ملازم ہوگئے۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں بھی نوکری کرتے رہے۔ 1962ء میں ریٹائرڈ ہوگئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی چھ سات سال دفتر جاتے رہے۔ آپؒ کی تاریخ پیدائش آپؒ کی سروس بک پر 7 جنوری 1902ء لکھی ہے۔

آپؒ کا سلسلہ طریقت چشتی نظامی اور مشرب قلندری تھا۔ مشرب قلندری کا ایسا غلبہ طبیعت پر تھا کہ باوجود سوا ایکڑ سے زائد زمین کے کرنال میں مالک تھے لیکن پاکستان میں زمین کے تبادلہ کیلئے کوئی درخواست کبھی نہ دی۔ بیگم نے کہا بھی کہ لیاقت علی خان تمہارا دوست وزیراعظم پاکستان ہے اس سے کہو مگر آپؒ نے استغنا سے جواب دیا کہ میں کسی سے درخواست نہیں کرسکتا۔ اسی شانِ فقر اور بے نیازی سے ساری عمر گزار دی۔ فقر و فاقہ برداشت کرلیا مگر سوال کرنا گوارا نہیں کیا۔

آپؒ حضرت مولانا مولوی خواجہ نور محمد صاحبؒ نیاولی ضلع کرنال سے بیعت تھے۔ آپؒ ہر وقت اللہ اللہ کرتے رہتے تھے اور رات کو لیٹتے وقت کچھ سورتیں اور اذکار بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور یہ جملہ فرماتے کہ آج کا دن تو گزر گیا خیریت سے۔ اب اگر اللہ کو منظور ہوا تو صبح کو اٹھ جائیں گے۔ آپؒ نے 90 سال عمر پائی اور بہترین زندگی گزاری۔ آپؒ کا انتقال بروز منگل 26 شوال 1610ھ بمطابق 22 مئی 1990ء کو ہوا اور آپؒ کو قبرستان کلاں گوجرانوالہ میں دفن کیا گیا۔ آپؒ کے دو بیٹے تھے۔ بڑے سید اشفاق علی اور چھوٹے سید مشتاق علی۔ چھوٹے بیٹے آپؒ کے سجادہ نشین ہیں اور علم فقہ حنفی پر گہری بصیرت رکھتے ہیں۔ اس فن پر بے شمار کتب تصنیف کی ہیں۔ جن میں فقہ حنفی پر کیے گئے اعتراضات کے شافی جوابات دیئے گئے ہیں۔

شجرہ طریقت

پیر جی سید اشتیاق علی کرنالویؒ مرید مولانا نور محمدؒ نیاولی ضلع کرنال مرید خواجہ احمد حسن سوختہ جان کرنالؒ مرید شاہ محب اللہؒ مرید خواجہ مرزا بخش اللہؒ بیگ مرید حاجی لعل محمد چشتیؒ مرید خواجہ شمس الدین لونویؒ مرید خواجہ فخر الدینؒ

دہلوی مرید نظام الدین اورنگ آبادیؒ مرید شاہ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ مرید شیخ یحییٰ مدنیؒ مرید خواجہ محمد گجراتی مرید خواجہ حسن محمد مرید جمال الدین چشتیؒ مرید شیخ محمود راجنؒ مرید شیخ علم الدینؒ مرید شیخ سراج الدینؒ مرید شیخ کمال الدین علامہؒ مرید خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی مرید خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ مرید بابا فرید الدین گنج شکر مرید خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ مرید خواجہ سید معین الدین چشتیؒ مرید خواجہ عثمان ہارونیؒ مرید خواجہ حاجی شریف زندنیؒ مرید خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ مرید خواجہ ابو یوسف ناصرالدین چشتیؒ مرید خواجہ ابو محمد ابدال چشتیؒ مرید خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ مرید خواجہ ابو اسحاق شامیؒ مرید خواجہ ممشاد علی دینوریؒ مرید خواجہ امین الدین بصریؒ مرید ابو حذیفہ المرعشیؒ مرید سلطان ابراہیم بن ادھم بلخیؒ مرید خواجہ محمد فضیل بن عیاض مرید خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ مرید خواجہ حسن بصریؒ مرید حضرت علی المرتضیٰؓ مرید حضور اکرم ﷺ

☆☆☆☆☆

حضرت سائیں محمد اکرم قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے آباؤ اجداد انڈیا کے ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ آپؒ کی پیدائش بھی اسی علاقہ میں ہوئی تھی۔ آپؒ کے والد ماجد کا نام امانت علی خان تھا۔ آپ کا گھرانہ شروع سے ہی فقیروں کا عقیدت مند تھا۔ پاکستان بننے کے بعد آپؒ کے گھر والے فیصل آباد کی تحصیل گوجرہ میں ہجرت کر کے آئے۔ دس سال تک وہیں رہے۔ پھر نامساعد حالات کی وجہ سے قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ میں رہائش پذیر ہوئے اور یہاں آ کر آپؒ پنجاب پولیس میں بھرتی ہو گئے۔ آپؒ کو شروع سے ہی فقیروں اور درویشوں کے پاس بیٹھنے کا بڑا شوق تھا۔ اسی دوران ایک مرتبہ آپؒ کی ملاقات اپنے مرشد حضرت مبارک علی شاہ قادری نوشاہیؒ سے ہوئی۔ آپؒ اپنے پیرو مرشد کو دیکھتے ہی ان پر فدا ہو گئے۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔ آپؒ کے پیرو مرشد کا مزاج مجذوبانہ اور قلندرانہ تھا۔ وہ بھی پاکستان بننے کے بعد انڈیا سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ پھر سائیں محمد اکرم صاحب نے اپنی ملازمت چھوڑ دی اور اپنے پیرو مرشد کے پاس مستقل طور پر رہنے لگے۔ پھر آپؒ نے منازل سلوک طے کیں اور دن رات یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ پھر آپؒ کے

پیرومرشد نے آپؒ کو خلافت سے نوازا۔ آپؒ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ آپؒ فرماتے تھے فقیر وہ ہے جس نے پورا سمندر پیا ہو اور ہونٹ خشک رہیں۔ آپؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کرامات دکھانا بھی ایک خواہش ہے۔

کرامت وہ ہے جو سہواً ہو ارادہ سے نہ ہو۔ آپؒ نے زیادہ تر زندگی گوشہ نشینی میں بسر کی اور آخری عمر میں چند لوگوں کو آپؒ کی صحبت نصیب ہوئی۔ آپؒ کا مزاج انتہائی شفیق، کریم اور پدرانہ تھا۔ جس کی وجہ سے گردونواح کے لوگ آپؒ کی صحبت میں آتے اور علم ومعرفت کی روشنی سے مستفید ہوئے۔ آپؒ کا وصال مبارک 22 مئی 2010ء بروز ہفتہ کو ہوا۔ آپؒ کا مزار مبارک قلعہ دیدار سنگھ کے قریب اگوچک کے قبرستان میں واقع ہے۔ آپؒ کے وصال کے بعد آپؒ کے عقیدت مندوں نے مشاورت کر کے آپ کے صاحبزادہ محمد افضل قادری نوشاہی کو دربار کی خدمت کے لئے مامور کیا۔ ہر جمعرات کو آپؒ کے مزار پر چراغ جلا کر دعا کی جاتی ہے اور لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔

آپ کا عرس مبارک ہر سال 2,1 اور 3 جیٹھ کو تین دن کے لئے ہوتا ہے۔ جس میں محفل نعت دھمال، قوالی اور لنگر کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت سائیں الٰہی بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ

نہایت زاہد وعبادت گذار، خداپرست، نیک وکار، حلیم الطبع، کم گو حضرت سائیں الٰہی بخشؒ سائیں مراد بخشؒ کے خادم تھے۔ جس کی نسبت یوں منقول ہے کہ اس وقت مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں قحط سالی کے باعث لالہ پور کے لوگوں نے ایک گائے ذبح کی اور ہانڈیوں میں پکانا شروع کر دی۔ دریں اثنا کسی مخبر نے سکھوں کو اطلاع دے دی۔ اس وقت یہ رواج تھا کہ جس گاؤں سے یہ فعل سرزد ہوتا اس گاؤں کو سکھ جلا دیا کرتے کیونکہ قوم ہنود کے نزدیک گاؤ کشی سنگین جرم ہے۔ اس لئے لوگوں نے سائیں مراد بخشؒ کے پاس آ کر فریاد کی جو گاؤں سے باہر ہی مقیم تھے۔ یہ سارا واقعہ سائیں مراد بخشؒ نے جب سنا تو کہا کہ اس جانکاہ واقعہ میں یہ ہوسکتا ہے کہ تم لوگ گائے کا گوشت پوست اور تمام رگ وپے یہاں لا کر میرے پاس رکھ دو اور جس قدر

ہانڈیوں میں ہے وہ بھی لے آؤ۔ القصہ کوئی نشان گاؤں میں باقی نہ رہے اور ملزم مجھے ہی قرار دے دو اور جو کچھ ہو میرے ہی ساتھ ہو۔ تاکہ تمام زن و بچہ بچ جاویں۔ چنانچہ سکھوں کے آنے سے بیشتر ایسا ہی کیا گیا اور سکھوں کو سائیں صاحبؒ کا نام بتا دیا گیا۔ گاؤں کی تلاشی سے کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔ آخر سائیں صاحبؒ کے دربار میں سب کچھ موجود پایا گیا۔ مگر وہ تمام گوشت، پوست، سروپا وغیرہ بکری کا سا بنا ہوا تھا۔ سکھ دیکھ کر کہنے لگے یہ تو سب بکری ہے۔ سائیں صاحبؒ نے فرمایا نہیں گائے ہے۔ انہوں نے پھر کہا یہ تو بکری ہے۔ سائیں صاحبؒ نے فرمایا اگر میرا مولا قدرتِ کاملہ سے گائے کو بکری کر دے تو مقام تعجب نہیں ورنہ دراصل تو گائے ہی ہے۔ اگر بکری ہوتی تو چولہوں سے گرم ہانڈیاں اتار کر یہاں کیوں لائی جاتیں۔ میں حضرت نوشوہؒ کا فقیر ہوں اور تم گرو گوبند کے چیلے۔ اس وقت درحقیقت درویشوں سے معاملہ ہے۔ جیسا مناسب سمجھو کرو۔ سکھ یہ بات سن کر حیران رہ گئے اور اس واقعہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ تک پہنچایا۔ مہاراجہ موصوف نے بارہ من غلہ گندم اور بکریوں کا ایک ریوڑ سائیں صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا جو گاؤں کے لوگوں میں تقسیم کیا گیا۔

القصہ جب حضرت فخر اخیاء، سخی احمد یارؒ کا شہرہ عام ہوا تو سائیں الٰہی بخشؒ اپنے پیر سائیں مراد بخشؒ کی اجازت سے آپؒ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور ایسے حاضر ہوئے کہ واپسی کا خیال بھی نہ رہا اور غلام کی طرح پاسبانی کے لئے دروازے پر بیٹھ گئے۔ بعد از انتظار دراز سائیں مراد بخشؒ نے معلوم کیا کہ میرا مرید تو حضرت فخر اخیاءؒ کے تیرِ نگاہ کا نشانہ بن چکا ہے اور ہماری سالہا سال کی محبت کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ آتشِ غیرت اس کے دل میں برق کی طرح شعلہ زن ہوئی۔ چنانچہ چند راتیں شیر کی شکل میں متشکل ہو کر اس پر حملہ آور ہوتا رہا۔ جس کے باعث سائیں الٰہی بخشؒ کا چہرہ خوفزدہ، زرد فام، غم خوردہ اور جسم پژمردہ و لاغر نظر آنے لگا۔ حضرت فخر اخیاءؒ نے دیکھ کر پوچھا کیا حال ہے۔ سائیں الٰہی بخشؒ نے عرض کیا حضور آپ دیکھ سکتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا تم بھی کہہ دو کہ شرعی مکافات کا معیار پورا ہو جائے۔ تب سائیں الٰہی بخشؒ نے ماجرا بیان کیا۔ آپؒ نے فرمایا آئندہ تیرے پاس نہ آوے گا۔ میرے پاس آئے گا اور چند راتیں آپؒ کی چارپائی آسمان کی طرف اٹھا کر الٹا دیتا تاکہ نیچے گر جائیں۔ مگر حضرت فخر اخیاءؒ چارپائی کی نچلی طرف اس طرح بے تکلف سوئے رہتے جیسا کہ اوپر کی طرف میں۔ جب سائیں مراد بخشؒ نے دیکھا کہ ان کے نزدیک زیر و بالا یکساں ہے تو حیران ہوا۔ اور چند مریدوں کو ساتھ لے کر گھوڑے پر سوار آپؒ کی ملاقات کو روانہ ہوا۔ سائیں الٰہی بخشؒ

نے آتے دیکھا تو حضرت فخر احخیاءؒ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور سائیں مراد بخشؒ مع کچھ مرید چلا آرہا ہے۔ آپؒ نے فرمایا آنے دو تا آنکہ وہ آپہنچا اور السلام علیکم کہہ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ ابھی حضرت فخر احخیاءؒ نے اپنا دستِ مبارک بڑھایا ہی نہ تھا کہ فوراً سائیں مراد بخشؒ نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہنے لگا خدا کا شکر ہے کہ پنجہ شیر سے میرا پنجہ بچ نکلا ہے ورنہ خوف جان تھا اور انگلیوں کے سروں سے خون ٹپک رہا تھا۔ اسی وقت واپسی کی راہ لی تو اس کے کسی مرید نے سائیں الٰہی بخشؒ کو بلانا چاہا تو سائیں مراد بخشؒ نے کہا جانے دو۔ یہ جانو کہ مر گیا اور یہی کہتے ہوئے واپس ہو گیا۔ سبحان اللہ! فقر و غنا کے مردانِ میدان کیسے بہادر ہوتے ہیں۔

حضرت سائیں الٰہی بخشؒ کا مزار مبارک موضع فیروز والا ضلع گوجرانوالہ میں موجود ہے اور آپؒ کا ہر سال باقاعدگی سے عرس مبارک مقررہ تاریخ پر کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا حافظ اللہ جوایا قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حافظ اللہ جوایا قادریؒ اپنے وقت کے معروف عالم دین اور روحانی بزرگ تھے۔ آپؒ بھیرہ ضلع خوشاب کے رہنے والے تھے۔ تلاشِ حق کے لئے حضرت فخر احخیاءؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپؒ کے دامانِ محبت سے وابستہ ہوئے۔ حضرت حافظ صاحبؒ شب و روز ذکر الٰہی میں مشغول رہتے اور آخر وہ وقت آگیا کہ جب حضرت فخر احخیاءؒ نے آپؒ کو خلافت عطا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

”کہ آپ سائیں اسلام شاہ صاحبؒ کے پاس چلے جائیں اور ان کے ساتھ مل کر تبلیغ اسلام اور ترویج دین کا فریضہ انجام دیں“۔

چنانچہ حافظ صاحبؒ حسب ارشاد سائیں صاحبؒ کے پاس آگئے اور ان کے آستانہ میں ایک دینی درسگاہ کا آغاز کیا۔ درس و تدریس کا سلسلہ چل نکلا اور دور دراز سے طالبانِ علم آپؒ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ یہ سلسلہ تعلیم و تربیت تاحیات چلتا رہا۔ 125 سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپؒ کا مزار حضرت سائیں اسلام شاہؒ صاحب کے مزار سے مشرق کی طرف ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولوی الٰہی بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ نسب:۔

مولوی الٰہی بخشؒ بن مولوی محمد اشرفؒ بن پیر نظام الدینؒ بن میاں سعیدؒ بن حافظ خدا بخشؒ بن عبدالرحیمؒ بن شاہ جمال اللہ نوری قادریؒ

مولوی الٰہی بخشؒ صاحب گوجرانوالہ میں تولد ہوئے۔ علم فارسی اپنے چچا مولوی غلام الرسول سے حاصل کیا۔ علم عربی اپنے بزرگوار سے حاصل کیا۔ گوجرانوالہ میں ملازمت کی۔ رفتہ رفتہ یہاں بھی تحصیلدار ہو گے۔ علاقہ چکوال اور تلہ کنگ میں عرصہ تک رہے۔ پھر کرنال کے تحصیلدار ہوئے۔ مدت نوکری ختم کر کے پینشن حاصل کی اوو کالت کا سرٹیفکیٹ لیا۔ وکالت کا کام کرتے رہے۔ طریقت میں اونچا مقام رکھتے تھے۔ قادری نسبت کا غلبہ ساری عمر رہا۔ شریعتِ مطہرہ کی پاسداری بہت تھی۔ طبیعت پر جلال کا غلبہ تھا۔ کوئی آدمی ان کی مجلس میں زیادہ گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔ جو بھی اُن کی مجلس میں جاتا اس پر رعب طاری ہو جاتا تھا۔

آپ کا وصال گوجرانوالہ میں ہوا۔ آپؒ کا روضہ قبرستان کلاں میں بہت عمدہ بنایا گیا تھا۔

آج بھی بہت سے لوگ وہاں حاضر ہوتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔ آپ کے آٹھ فرزند تھے۔ (1) مولوی عبدالعزیزؒ تحصیلدار (2) مولوی فیض رسولؒ (3) منشی عطاءِ محمد (4) منشی غلام نبیؒ (5) منشی محمد حسینؒ (6) منشی احمد حسنؒ (7) منشی اعجازؒ نبی

آپ کے بڑے بیٹے مولوی عبدالعزیزؒ تحصیلدار آپؒ کے سجادہ نشین ہوئے۔

☆☆☆☆

حضرت صوفی اللہ دتہ نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بھی گوجرانوالہ میں حاصل کی۔ میٹرک کرنے کے بعد فوج میں بھرتی ہو گئے۔ شروع سے طبیعت کا میلان تصوف کی طرف تھا۔ شریعت کی پاسداری کا شوق

غالب تھا۔فوج کی سروس کے دوران ڈیوٹی اٹک شہر میں لگی ۔ وہاں قریب ہی ایک گاؤں ہون شریف میں ایک بزرگ حضرت خواجہ صوفی عبدالقادر نقشبندی مجددیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے اور سلوک واسباق میں انہاک پیدا ہوگیا۔کافی سال مرشد کی بارگاہ میں رہنے کے بعد اجازت وخلافت سے مشرف ہو کے فوج کی نوکری کے دوران مختلف علاقوں میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ جہاں بھی جاتے شریعت کی ترویج واشاعت میں خاص کوشش فرماتے۔ جہاں کوئی خلاف شرع چیز دیکھتے اسے بزور بازو ختم کرنے کی سعی فرماتے۔اسی زمانے میں آپکا تبادلہ گوجرانوالہ چھاؤنی ہوگیا۔اس زمانے میں آپ صوبیدار میجر کے عہدے پر فائز تھے۔

گوجرانوالہ چھاؤنی کے قریب ہی گکھڑ میں اس زمانے میں ایک مشہور بزرگ حضرت بابا پیر شاہ لاڑؒ مقیم تھے۔آپ کا مشرب قلندری تھا۔اور آپ اس زمانے میں شہرہ آفاق تھے۔ظاہری نظر سے دیکھنے والے لوگ جو باطنی مقامات اور راہ عشق سے ناواقف تھے آپ پر سخت تنقید کرتے تھے۔انہی ظاہر بین لوگوں کی باتیں سن کر آپ بھی سخت غصے کی حالت میں حضرت بابا پیر شاہ صاحبؒ کی اصلاح کی خاطر ان کے ڈیرے کی طرف روانہ ہوئے۔ادھر حضرت بابا پیر شاہؒ صاحب نے فرمایا کہ آج ایک مولوی ہمیں سبق سکھانے کی نیت سے آرہا ہے۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔تھوڑی دیر بعد آپ حضرت بابا پیر شاہؒ صاحب کے ڈیرے پر پہنچ گئے اور اصلاح احوال کرنے کی غرض سے حضرت کے سامنے چلے گئے۔ابھی منہ سے کچھ بولے بھی نہ تھے کہ حضرت بابا پیر شاہ صاحب نے ایسی نگاہ عشق سے انہیں دیکھا کہ فوراً ہی سجدے میں چلے گئے اور بے ہوش ہوگئے۔ حضرت بابا پیر شاہؒ صاحب نے اپنے قریب بیٹھے لوگوں سے فرمایا کہ اس پر پانی ڈالو یہ جل گیا ہے۔ وہ لوگ آپ کے سر پر مسلسل پانی ڈالتے رہے۔آپ اس کے بعد ہوش میں آئے۔ حضرت کی قدم بوسی فرمائی۔ حضرت نے سینے سے لگایا اور نسبت عشق اور طریق قلندری القاء فرمائی۔آپ اس کے بعد سیدھے چھاؤنی آگئے۔اپنا استعفیٰ لکھا اور فوج کی نوکری کو خیر آباد کہہ کر گھر تشریف لے آئے۔ترک وتجرید کا ایسا غلبہ ہوا کہ ہر چیز سے انقطاع کلی کرلیا۔ ہر وقت جذب ومستی کی وجہ سے حالت استغراق طاری رہتی تھی۔ دنیا اور متاع دنیا سے ایسی نفرت پیدا ہوئی کہ روپے پیسوں کو ہاتھ تک نہ لگاتے تھے۔اسی حالتِ بے خودی میں کئی کئی روز گھر سے غائب رہتے تھے۔ جب ڈھونڈھنے نکلا جاتا تو ہر شخص یہی گواہی دیتا کہ رات کو وہ میرے ساتھ تھے۔اسی دوران بے شمار کرامات کا ظہور عمل میں آیا۔آپ سیف الزبان تھے۔جو بات منہ سے نکلتی ظہور پذیر ہو جایا کرتی تھی۔

آپ کے ایک ہی صاحبزادے تھے ان کا نام محمد سلیم تھا۔آپ کے انقطاع کر جانے کی وجہ سے صاحبزادے بہت چھوٹی عمر میں گھر میں کھڈی چلایا کرتے تھے۔ایک دن آپ کافی عرصہ گم رہنے کے بعد گھر تشریف لائے تو گھر والوں سے فرمایا کہ بڑے صاحب سے 40 دن کی رخصت لے کر آیا ہوں۔اس کے بعد وصال ہے۔ ہر روز دن ایک ایک کر کے گنتے تھے۔ چالیسویں دن کے وقت آپ نے فرمایا کے جانے میں اتنے گھنٹے اتنے منٹ باقی ہیں ۔ وقت وصال سے تھوڑی دیر پہلے اپنے صاحبزادے کو آواز دے کر بلایا اور پوچھا کیا کرتے ہو۔انہوں نے کہا کے اباجی کام کر رہا ہوں۔آپ نے فرمایا ادھر آجاؤ تیرے کام ہوتے ہی رہیں گے۔ جب صاحبزادہ صاحب تشریف لائے تو ان کا ہاتھ پکڑ کر دبایا پھر سینے سے لگایا۔ پھر چھوڑا، پھر سینے سے لگایا، پھر چھوڑا پھر سینے سے لگایا۔ پھر سب گھر والوں کو بلایا اور سب کو کہا بڑے صاحب نے حضوری میں طلب فرمایا ہے لہذا اجازت دو۔ سب کے سامنے کلمہ پڑھا اور لیٹ کر قبلہ رو ہو کر آنکھیں بند فرمائیں اور وصال فرمایا۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادہ محمد سلیم صاحب سجادہ نشین ہوئے۔آپ کے ایک خلیفہ حضرت باباجی حاجی محمد بشیر خاکسار تھے۔آپ کا دربار ماڈل ٹاؤن قبرستان میں ہے۔ جہاں ہر شعبان کی آخری جمعرات آپ کا عرس مبارک ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت شیخ اِلہ داد قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

(بھڑی والہ)

آپ واقفِ اسرارِ توحید، دانائے رموز تفرید، صاحب صفوت وطہارت وسخاوت ونجابت تھے۔ حضرت شیخ الاسلام سید شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادریؒ کے مقبول خلیفہ تھے۔آپ کے والد صاحب کا نام شیخ صالح محمد المعروف میاں سہالی تھا۔آپ حضرت پاک رحمٰن بھڑیوالہؒ کے بڑے بھائی تھے۔ آپ صاحب ثروت تھے۔ سخاوت اور ایثار کی صفتوں سے موصوف تھے۔آپ خلق خدا کی ظاہری خدمت میں مشغول رہتے

تھے۔ بھوکے کو کھانا، ننگے کو کپڑا اور محتاج کو جو کچھ وہ حاجت رکھتا ہو پوری کرتے تھے۔ چنانچہ اس علاقہ میں سخاوت میں مشہور و معروف ہیں۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ (۱) شیخ حسن علیؒ (۲) شیخ شکر علی المعروف عبدالکریمؒ حضرت شیخ اللہ داد صاحبؒ کی عمر ایک سو تیس سال کے قریب تھی۔ وفات ۱۲۱۸ھ بمطابق 1803ء میں ہوئی۔ آپ کی مرقد منور موضع بھڑی شاہ رحمان ضلع گوجرانوالہ میں اپنے بھائی صاحب حضرت پاک رحمٰنؒ کے روضہ اقدس میں ہے مشرقی قبر آپ کی ہے اور مغربی حضرت پاک رحمٰنؒ کی ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت امام شاہ ولی قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ حضرت شاہ رحمٰن بھڑی والے کے ہم عصر ہیں۔ تاریخ پیدائش اور وفات معلوم نہ ہو سکی۔ آپؒ مٹی کے برتنوں کا کاروبار کرتے تھے۔ آپؒ کی کرامتیں بہت مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ سے مٹی کے لوٹے خریدنے کیلئے آئے۔ پہلے زمانے میں مٹی کے بڑے بڑے لوٹے ہوتے تھے جن سے کنویں سے پانی نکالا جاتا تھا اور کھیتوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔ برتن ابھی کچے تھے۔ پکے نہیں تھے۔ آپؒ نے فرمایا کہ ابھی برتن کچے ہیں اور بھٹی لگے ہیں۔ تھوڑے دنوں بعد لے جانا مگر وہ پریشان تھے کہنے لگے کہ نہیں ہمیں جلدی ہے کچھ کریں۔ پرانے ٹوٹے ہوئے برتن ہی دے دیں آپؒ نے فرمایا کہ اچھا یہ کچے برتن لے جاؤ اور کنویں میں باندھ لو مگر کسی کو بتانا نہیں۔ جتنا پانی لگانا ہے لگا لو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ساری رات وہ کچے برتنوں والا کنواں پانی نکالتا رہا اور تمام کھیت سیراب ہو گئے صبح اس نے کسی کو بتا دیا۔ راز افشا ہونے کے بعد تمام لوٹے ٹوٹ کر نیچے پانی میں بہہ گئے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 15 ہاڑ کو ہوتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک مدّو خلیل نزد نواب چوک میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر جی امیر اللہ چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ حاجی جان محمد چشتی نظامی کے مرید و خلیفہ تھے۔آپؒ علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ریاضت مجاہدہ اور عبادت میں بے نظیر تھے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؒ نے دوسال تک کھانا نہیں کھایا۔ہفتہ کے بعد دو گھونٹ دہی کے پانی کے پی لیتے تھے۔آپؒ کے مجاہدہ کا یہ عالم تھا کہ پورا ماہ رمضان ایک کھجور افطاری کے وقت اور ایک سحری کے وقت کھاتے تھے۔آپؒ اکثر اوقات شاہ غریب اللہ اختیار پوریؒ کے مزار پر ذکر اور مجاہدے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔نیاول شریف میں کافی عرصہ تک آپ اپنے پیر و مرشد حاجی جان محمدؒ کی خدمت کرتے رہے۔سلوک کی تمام منازل طے کیں۔

آپؒ دہلی میں دن میں ایک انگریز کے ہاں نوکری کرتے تھے اور رات کو مولانا نور محمدؒ کی بارگاہ میں حاضری دیتے تھے۔مولانا نور محمدؒ نے بھی آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا۔آپؒ کے دادا پیر مولانا نور محمد کو ایک روپیہ ہر روز نذر کرتے تھے لیکن ایک ہفتہ آپ کو مزدوری نہ ملی۔نذر کی رقم نہ ہونے کی وجہ سے آپؒ مولانا نور محمد کی مجلس میں حاضر نہ ہو سکے۔جب آپؒ ایک ہفتہ غیر حاضر رہے تو مولانا نور محمدؒ نے ایک مرید کو آپ کے پاس بھیج کر بلایا۔آپؒ مولانا نور محمد کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔آپؒ نے نہ آنے کی وجہ بیان کی۔مولانا نور محمد نے فرمایا بھیا غیر حاضری مت کیا کرو۔اب صرف ایک پیسہ کے پان لایا کرو۔اس کے بعد آپؒ ایک پیسہ کے پان لے کر حاضر ہوتے رہے۔آپؒ کے پیر و مرشد نے آپؒ کی شادی کے بعد فرمایا کہ اب آپ رات کو بوعلی شاہ قلندرؒ کے مزار پر حاضری دو اور ذکر کرو۔آپؒ دن میں کام کرتے اور رات کو بوعلی شاہ قلندرؒ کے مزار پر مجاہدہ کرتے۔ایک دفعہ آپؒ نے بوعلی شاہ قلندرؒ کا انگوٹھا چوسا تھا۔اس طرح بوعلی شاہ قلندر نے بھی آپ کو اپنے فیض سے نوازا۔صابری فیض آپ کو شاہ غریب اللہ اختیاری پوریؒ سے حاصل ہوا۔

پیر جی عثمان علی خلیفہ مولانا نور محمد اور سید قاضی تاج محمد خلیفہ مولانا نور محمد نے بھی خرقہ خلافت عطا کیا۔جہاں آپؒ رحم دل تھے وہاں آپؒ کی طبیعت میں جلال بھی تھا۔آپؒ صاحب کشف القلوب تھے۔اور زبان سے جو فرماتے تو وہ پورا ہو جاتا۔کوئی آفیسر یا امیر آدمی دعا کے لئے آتا تو آپؒ فرماتے تھے کہ اس کو جا کر کہہ دو"ہمیں آپ کی حاجتوں کا علم ہے۔ملنے کی ضرورت نہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی حاجتیں پوری کر دے گا"۔

1970ء میں کچھ رشتے دار باباجی کو ملنے بھکر سے آئے۔ انہوں نے شکایت کی کہ آپؒ کے مریدین پیپلز پارٹی کو ووٹ دینا چاہتے ہیں۔ آپ ان کے نام رقعہ لکھ دیں کہ وہ اسلام کو ووٹ دیں۔ پیپلز پارٹی کو ووٹ نہ دیں۔ آپؒ نے فرمایا ہمارا کسی پارٹی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو جہاں چاہے ووٹ دے لیکن ہم تو یہ جانتے ہیں کہ آئندہ کا وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو ہے۔

رات کو آپؒ کے دست و پا جدا جدا ہو جاتے تھے۔ صبح کو جسم مبارک صحیح سلامت ہو جاتا تھا۔ باباجی کے مریدین ہندو پاکستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہندو پاکستان میں خلفاء کی تعداد تقریباً پینتیس تھی،۔ جن میں اکثر کا وصال ہو چکا ہے۔ باباجی نے پاکستان میں آنے کے بعد تین دفعہ ہندوستان کا دورہ کیا۔ مختلف مزارات پر حاضری دی اور مریدین کو تعلیم دیتے رہے۔ پیرجی امیر اللہ چشتی نظامی 13 رمضان المبارک بوعلی شاہ قلندرؒ۔ 16 رمضان المبارک کو مولانا نور محمد چشتی نظامیؒ۔ 12 عید الفطر کو مولانا احمد حسن چشتی نظامیؒ اور شاہ غریب اللہ اختیار پوریؒ۔ 19 صفر کو حافظ سعید الدینؒ۔ 10 ذی الحجہ کو حاجی جان محمدؒ کا سالانہ عرس مبارک مناتے تھے۔ پیرجی امیر اللہ چشتی نظامیؒ کا وصال 23 ذی الحجہ 1400ھ کو ہوا۔ 12 اپریل کو پیرجی امیر اللہ چشتی نظامی کا سالانہ عرس مبارک بمقام کوٹ اسحاق نزد عالم چوک منایا جاتا ہے۔ جہاں پر پاکستان سے مریدین اور عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔ آپؒ کا مدفن کوٹ اسحاق گوجرانوالہ میں ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت پیرزادہ انوار الحق صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر انوار الحق صدیقیؒ 1895ء کو کامونکی میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت اپنے والد محترم حضرت سخی عنایت اللہ صدیقیؒ کے زیر سایہ حاصل کی۔ اس کے بعد سکول میں ٹیچر بھرتی ہو گئے۔ اپنے والد کے وصال کے بعد اِن کے پیر طریقت حضرت احمد دین صدیقیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرتؒ نے بیعت فرما کر سلوک کی تکمیل فرمائی اور خلافت سے نوازا اور پھر اپنے شیخ حضرت شاہ عمرؒ کی خدمت عالیہ میں روانہ فرمایا۔ آپؒ نے وہاں سے بھی فیض کثیر حاصل کیا۔ اور اس سلسلے کی کامل نسبت حاصل کی۔ بہت لوگ آپؒ کے

دستِ حق پرست پر بیعت ہو کر مراد کو پہنچے۔ آپؒ کو عملیات میں بڑا کمال حاصل تھا۔ آپؒ کے اس موضوع پر بے شمار قلمی نسخے ہیں۔ جو کہ آپؒ کی خاندانی وراثت کے طور پر آپؒ کے خاندان میں چلے آرہے ہیں۔ آپؒ کا وصال 16 جون 1961ء میں بعارضہ گردہ ہوا۔ آپؒ کی تُربت کا مونکی قبرستان میں ہے۔ آپؒ کے 5 بیٹے اور 5 بیٹیاں ہیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت سید بخاری شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کا مزار مبارک گاؤں کھوکھر بھنڈو کا مونکی روڈ تتلے والی میں واقع ہے۔آپؒ کے بارے میں روایت ہے کہ آپؒ بابا گوگو شاہؒ کے بھائی ہیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت پیر محمد بختیار گنج بخش گجراتی قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

(کالے والا سٹاپ) ضلع گوجرانوالہ

حضرت پیر محمد بختیارؒ کی پیدائش تقریباً 1848ء میں ہوئی۔آپؒ نے اپنی زندگی کے ابتدائی سال ِگل والا گاؤں میں گزارے تھے۔آپؒ حضرت کانواں والی سرکارؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔آپؒ نے تمام عمر اپنے شیخ کی خدمت کی۔آپؒ قلندر مشرب تھے۔بہت لوگوں کو آپؒ سے فائدہ ہوا۔آپؒ ہمیشہ مست الست رہتے تھے۔بہت کم گفتگو فرماتے تھے۔دنیادار جو بھی کوئی کسی بھی تکلیف میں مبتلا آپ کے پاس آتا تو اس کا کام ہو جاتا تھا۔اور جہاں پر آپؒ کی قبر مبارک ہے یہیں پر آخری عمر میں تشریف لائے۔اور وصال تک یہی رہے۔

آپؒ نے کبھی کسی کے گھر کا کھانا نہ کھایا البتہ کبھی کوئی دعوت وغیرہ کا اہتمام کرتا تو دعوت کے لئے

تشریف لے جاتے تھے۔ایک مرتبہ گل والا گاؤں میں آپ کو ایک مرید نے دعوت دی تو آپؒ نے فرمایا کہ تم ہماری دعوت نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہمارے ساتھ کھانا کھا سکتے ہو۔ مرید نے کہا کہ نہیں حضرت فکر نہ کریں ہم آپ کی مرضی کے مطابق کھانا پکائیں گے اور آپ کے ساتھ مل کر کھائیں گے۔آپؒ شام کو اپنے خلیفہ حضرت میاں محمد عالمؒ کے ہمراہ ان کے گھر تشریف لے گئے اور جب کھانا سامنے آیا تو اسی اثناء میں ایک کتا آ گیا۔ پچھلے پاؤں اس کے ٹوٹے ہوئے تھے اور بدن خارش زدہ تھا۔آپ نے ایک ہی برتن میں کھانے کے دو حصے کیے اور وہ برتن کتے کے آگے رکھ دیا۔اس نے کھانا شروع کر دیا اور آدھا کھانا کھا کر واپس چلا گیا۔ باقی جو کھانا بچا تھا وہ آپ نے اٹھایا اور گھر والوں کو بلایا اور کہا کہ آجاؤ آپ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ کتا ابھی اس برتن سے کھا کے گیا ہے اور باقی کھانے کیلئے آپ ہمیں بلا رہے ہیں۔ وہ کھانے کے لیے نہ آئے تو آپؒ نے فرمایا کہ میں نہ کہتا تھا کہ تم نہ ہماری دعوت کر سکتے ہو اور نہ ہی ہمارے ساتھ کھا سکتے ہو۔آپ نے تقریباً سو سال کی عمر میں وفات پائی۔آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 15 ستمبر کو منایا جاتا ہے۔آپ کا مزار مبارک کالے والا سٹاپ نزد بینکہ چیمہ گکھڑ منڈی گوجرانوالہ میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت میاں برکت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں برکت علیؒ 1897ء کو حضرت میاں احمد دین عالی سرکارؒ کے گھر گوجرانوالہ میں تولد ہوئے۔آپؒ حضرت میاں محمد عبداللہؒ ٹوپیاں والی سرکار کے چھوٹے بھائی تھے۔قرآن مجید اپنے والد گرامی سے پڑھا۔فارسی اور عربی اُس زمانے کے مستند اساتذہ سے پڑھی۔اپنے والد گرامی کی شخصیت سے زبردست متاثر تھے۔ اس لیے انہی کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ میں بیعت فرمائی۔تقویٰ وطہارت میں اپنے زمانے میں بے مثال تھے۔والد گرامی کے بعد جامع مسجد فاروقیہ رضویہ المعروف دارے والی مسجد میں امامت کرواتے رہے۔ساری عمر شریعت مطہرہ کی پاسداری میں گزاری۔ طبیعت میں انکساری وعاجزی بے پناہ تھی۔شروع میں اپنے بڑے بھائی سے عقیدت نہ تھی۔لیکن والد گرامی نے جب بڑے بھائی کو اپنی جگہ نامزد فرمایا اور اس کے بعد حج بیت اللہ پر جو واقعہ پیش آیا۔اس کے زیر اثر بڑے بھائی سے حد درجہ عقیدت ومحبت پیدا ہوگئی۔ ہر روز صبح اور شام بڑے بھائی کی زیارت کے

لیے جایا کرتے تھے۔ بڑے بھائی کے وصال کے بعد عملاً آپ ہی سب مریدین کا قبلہ ٹھہرے۔ کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ سے ہدایت پائی۔

آپ کا وصال 21 اگست 1985ء کو ہوا۔ آپ کا مزار قبرستان کلاں میں آپؒ کے والد گرامی کے مزار کے سرہانے کی طرف ہے۔ آپ کا عرس مبارک 21 اگست کو آپ کے اکلوتے بیٹے میاں محمد نذیر کی سرپرستی میں منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ پیر محمد بڈھا نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ 1907ء میں دادوالی متصل دھونکل کے مقام پر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دھونکل سے حاصل کی۔ ثانوی تعلیم کی تکمیل وزیرآباد سے کی۔ آپؒ کے والد گرامی کا نام خواجہ غلام علی تھا۔ آپؒ کی روحانی تربیت انہیں کے زیر سایہ ہوئی اور اس تربیت کی تکمیل حضرت خواجہ پیر سید محمد حسینؒ آستانہ عالیہ آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ کے فیض نظر سے ہوئی۔ والد گرامی کی وفات کے بعد سارا بوجھ آپؒ کے کندھوں پر آ گیا۔ گھریلو مصروفیات دنیاوی تلخیاں اور معاندانہ سرگرمیاں آپؒ کے پائے ثبات کو ڈگمگا نہ سکیں اور آپؒ جذب وسلوک اور رشد وہدایت کی وادیوں میں گامزن رہے۔ آپؒ نے گردوپیش کا روحانی تزکیہ ہی نہیں فرمایا بلکہ معاشرتی نقطہ نظر سے بھی اپنے علاقے کو سنوارا اور نکھارا۔ صحت، علم اور سفر کی سہولتوں سے اگر آپؒ کا دیار مالامال ہے تو یہ آپؒ ہی کی سعی کا نتیجہ ہے۔ آپؒ نے ایک رسالہ ماہنامہ ''بتیاں'' دادوالی سے جاری کیا۔

حضرت خواجہ پیر محمد بڈھاؒ دو بار حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ اقدس سے مشرف ہو چکے تھے۔ اس سفر میں آپ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانیؒ علی پوری کے ہم رکاب رہے۔ شیخ سرہند کے روضہ پر بھی آپ کئی بار تشریف لے گئے یہ دونوں حج آپؒ نے عنفوان شباب میں کیے اور 1921ء میں بھی آپؒ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

'آپؒ کی زندگی انتہائی سادہ اور پروقار تھی۔ طبیعت میں جلال تھا۔ خلاف شریعت حرکات برداشت نہ کرسکتے تھے اور آپؒ کی محفل میں کسی کو جرأت بھی نہ ہوتی تھی۔ دسترخوان وسیع تھا اور آپؒ کے دل کی وسعتوں کا اندازہ کوئی اہل دل ہی کرسکتا تھا۔

آپؒ کے پاس ہر مکتب فکر کے لوگ حاضری دیتے تھے۔ غریب بھی کہ انہیں غیرت کا درس ملتا تھا۔ امیر بھی کہ ان کے دل کی تنگیوں کو کشادگی عطا ہوتی تھی۔ اہل دل بھی کہ انہیں بصیرت و شریعت کی رفعتیں نصیب ہوتی تھیں۔ مگر تاج و تخت والوں کا فقیروں کی محفل میں آنا فقیروں کی عظمت کی سند نہیں ہوا کرتی۔ تاریخ نے تخت و تاج کو قلندروں کی بارگاہ میں ہمیشہ سرنگوں، دست بستہ اور دامن پھیلائے دیکھا ہے۔

ہر قلندر کے در غربت پر
تاج محتاج کرم دیکھا ہے

اور یہ بے تاج بادشاہ جو دلوں پر حکومت کرتے ہیں، ان کی موج نفس ازل سے دلوں کے بجھتے چراغوں کو روشنی عطا کرتی رہی ہے۔ 23 اگست 1970ء کو روحانی دنیا کا یہ چراغ قبر کی تاریکیوں میں اتر گیا۔ مگر قبر کی گہرائیاں روح کی دولت کو کب افسردہ کرسکتی ہیں۔ قبر تو اس قوت آشفتہ کی شیرازہ بند ہے۔ جو پھلتی پھولتی اور پھیلتی ہے۔ یہاں تک کہ گردن گردوں میں اپنی کمند ڈال دیتی ہے۔ آپ کا مزار داد والی میں مرجع خلائق ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا بڈھے شاہ قادری نوشاھی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ حضرت بابا سید توکل شاہؒ کے پڑپوتے تھے۔ آپؒ اپنے بڑوں کے راستے پر ہی چلتے رہے۔ اس لئے جوق در جوق لوگ آپؒ سے فیض یاب ہوئے۔ آج بھی جو لوگ آپؒ کے مزار پر آتے ہیں وہ بامراد لوٹتے ہیں۔ آپؒ کی کرامتیں بھی بے شمار ہیں۔ آپؒ کی ایک معروف کرامت کہ ایک مرتبہ آپؒ نے محفل کروائی تو کھانے پینے کے لئے کچھ نہ تھا۔ آپؒ نے مریدوں سے کہا کہ کچھ کھانے کیلئے آیا ہے یا نہیں۔ مریدوں نے کہا کہ صرف ایک ہی روٹی آئی ہے۔ کیا کریں۔ آپؒ نے فرمایا کہ اسی کو لے آؤ۔ سب لوگ بیٹھ کر کھائیں گے۔ اللہ نے چاہا تو لنگر کبھی کم نہیں ہوگا۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ تمام لوگ کھانے کیلئے دستر خوان پر بیٹھ گئے اور پیٹ بھر کر کھایا مگر روٹی ختم ہی نہ ہوئی۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا معاملہ ہوا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ ہمارے بڑوں کی برکت سے آج کھانے میں برکت ہوگئی ہے۔ اگر تمام

نگاہ فیض کی کرم نوازیاں بڑھیں تو ان کی یہ حالت ہوگئی کہ مجذوبیت کے عالم میں دیوانہ وار ضلع بھر کے دیہات کے چکر لگاتے تھے۔اور اللہ ہُو کی صدائے ایمان آفریں اس دردو سوز کے ساتھ ادا کرتے تھے کہ درودیوار لرزتے ہوئے محسوس ہوتے۔صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔آپ کی کرامات کا شہرہ پھیلا تو بادشاہ وقت نے اپنی مراد کی قبولیت کے لیے آپ سے دعا کی درخواست کی۔جب اس کی دعا بر آئی تو اس بادشاہ نے ہرلانوالی آپ کے کچے حجرے کو پختہ خانقاہ میں تبدیل کر دیا۔جب حضرت میاں برخوردارؒ نے وفات پائی تو آپ کا مقبرہ بھی شاہی حکم سے شاہی اخراجات پر بنایا گیا۔یہ مقبرہ اب تک موجود ہے۔اور جگہ جگہ سے بوسیدہ ہو کر قابل مرمت ہوگیا ہے۔بادشاہ وقت نے آپ کے مزار کے ساتھ درویشوں اور طالب علموں کے اخراجات کے لیے بھی ایک الگ جاگیر عطا کر دی تھی جو سکھوں کے عہد تک قائم رہی لیکن بعد میں حکومت کے حکم سے واپس لے لیا گیا۔ہر سال ماہ اسوج میں آپ کے مزار پر بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔جس میں ہزاروں آدمی جمع ہو کر کسب فیض کرتے ہیں۔تاریخ گوجرانوالہ کے مصنف رائے صاحب گوپال داس لکھتے ہیں کہ'' آپ کے مزار پر ہر سال چھ سات ہزار مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔قوالیاں ہوتی ہیں ختم قرآن مجید ہوتا ہےاور عام لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا قاضی حافظ برخوردار بُچہ والا رحمۃ اللہ علیہ

قادری نوشاہی

آپ آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت، زبدۃ فضلائے زمان، عمدۃ علمائے جہاں، صاحب زہدو تقویٰ وعلم وفراست وعشق ومحبت تھے۔حضرت شیخ الاسلام شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادریؒ العزیز کے مریدوں میں سے تھے۔تربیت وتکمیل حضرت شیخ پاک رحمنؒ بھڑیوالہ سے پائی۔اور خلافت سے مشرف ہوئے۔

وطن مالوف

آپ کا آبائی وطن موضع بچہ چٹھیاں تھا۔جواب ضلع گوجرانوالہ میں داخل ہے۔آپ کی سکونت

موضع مسلمانیاں میں تھی جو بُچہ کے پاس ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ آباؤ اجداد سے عالم و حافظ ہوتے چلے آئے۔ عہدۂ قضاء موروثی تھا۔

تحصیل علوم

آپ نے پہلے اپنے والد صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد کیلیانوالہ کے درس میں داخل ہوئے۔ صرف ونحو اور منطق وہاں سے پڑھے۔ پھر چند عرصہ لاہور میں رہے۔ علوم معقول و منقول سے فارغ التحصیل ہوئے۔

منصب قضا

آپؒ اپنے علاقہ میں قاضی مقرر ہوئے۔ چوراسی گاؤں آپ کے حلقہ قضاء میں تھا۔ آپؒ کا فتویٰ مقبول تھا۔ آپؒ صاحبِ دیانت اور تقویٰ تھے غیر شرع لوگوں پر احتساب کیا کرتے تھے۔

المجاز قنطرۃ الحقیقۃ

منقول ہے کہ حضرت شیخ پاک رحمٰنؒ بھڑیوالہ سماع سنتے تھے۔ اور حافظ صاحب اگرچہ پیر بھائی تو تھے مگر پابندی شریعت اور تقویٰ اور ظاہری علوم کا عنصر آپ پر زیادہ غالب تھا۔ اس لئے سماع سے نفرت کرتے تھے قاضی عبدالرحمٰن مفتی اعظم لاہوری کے سامنے شکایت کر دی تو ان کو لاہور بلایا گیا القصد وہ فتح مندی سے واپس ہوئے مگر آپ کے حق میں فرما دیا۔ حافظ برخوردار! تم عاشقان حقیقی سے نفرت کرتے ہو تم کو بھی عشق کا چسکا چکھنا پڑے گا۔ چنانچہ آپؒ پر عشق مجازی کا شدید غلبہ ہوا۔ جب افشائے راز ہو گیا تو بہت تکالیف اٹھائیں آخر حضرت پاک رحمٰنؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی۔ ان کی نگاہ کرم سے آپ کا عشق مجازی عشق حقیقی میں بدل گیا۔ آپؒ چند عرصہ حضرت پاک رحمٰنؒ کی خدمت میں رہے۔ اور ریاضات و مجاہدات کئے۔ حضرت پاک رحمٰنؒ نے آپ پر بہت شفقت فرمائی اور نصیحت کی کہ درویشوں کا کبھی انکار نہ کرنا خواہ کسی بھی لباس میں ہوں۔ آپ نے ظاہری علائق و منصب قضاء کو ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کی اور گاؤں سے دور ڈیرہ لگایا۔

عشق حقیقی

عشق کی گرمی آپ میں بحد کمال تھی۔ عشق کی بدولت آپ شاعر بن گئے۔ آپ کے روحانی انوار

کی تجلیات کی روشنی دور دور تک پھیل گئی۔ خلقت کی رجوعات بہت ہو گئیں۔ جو آتا بھر پور ہو کر ہو جاتا۔

وظائف خوانی

آپ اوراد و وظائف کے پابند تھے۔ اثنائے وظیفہ میں بات نہیں کرتے تھے۔

غیر شرح لوگوں سے اجتناب

منقول ہے کہ غیر شرح لوگوں سے آپ پرہیز رکھتے تھے۔ قوم چٹھہ کے لوگ اکثر بے نماز تھے۔ آپ ان کو قرضہ نہ دیا کرتے اور فرماتے جو لوگ اللہ تعالیٰ کا قرض ادا نہیں کرتے وہ ہم کو کب ادا کریں گے۔

کرامات

مخالفوں کو بددُعا دینا

موضع مسلمانیاں میں فقیروں کا ایک خاندان تھے وہ آپ کی رجوعات و مسخرات کو دیکھ کر حسد کی آگ سے جلتے تھے اور آپ کو بہت تنگ کیا کرتے ایک دن آپ نے بددُعا دی تو ان کی نسل ختم ہو گی۔ آج ان کا کوئی نشان موجود نہیں۔

مرزا کی شہادت کا منظر دکھلانا

ایک روز نماز پڑھ کر آپ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک کوّا دیوار پر بیٹھ کر کائیں کرنے لگا۔ آپ نے اس کی آواز سن کر فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لوگوں نے پوچھا کیا ماجرا ہے؟ فرمایا۔ اس کوے نے خبر دی ہے کہ مرزا کھرل دانا آبادی اس وقت دشمنوں کے ہاتھ سے شہید ہو گیا ہے۔ انہوں نے تسلیم نہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ مسجد کے دریچہ سے باہر دیکھو۔ جب دیکھا تو اُن کو مرزا کا جسم بے سر پڑا نظر آ گیا پھر سب کو یقین ہو گیا۔

شام کا منظر دِکھلانا

منقول ہے کہ جن ایام میں آپؒ قصہ مرزا صاحباں نظم کر رہے تھے۔ ایک دن ظہر کے وقت

آپؒ نے اپنے قصہ کا شعر پڑھا۔

ایک معترض نے کہا تم کو کیا معلوم ہے کہ وہ کیا وقت تھا۔ تم نے اپنی طرف سے ہی تماشاں (شام) کہہ دیا ہے۔ آپ نے جلالیت سے دیکھا تو مسجد کی دیوار پھٹ گئی۔ اس شخص نے دیکھا تو شام کا وقت نظر آیا۔ اور مرزا صاحباں کو گھوڑی پر بٹھا کر لے جا رہا ہے۔

شاعری

آپ کو پنجابی شعر کہنے کا شوق تھا۔ آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کی مصاحبت اور حضرت لقمان علیہ السلام کی روحانی امداد حاصل تھی۔ آپ کے اشعار پُر ذوق ہوتے تھے۔

تصنیفات

آپ کی شاعرانہ شہرت ۱۰۸۰ھ بمطابق 1669ء میں ہوئی۔ آپ نے متعدد عاشقوں کے قصے لکھے جو یہ ہیں۔

قصہ یوسف زلیخا

یہ قصہ آپ نے اپنے ایک دوست نواب جعفر کے ایماء پر نظم کیا۔

قصہ سسّی پنوں

آپ نے شاہ مراد ساکن موضع گھنیاں دھوتھڑاں کے اشعار سنے تو یہ قصہ اس طرز پر بنایا جو اسی طرح شروع ہوتا ہے۔

خالق خلقت ساز کے رب کیڈ اُٹھارے بھار
پیدا کیتا نور تھیں خاص محمد یار
ایتھے اوتھے اوس دا کلمے نال اقرار
کم نہیں ترا حافظا قدرت دا کریں شمار

سَسّی پنّوں ہوت دی گل کہہ کہہ کئی گئے
کتھے شاہ مراد دے بیت تازے کن پئے
پھڑ نفس چڑھایا غیر تے دل تے رکھ لئے
رُڑھے حافظ نفس دے اُٹھ ایس خیال پئے

قصہ مرزا صاحباں

یہ قصہ آپؒ نے ۱۱۰۶ھ میں نظم کیا۔

اولاد

آپ کی اولاد تو تھی لیکن کسی کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ میاں جان محمد ساکن لوپرے نے لکھا ہے کہ قصہ مرزا صاحباں آپ کے پوتے نے شائع کیا تھا پھر سفر کرتا ہوا کسی جنگل میں مر گیا۔ اب حافظ صاحب کی کوئی اولاد دُنیا میں باقی نہیں۔

شاگردانِ رشید

آپ کے سلسلہ درس میں بہت لوگوں نے تعلیم پائی۔ ان میں سے پیر سید وارث شاہؒ بن سید قطب شاہ صاحب چشتیؒ ساکن جنڈیالہ شیر خاں ضلع شیخوپورہ مشہور ہوئے ہیں جن کا قصہ ہیر رانجھا زمانہ میں بہت مشہور ہے۔

وفات و مدفن

حافظ برخوردار صاحب کی وفات عہد حکومت اورنگ زیب عالمگیر کے آخری سالوں میں ہوئی۔ آپ کا مزار موضع بچہ چٹھہ (ضلع گوجرانوالہ) سے شمال مشرق کی طرف ایک میل کے فاصلہ پر جنگل میں واقع ہے۔

اس جگہ پر دو قبریں ہیں۔ ایک آپ کی اور دوسری آپ کی اہلیہ محترمہؒ کی۔ پہلے زمانہ میں مزارات کے گرد باغ ہوتا تھا اب ویرانہ ہے۔ اس کے بعد چودھری سردار احمد ضیاء تحصیلدار لاہور نے حضرت داتا گنج بخش لاہوریؒ کے روحانی ایماء پر ۱۳۸۵ھ بمطابق 1965ء میں یہ قبریں پختہ بنوا دیں۔ آس پاس چار دیواری تعمیر کروائی۔ مجاور کے رہنے کے واسطے ایک کمرہ بھی تیار کروایا۔ پانی پینے کے لئے نلکا لگوایا۔ سالانہ عرس جیٹھ کے مہینہ میں جاری کروایا۔ اب یہ مکان بڑا بارونق اور پُر فضا بن گیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولوی بشیر احمد صدیقی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کا نام محمد بشیر احمدؒ بن حضرت حکیم امام دین صدیقیؒ کنیت ابوالاعجاز تھی۔ آپؒ 1894ء میں گوجرانوالہ کے علاقہ محلہ تو تیانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اور مولوی فاضل کے حصول کے لیے اپنے چچا حضرت پیر محمد دین صدیقیؒ کے درس میں شمولیت اختیار کی اور روحانی تربیت کے لیے حضرت محبوب عالمؒ صدیقی سے وابستگی اختیار کی اور سلسلہ طریقت کے لیے حضرت قبلہ پیر سید حیدر علیؒ شاہ کرتو شریف سے بیعت کی جو کہ ضلع نارووال نارنگ منڈی میں واقع ہے۔ان سے نقشبندی فیض حاصل کیا۔اور آپؒ سے خرقہ خلافت حاصل کی۔آپؒ نے ساری زندگی یادالٰہی اور عشق رسول ﷺ میں بسر کی اور سلسلہ نقشبندیہ میں آپؒ مریدین کو بیعت فرماتے تھے۔تادم آخر آپؒ اپنے مرشد خانے سے وابستہ رہے اور آپؒ نے اپنے شیخ اور تاجدار چوراہی حضرت قبلہ پیر سید احمد بنی المعروف زلفاں والی سرکارؒ اور حضرت حافظ عبدالکریمؒ عیدگاہ شریف والے اور اس کے علاوہ دو دیگر شیوخ کی معیت میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے روضہ انور پر سرہند شریف میں حاضری دی اور اکتساب فیض حاصل کیا۔آپؒ اکثر اپنے شیخ کامل حضرت قبلہ پیر سید حیدر علی شاہؒ کے ساتھ بارگاہ چوراہی میں حاضری دیا کرتے تھے۔یہ سلسلہ عقیدت اپنے شیخ کامل کے بعد بھی جاری رہا۔آپؒ لوگوں کو روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ ظاہری علوم سے بہرہ مند فرماتے رہے۔آپ بطور تدریس سکول کے ہیڈ کی حیثیت سے لوگوں کے بچوں کو دُنیاوی علوم وفنون سے روشناس کرتے رہے۔آپؒ کے شاگردوں میں سے یونس پہلوان تمغہ ستارہ پاکستان۔ حاجی امان اللہ ایم۔این۔اے سید خورشید شاہ صاحب۔پیر سید اکرام صدیقی ۔پیر سید عبدالمجید صدیقی نمایاں ہیں۔آپؒ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ خاندانِ نقشبندیہ مجددیہ کرتو شریف میں خلیفہ اوّل سے نوازے گئے۔

آپؒ کا وصال 23 مارچ 1972 بروز جمعرات کو ہوا۔آپؒ نے اپنے وقت وصال کی خبر قبل از وقت دے دی تھی۔

اولاد:۔ آپؒ کے دو صاحبزادے ہیں۔

1۔مظفر حمید اعجاز احمد صدیقی　　2۔ڈاکٹر احمد حسین صدیقی

کرامت:

آپؒ کی دُعائے خیر کی برکت سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو اولادِ نرینہ سے نوازتا تھا۔ حج کے زمانے میں آپؒ کا ایک مرید حج پر گیا تو دوران طواف بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ رسولؐ اُس نے اپنے مرشد کو اپنے سامنے طواف کعبہ شریف اور روضہ رسولؐ کی حاضری میں دیکھا تو حیران رہ گیا جبکہ آپؒ اُس سال حج کرنے نہیں گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا مفتی بشیر حسین قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

(جامعہ غوثیہ قبرستان روڈ والے)

علمائے کرام اور صوفیائے عظام کا وجود راہ نوردانِ جادۂ شوق کے لیے منارۂ ہدایت سے کم نہیں ہوتا۔ ان کی تعلیمات، ان کے مواعظِ حسنہ اور ان کے پند و نصائح بلاشبہ اہل ایمان و یقین کے لیے سرمایہ اعزاز ہوتے ہیں۔ یہ علمائے کرام دین مصطفویؐ کے پاسبان اور ناموس حق وصداقت کے پاسدار ہوتے ہیں۔ ان کی گفتار ان کے کردار کی گواہی اور ان کا روشن کردار ان کے اعجاز نطق کا آئینہ دار ہوتے ہے۔ یہ پاکیزہ نفوس زندگی بھر اقدار اسلامی کے فروغ اور دین مصطفویؐ کی سربلندی کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور وصال کے بعد ان کی تعلیمات کی روشنی نشان بن کر تیرہ و تار دلوں میں جگمگاتی اور اجالے بکھیرتی رہتی ہے۔

حضرت مفتی بشیر حسین بھی اسی قافلہ علم و عمل کے ایک رکن رکین تھے۔ جنہوں نے اپنی تمام زندگی اتباع شرع محمدیؐ اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے لیے وقف کر دی تھی۔ بلاشبہ بہت بڑے عالمِ دین تھے۔ علوم قرآنی کے ماہر اور علمِ حدیث کی عظمتوں کے آشنا تھے۔ بہترین خطیب اور علوم اسلامیہ پر غیر معمولی دسترس رکھتے تھے۔ حمیت اسلامی سے بہرہ دار اور تحریک پاکستان کے مثالی کارکن تھے۔ نامور عاشق رسول ﷺ اور تحفظِ ناموس رسول کریم ﷺ کے زبردست علم بردار تھے۔ نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو ہونے کے ساتھ ساتھ ایسے مفتی اسلام بھی تھے کہ جن کی رائے علمی حلقوں میں ہمیشہ احترام و توقیر سے دیکھی جاتی تھی۔

آپ 1907ء میں قصبہ رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ والدِ محترم مفتی محمد دینؒ معروف عالم دین اور وہاں کے ہائی سکول میں عربی کے استاد تھے۔ بعد میں انہوں نے اپنے خاندان سمیت گوجرانوالہ میں رہائش اختیار کر لی۔ مفتی صاحب نے گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ سے میٹرک کرنے کے بعد والد محترم سے دینی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی والد محترم کے علاوہ مولانا محمد چراغ سے بھی علوم دینیہ کی تحصیل کرتے رہے۔ ۲۵ برس کی عمر تک بیشتر علوم دینیہ پر عبور حاصل کر چکے تھے۔

پھر علوم دینیہ کی مزید تحصیل کا شوق انہیں دارالعلوم دیوبند تک لے گیا۔ آپ وہاں دل لگا کر پڑھتے رہے۔ وہاں تحصیل علم کے علاوہ جو فارغ وقت بچتا اس میں مختلف بزرگانِ دین کے مزاروں پر حاضری دینے چلے جاتے۔ اسی دوران میں ایک دفعہ حضرت علی احمد صابرؒ کلیر شریف کے دربار میں حاضری کے لیے گئے تو اچانک حالتِ مراقبہ میں صاحب مزار کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہوں نے دست شفقت مفتی صاحب کے سر پر پھرا۔ مفتی صاحب کہا کرتے تھے کہ یہ کلیریؒ کے دست شفقت ہی کا فیضان تھا کہ میری قوتِ حافظہ پہلے کی نسبت بہت بڑھ گئی اور علم قرآن وحدیث کے حصول کے سلسلہ میں میری بہت سی مشکلات حل ہو گئیں۔

آپ کا خط تحریر اتنا خوبصورت تھا کہ الفاظ نگینوں کی طرح بکھرے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں امتحان کے دوران آپ نے اپنے پرچے اس قدر خوشخطی سے تحریر کیے کہ آپ کے ممتحن حیران رہ گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ اس طالب علم نے یہ اوراق کتابوں سے پھاڑ کر لگا دیئے ہیں۔ ممتحن حضرات نے انہیں بلا کر اپنے سامنے لکھنے کا حکم دیا۔ آپ نے ان کے سامنے پھر اسی خوبصورت انداز سے لکھا تو وہ بہت خوش ہوئے اور آپ کی بلندی درجات کے لیے دعا کی۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند کے سالانہ امتحان میں اولین پوزیشن حاصل کی اور آپ کی تعلیمی قابلیت کے پیش نظر آپ کو ایک علیحدہ تعریفی سند بھی دی گئی۔

دینی تعلیم کے حصول کے بعد مرشد کامل کے سلسلہ میں شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو یوں محسوس ہوا کہ جیسے گوہر مراد پا لیا ہے۔ حضرت میاں صاحبؒ نے آپ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کیا اور آپ کو اپنی بہترین دعاؤں سے نوازتے ہوئے تعلیمات اسلامیہ کی ترویج و تبلیغ کی تاکید کی۔

انہوں نے سب سے پہلے کھیالی دروازہ والی مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دینا شروع کیے اور پھر شہر سے باہر عیدگاہ گراؤنڈ اور جنازگاہ میں جمعہ پڑھانا شروع کیا۔ یہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کی دعاؤں کا فیضان تھا کہ اطراف واکناف سے لوگ دیوانہ واران کا وعظ سننے آنے لگے اور بہت جلد آپ کے علمی مقام اور انداز خطابت کی دھوم مچ گئی۔ اردو کے علاوہ پنجابی میں تقریر کرنا آپ پر ختم تھا۔ آپ کا لہجہ انتہائی دلکش اور انداز بیان ایسا موثر تھا کہ آپ کی ہر تقریر سامعین کے دلوں کی دھڑکنوں میں ڈھل جاتی تھی۔

عوام کا اشتیاق اور حاضرین کی والہانہ عقیدت دیکھ کر آپ کو ایسی جگہ جامع مسجد بنانے کا خیال آیا۔ ایک رات آپ کے ایک ساتھی کو خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ استفسار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ مفتی بشیر حسین کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے جا رہے ہیں۔ صبح کو اس شخص نے یہ خواب آپ سے بیان کیا تو آپ نے قبرستان کے پاس وسیع رقبہ (جس کے سامنے عطا محمد ہائی سکول واقع ہے) خریدا اور اسی دن مسجد کا سنگ بنیاد رکھ دیا اور پھر بہت جلد اس شہر کی یہ عظیم شان مسجد الجامعۃ الغوثیہ کے نام سے تکمیل کے مراحل طے کرنے لگی۔

ضلع گوجرانوالہ میں تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے آپ نے شبانہ روز کام کیا۔ قائداعظم محمد جناح دو دفعہ گوجرانوالہ تشریف لائے تو آپ نے ان کی آمد پر دونوں جلسہ ہائے عام میں علمائے اہل سنت والجماعت کی بھرپور نمائندگی کی۔ ان جلسوں میں تلاوت کرنے کی سعادت بھی آپ ہی کے حصے میں آئی۔ مسلم لیگ میں نہ صرف اپنے رفقائے کار کے ساتھ شامل ہوئے بلکہ مسلم لیگ کو اپنے ضلع میں مقبول ومحبوب بنانے کے لیے بھی دن رات مختلف علاقوں کے دورے کیے۔ قیام پاکستان کے بعد بھی آپ اسی جذبہ خدمت سے سرشار ہو کر مہاجرین کی دیکھ بھال اور آبادکاری کے لیے شہر کی انتظامیہ سے بھرپور تعاون کرتے رہے۔

مفتی بشیر حسین اقدار اسلامی اور شرع مصطفوی ﷺ کے بہت بڑے علم بردار تھے قیام پاکستان سے قبل نکا چوک گوجرانوالہ میں عصمت فروشی کا مذموم کاروبار ہوتا تھا۔ جب قیام پاکستان کے بعد بھی گھناؤنا کاروبار اسی انداز سے ہوتا رہا تو آپ نے اپنے مواعظ میں عوام اور انتظامیہ کی حمیت اسلامی کو جھنجھوڑا۔ مگر جب اصلاح احوال کے آثار نظر نہ آئے تو آپ نے نماز جمعہ کے بعد غیور مسلمانوں کے بہت بڑے ہجوم کو

ساتھ لیا اور اس بازار میں پہنچ کر عوام سے خطاب میں احکام شرعیہ کی حرمت کو واضح کیا اور کہا کہ جب تک یہ بازار گناہ سے پاک نہیں ہو جاتا ہم نہیں جائیں گے۔ اس مذموم کاروبار میں حصہ لینے والوں نے جب باحمیت اور غیور مسلمانوں کے جم غفیر کو دیکھا تو پھر وہ مایوس ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ شہر چھوڑ گئے۔ اس دن سے یہ بازار پاک بازار کے نام سے پکارا جانے لگا۔

اسی طرح تحریک ختم نبوت کے دوران میں بھی آپ نے اپنی ایمان افروز تقریروں کے ذریعہ مقام مصطفےٰ ﷺ کے تحفظ کا عظیم فرض انجام دیا۔ آپ کی تقاریر نہایت پُر جوش اور مئوثر ہوتی تھیں۔ چونکہ آپ کا پیغام دل کی گہرائیوں سے نکلتا تھا اس لیے فوراً دل میں گھر کر جاتا تھا۔ ناموس رسالتؐ کے دفاع کے سلسلہ میں ہی آپ کو پابندِ زنداں بھی ہونا پڑا مگر آپ اسی ولولہ ایمانی اور جذبہ اسلامی کے ساتھ اپنے پیغام حق کو عام کرتے رہے۔

آپ کی حمیت اسلامی کا ثبوت اس واقعہ سے بھی ملتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد گوجرانولہ میں حج پر مبنی فلم لائی گئی۔ یہ فلم عقائدِ اسلامی کے خلاف تھی اور بلاشبہ اس سے جمہور مسلمانوں کے جذبات شدید طور پر مجروح ہوتے تھے۔ آپ نے انتظامیہ سے فلم کی نمائش رکوانے کا مطالبہ کیا۔ پذیرائی نہ ہوئی تو آپ فرزندانِ توحید کا بہت بڑا جلوس لے کر سینما کے سامنے گئے اور فلم پر پابندی کا مطالبہ کیا۔ پولیس نے وہاں آکر لاٹھی چارج شروع کر دیا۔ ایک پولیس افسر نے آپ کی توہین کی اور بہت سے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ انہیں بھی گرفتار کر لیا گیا۔ آپ کی گرفتاری کی خبر سنتے ہی پورا شہر احتجاج کی عملی تصویر بن گیا۔ سارے شہر میں ہڑتال ہو گئی اور ہر طرف سے احتجاجی جلوس نکلنے لگے۔ اس پر نہ صرف اس فلم کی نمائش کے ذمہ داروں کو مجبور ہو کر اس شہر میں فلم کی نمائش روکنا پڑی بلکہ حکومت نے پاکستان بھر میں اس فلم کی نمائش ممنوع قرار دے دی اور مفتی صاحب کو باعزت طور پر رہا کر دیا گیا۔

مفتی بشیر حسینؒ تمام عمر تعلیمات اسلامی پر کاربند رہے۔ زندگی بھر نماز تہجد پورے اہتمام سے ادا کرتے رہے۔ آپ کو رسول کریم حضور محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذات گرامی سے بے پناہ عشق تھا۔ جب آپ شانِ رسالت بیان کرتے تو فرطِ عقیدت سے آنکھیں نم ہو جاتی تھیں۔ چاروں سلاسل میں خلافت سے نوازے گئے تھے۔ تادم آخر اپنے عقیدت مندوں اور ارادت مندوں کو بھی شرع مصطفوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین

کرتے رہے۔

یہ ربّ کریم کی خاص کرم نوازی تھی کہ آپ نے پانچ مرتبہ حجِ بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول ﷺ کی سعادت حاصل کی۔ آپ اس سعادت کو حضور سرکار دو عالم کی نظر کرم سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ آپ کی تمام زندگی نیکی و پرہیزگاری کا نمونہ تھی۔ آپ کی علمی قدر و منزلت اور دینی امور میں آپ کی غیر معمولی دسترس کے سبھی قائل تھے۔ ملک کے طول و عرض سے علمائے کرام آپ سے مختلف امور دینی پر فتویٰ حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔ اس سلسلہ میں دوسرے مکاتیب فکر کے علماء بھی آپ کی رائے اور فیصلہ کو احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ آپ پوری تحقیق، غور و خوص اور مطالعہ کے بعد فتویٰ جاری کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے لکھے ہوئے فتاویٰ عدالتوں میں بھی پیش ہوتے اور تسلیم کیے جاتے تھے۔

آپ کا سلسلہ نسب حضرت بابا فرید الدینؒ گنج شکر کے واسطے سے حضرت عمر فاروق تک جا پہنچا ہے۔ اسی لیے آپ قریشی فاروقی کہلاتے تھے۔ قدرت نے آپ کو عربی اور فارسی زبانوں پر بھی دسترس عطا کی تھی۔ آپ منطق، فلسفہ، صرف و نحو، حدیث اور تفسیر غرضیکہ تمام علوم اسلامی میں مہارت کامل رکھتے تھے انہیں دوسرے بزرگانِ دین اور علمائے کرام کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا احمد رضاؒ خان فاضل بریلوی کی ذات سے بھی بے پناہ عقیدت تھی اور اپنے مواعظ میں جا بجا انہیں خراجِ عقیدت پیش کرتے تھے۔

قدرت نے انہیں کثرتِ مطالعہ کا ذوق بھی عطا کر رکھا تھا۔ تحقیقی و علمی کتب کا حصول اور ان کا بھرپور مطالعہ زندگی بھر آپ کا معمول بنا رہا آپ کی ذاتی لائبیریری مختلف زبانوں میں دینی و مذہبی کتب کے بہت بڑے ذخیرہ پر مشتمل ہے۔ اس ذخیرہ کتب میں تین سو سے زائد غیر مطبوعہ قلمی نسخے بھی شامل ہیں۔ ان قلمی کتب میں سے بیشتر آپ کے بزرگوں کے ہاتھوں کی لکھے ہوئے ہیں۔

مفتی صاحب نے مختلف موضوعات دینیہ پر متعدد کتب بھی تصنیف کی ہیں۔ جن سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں۔ وسیلہ، ایثار خلیل اللہ، فتاویٰ حنیفہ، نماز جنازہ کے بعد دعا، نماز تراویح عدم القراء، خلف امام، ہاتھ باندنے کا مسنون طریقہ، مسائل قربانی، حیات النبیؐ۔

آپؒ کا انتقال جمعتہ المبارک کے روز بتاریخ 8 دسمبر 1978ء ہوا۔ آپ اس رات حسب معمول نماز تہجد کے لیے بیدار ہوئے تو وضو کے وقت اچانک گر گئے۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ آپ نے آنکھیں کھولیں تو

اچانک مسکرانے لگ گئے۔ اس دل نواز تبسم کی بدولت اہل خانہ کو یقین ہوگیا کہ آپ خالق حقیقی سے وصال پانے ہی والے ہیں اور یہی ہوا۔ آپ اللہ اللہ کا ورد کرتے ہوئے کچھ ہی دیر بعد اس دار فانی سے دار البقا کی طرف کوچ کر گئے۔ اقبال نے اسی ایمان افروز کیفیت کی نشاندہی یوں کی ہے۔

نشان مرد مومن با تو گویم ۔ چوں مرگ آید تبسّم برلب اوست

وفات کے وقت آپ کی عمر 71 برس کی تھی۔ آپ کے انتقال سے علم وحکمت، زہد وتقویٰ اور ایمان ویقین کی یہ شمع حسین گُل ہوگئی جس کی روشنی ایک عرصہ تک قلب ونظر کو اجالا بخشتی رہی تھی۔

وفات کی خبر بہت جلد سارے شہر میں پھیل گئی۔ نماز جمعہ کے بعد جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو بے شمار لوگ آپ کے جنازہ کے جلوس میں شامل تھے۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ہر دل رو رہا تھا کہ ایک عظیم عاشق رسول ﷺ ہمیشہ کے لیے نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ جب جنازہ اُٹھایا گیا تو جنازہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد کہیں زیادہ بڑھ چکی تھی کہ عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔ ہر مکتب فکر کے علمائے کرام نے اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے اصحاب فکر ونظر نے آپ کے جنازہ میں شمولیت کی۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ بعد از مرگ بھی آپ کے چہرے سے زندگی کی ضیائیں پھوٹ رہی تھیں۔ مفتی صاحب کے اہل خاندان کی روایت ہے کہ آپ نے اپنی موت سے تھوڑا عرصہ بیشتر گورکن سے کہا تھا کہ میری قبر فلاں جگہ بنانی ہے اور اتنے دنوں تک میں اس قبر میں ابدی نیند سونے کے لیے آجاؤں گا۔

نماز جنازہ کے بعد آپ کو قبرستان میں اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا محمد بشیر قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش 1930ء نوشہرہ ورکاں کے گاؤں پنج گرائیں میں ہوئی آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی پھر درس نظامی مکمل ہونے کے بعد گوجرانوالہ کلر آبادی میں آباد ہوگئے۔ یہاں مسجد میں امامت اور خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپؒ حکیم بھی تھے۔ آپؒ نے حضرت پیر ظہور احمد نوشاہی قادری کے ہاتھ پر بیعت کی اور روحانی منازل طے کیں۔ آپؒ کا زیادہ وقت درس وتدریس

میں گزرا۔ اگر کوئی طالب مولا آتا تو اس کو سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں بیعت فرما لیتے۔ آپؒ کا وصال 1997ء کو ہوا۔ آپؒ کے مزار مبارک پر ہر سال 28-27 اکتوبر کو عرس ہوتا ہے۔ آپؒ کا مزار مین بازار کلر آبادی حافظ آباد روڈ میں مسجد کے اندر واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا حاجی بشیر خاکسار کشمیری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی حالات پردہ اخفاء میں ہیں۔ ہجرت کر کے گوجرانوالہ تشریف لائے۔ اور سیالکوٹی دروازہ میں دودھ کی دوکان کرنے لگے۔ طبیعت میں فقر کا میلان تھا۔ مجاذیب وفقرا کی بڑی خدمت کیا کرتے تھے۔ اسی دوران حضرت صوفی اللہ دتہ نقشبندی سے ملاقات ہوگئی۔ یہ ملاقات پھر ایک لازوال رشتے میں بندھ گئی۔ یہاں تک کہ جب مرشد کا وصال ہوا تو جدائی گوارا نہیں ہوئی اور چالیس سال تک اُسی قبرستان میں مرشد کے مزار کے پاس گزار دیے۔ ریاضت ومجاہدہ ایسا کے جسے دیکھ کر اولیاء قدیم کے معمولات کی یاد تازہ ہو جائے۔ نسبت نقشبندیہ کا ایسا ظہور بہت کم دیکھنے میں آتا ہو۔ عالمِ ارواح سے آپؒ کی ایسی مناسبت تھی کہ جس بزرگ کا تذکرہ ہوتا اُسی سے شرف باریابی ہو جاتا۔ ہر وقت آپؒ پر خاص قسم کا استغراق طاری رہتا تھا۔ اکثر بے خودی طاری رہتی باجودیکہ آپؒ کی زبان اطہر سے کبھی کوئی شطحیات نہیں سُنی گئی۔ شریعت مطہرہ کے سخت پابند تھے۔ آخری عمر تک مجاہدہ اور ریاضت کو ترک نہیں کیا تھا۔ آخری عمر میں بھی زمین پر پڑے روٹی کے ٹکڑے اٹھا کر دھو کر کھا لیا کرتے تھے۔ خدمت خلق آپکا شعار تھا۔ انسانوں کے علاوہ جانوروں تک سے اُنس وموانست اختیار فرماتے تھے۔ سخت گرمی کے دنوں میں بھی آپؒ کے پاس بیٹھنے سے خنکی محسوس ہوتی تھی۔ آپؒ کے احوال بالکل حضرت خواجہ بہاؤ الدینؒ بخاری شاہ نقشبند کے احوال کے عین مطابق تھے۔ کشف کوئی اعلیٰ درجے کا حاصل تھا۔ سیف الزبان تھے۔ جو فرماتے پورا ہو کر رہتا تھا۔ لقمہ حلال میں حد درجہ محتاط تھے۔ بالکل خاموش طبیعت تھے۔ بہت کم اور ضرورت کے مطابق گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ نے تین شادیاں کی۔ درمیان والی بیگم سے اولاد ہوئی۔ جو حضرت بابا عبدالغفار کشمیری چشتی صابری المعروف بابا جن پیر کی صاحبزادی تھیں۔

آپؒ کا وصال 26 فروری 2004ء کو ہوا۔ آپؒ کا مرقدِ انور ماڈل ٹاؤن قبرستان میں آپؒ کے

مرشد کے پہلو میں ہے۔آپؒ کا عرس مبارک ہر سال شعبان کی آخری جمعرات کو ہوتا ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت بابا بشیر احمد خاکسارؒ مرید حضرت صوفی اللہ دتہؒ مرید حضرت صوفی رحمدلؒ مرید حضرت فقیر محمدؒ مرید حضرت حسین محمد بدرالدجیٰؒ مرید حضرت خواجہ سراج الدینؒ مرید حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ مرید حضرت دوست محمد قندھارویؒ مرید حضرت احمد سعیدؒ مرید حضرت ابوسعیدؒ مرید حضرت شاہ غلام علیؒ دھلوی ؒ مرید حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں ؒ مرید حضرت خواجہ نور محمد بدایونیؒ مرید حضرت خواجہ سیف الدینؒ مرید حضرت خواجہ محمد معصومؒ مرید حضرت مجدد الف ثانیؒ

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا بلند علی زُلفاں والی سرکار قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے تفصیلی حالات میسر نہ ہو سکے۔آپ نے 2012ء کو وفات پائی۔آپؒ کا مزار علی جی ٹاؤن گرجاکھ میں واقع ہے۔آپ کا عرس مبارک ہر سال ہاڑ کے مہینے میں منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا بندو شاہ ولی قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ مست الست بزرگ تھے۔ ہر وقت حالتِ جذب میں رہتے تھے۔آپؒ کے مرشد کا نام سید بابا مستان علی شاہ ؒ تھا۔جن کا مزار مبارک سرگودھا کلیانہ پہاڑی پر واقع ہے۔مختلف روایات کے مطابق آپؒ کی بے شمار کرامتیں ہیں۔آپؒ نگاہ سے ہی لوگوں کے کام کیا کرتے تھے۔جو بھی حاجت مند آتا بامراد ہو کر جاتا۔آپؒ اپنے مرشد کے حکم سے ایمن آباد تشریف لائے تھے۔آپؒ کا وصال تقریباً 1973ء کو ہوا۔آپؒ کا مزار مبارک ایمن آباد روڈ نزد تاج چوک میں واقع ہے۔آپؒ کا عرس مبارک ہر سال ۲۹ ۳۰ ۳۱ جیٹھ کو منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سخی محمد بوٹا قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش 1898ء میں جالندھر میں ہوئی۔ آپؒ نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ کی جالندھر میں ورکشاپ تھی۔ جہاں آپ گاڑیاں ٹھیک کرتے تھے۔ آپؒ اتنے بڑے مکینک تھے کہ جو گاڑی کسی سے ٹھیک نہ ہوتی آپ ٹھیک کر دیتے تھے۔ آپ 1947ء میں گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔ آپؒ نے تقریباً پندرہ سال حضور سیدنا علی ہجویری داتا صاحبؒ کے مزار پر حاضری دی۔ آپؒ نے دست بیعت حضرت پیر سید نیاز احمد شاہ قادری نوشاہیؒ سے کی۔ آپؒ مہینے میں ایک یا دو دن کیلئے گھر تشریف لاتے۔ آپؒ کا زیادہ وقت لاہور میں ہی گزرا۔ لاہور میں آپ کے زیادہ مریدین ہیں۔ آپؒ کے پاس جو کوئی بھی دعا کے لئے آتا آپؒ اس کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے۔ جو مستجاب ہوتی۔ ایک مرتبہ چوہدری نذیر احمد (کوہستان بس والے) آپ کی خدمت میں دُعا کے لئے حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور ایک بس چلانے کا ارادہ ہے۔ آپ دعا فرمادیں۔ آپؒ نے اسکی طرف منہ کر کے فرمایا تم ایک بس کی بات کرتے ہو کئی بسیں چلیں گیں۔ آپ کا یہ فرمانا تھا تو پھر اس کے لئے رزق کے دروازے کھل گئے اور آج بھی کوہستان بس سروس آپ کی دعا کا اثر نظر آ رہا ہے۔ آپؒ کی کرامات بھی بے شمار ہیں مگر طوالت کے خوف سے نہیں لکھی جا رہیں۔ آپ کا وصال 15 اگست 1961ء میں ہوا۔ آپ وفات سے پندرہ دن پہلے ہی لاہور سے گوجرانوالہ تشریف لے آئے تھے۔ آپؒ کا سالانہ عرس ہر سال 24, 23 ستمبر کو اے بلاک عقب گورنمنٹ گرلز کالج ماڈل ٹاؤن میں منعقد ہوتا ہے۔ آپ کے جانشین آپؒ کے پوتے نثار احمد قادری صاحب ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا بھولے شاہ نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

(لدھے والا وڑائچ)

آپ کا مشہور نام بھولے شاہ تھا۔ آپ کے اصل نام کا پتہ تو نہیں چل سکا۔ اس لیے آپ اسی نام

سے مشہور ہوئے۔ آپ 1253ء ہجری کو لدھیانہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کا لقب بوعلی تھا۔ جو آپ کے مرشد نے رکھا تھا۔ آپ کے مرشد فرماتے تھے اے بھولے شاہ مجھے تم میں حضرت علیؓ کی خوشبو آتی ہے۔ آپ نے جوانی کی عمر میں شادی کی تھی۔ پھر آپ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جو بعد میں فوت ہو گیا۔ پھر آپ کے ہاں دوسرے بیٹے کی ولادت ہوئی تو اس بیٹے کی ولادت کے بعد آپکی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ کے بیٹے کا بھی انتقال ہو گیا۔

اس صدمے کی وجہ سے آپکا دل دنیا سے بیزار ہو گیا۔ آپ ویرانوں اور جنگلوں میں چلے جاتے تھے۔ اور اپنا اکثر وقت وہاں ہی گزارتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ دہلی کے بازار سے گزر رہے تھے۔ رات 2 بجے کا وقت تھا۔ آپ کو اللہ اللہ کی آواز آئی۔ کوئی اللہ کا بندہ ذکر کر رہا تھا۔ آپکو اس آواز میں بڑی کشش محسوس ہوئی۔ آپ نے اس آواز کے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ وہ آواز آپکے مرشد حضرت آغا حسین اللہ غزنویؒ کی تھی۔ وہ اس وقت ذکر کر رہے تھے۔ جب آپ انکے پاس پہنچے تو انہوں نے بڑے غور سے آپکو دیکھا اور آپ پر ایسی توجہ کی کہ پھر آپ وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ پھر آپ کئی سال تک اپنے مرشد کی صحبت میں رہے۔ پھر انہوں نے آپکو حکم دیا کہ آپ سرہند کے قریب لال مسجد ہے۔ وہ جا کر آباد کریں۔ جب آپ سرہند کی طرف جا رہے تھے تو رات کا وقت تھا۔ آپ ایک گاؤں میں پہنچے۔ آپ نے وہاں رات قیام کرنا تھا۔ مگر کوئی آپکو اپنے ہاں ٹھہرانے کو تیار نہیں تھا۔ کیونکہ آپکا قد 7 فٹ تھا۔ اور آپ قوی جسم کے مالک تھے۔ سب لوگ آپ سے ڈر رہے تھے۔ ایک آدمی نے محبت سے آپکو اپنے گھر میں جگہ دی۔ مگر دل میں وہ ڈر رہا تھا کہ پتہ نہیں یہ اجنبی کیسا ہو۔ اس نے آپکو کمرے میں سلا دیا اور باہر سے تالا لگا دیا۔ آپ نے وضو کے لیے اس سے پانی کا لوٹا بھی منگوا لیا تھا۔ رات کو وہ آدمی کھڑکی سے آپکو دیکھنے آیا تو اس نے دیکھا کہ لوٹا الٹا پڑا ہے اور پانی کا وہاں نشان نہیں ہے۔ اور آپکے جسم کے سارے اعضاء الگ الگ پڑے ہیں۔ اس نے شور مچا دیا اور لوگوں کو بلانا شروع کر دیا کہ کوئی مہمان کو قتل کر گیا ہے۔ مگر دروازے کو تالہ لگا ہوا تھا۔ جب لوگ اکٹھے ہوئے تو سب نے دیکھا کہ آپ مسجد کی طرف سے آ رہے ہیں یہ صورت دیکھ کر وہ آدمی آپ کا مرید ہو گیا۔ یہ آپکا پہلا مرید ہوا تھا۔

پھر جب آپ لال مسجد پہنچے تو وہاں مسجد میں ہندوؤں نے اپنے جانور باندھے تھے۔ آپ نے

جا کر مسجد کی صفائی کی۔اور رہنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ رات یہاں نہ رہیں یہاں رات کو ایک بہت بڑا اژدھا آتا ہے وہ کسی جاندار کو نہیں چھوڑتا۔ یہاں تک کہ علاقے کا چوہدری بھی مغرب کے بعد آیا اور کہا آپ رات میرے گھر قیام کریں مگر یہاں نہ رہیں۔ آپ نہ مانے۔ جب صبح ہوئی تو سب لوگ آپکو دیکھنے کے لیے آئے۔ دیکھا تو آپ ویسے ہی بیٹھے تھے۔ پھر وہ لوگ بہت متاثر ہوئے۔اور اکثر لوگ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ پھر آپ کے مسلسل قیام کی وجہ سے سارا علاقہ مسلمان ہو گیا۔ پھر وہ لوگ خود مسجد کی صفائی کرتے تھے۔آپ شریعت وسنت کے بڑے پابند تھے۔اور مریدین کی اصلاح پر بڑا زور دیتے تھے۔آپکے مرشد کا سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ تھا۔اس لئے آپ شریعت وسنت پر بڑا زور دیتے تھے۔آپ نے کئی سال تک حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار مبارک پر ڈیوٹی دی ہے۔

حضرت صوفی برکتؒ لدھیانوی آپ کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ایک مرتبہ آپ حضرت مجددؒ صاحب کے مزار پر تھے۔تو صوفی برکت علی صاحب تشریف لائے۔ تو آپ نے صوفی صاحب کو حضرت مجددؒ صاحب کے مزار پر لے جا کر عرض کی حضرت اس نوجوان کو دین کے راستے پر چلائیں۔اس وقت صوفی برکت علی صاحب جوان تھے۔اس لئے حضرت صوفی برکت علیؒ صاحب فرماتے تھے کہ مجھے جو کچھ بھی ملا ہے حضرت بابا بھولے شاہؒ کی دعا سے ملا ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ بابا بھولے شاہ میری ماں کی طرح ہیں۔ مجھے ان سے ہر چیز ملی ہے۔ حضرت میاں شیر محمدؒ شرقپور شریف والے بھی آپ سے ملنے آتے تھے۔

حضرت مولوی یاسینؒ صاحب (اندھوں کی مسجد والے) بھی اکثر آپکی صحبت میں آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولوی یاسینؒ صاحب آپ کو ملنے آئے ہوئے تھے۔تو انکے گھر سے پیغام آیا کہ پنڈی سے مہمان آئے ہیں۔آپ گھر واپس آئیں۔ جب مولوی یاسینؒ صاحب نے آپ سے اجازت مانگی تو آپ نے اجازت نہ دی۔ پھر مولوی صاحب نے دو تین بار اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا مولوی صاحب اگر دوزخ میں جانا ہے تو چلے جاؤ۔ اگر جنت میں جانا ہے تو رک جاؤ۔ پھر مولوی یاسین صاحب نے جانے سے انکار کر دیا۔ اور رات حضرت کے پاس ہی قیام کیا۔ پھر اگلے دن حضرت نے آپکو جانے کی اجازت دے دی۔ شروع شروع میں آپ لوگوں کو کم مرید کرتے تھے۔ پھر آخری عمر میں عام مرید کرتے تھے۔آپ کے دو خلیفہ تھے۔ (۱) اللہ رکھا (۲) خیر دین۔ یہ فیصل آباد کے رہنے والے تھے۔اور دونوں حضرت کی زندگی میں ہی انتقال

کر گئے تھے۔

آپ ذکر اسم ذات نفی اثبات کے علاوہ درود ہزارہ کا بتاتے تھے۔ درود ہزارہ آپکا خاص وظیفہ تھا۔ جس کا بھی کوئی کام اٹکتا آپ اسے درود ہزارہ کا بتاتے تھے تو کام ہو جاتا تھا۔ آپ نے زندگی کے آخری سال فیصل آباد میں گزارے تھے۔ آپ کے زیادہ انصاری برادری کے لوگ مرید تھے۔ جب آپکی زندگی کے چند دن رہ گئے تو آپ گوجرانوالہ میں لدھے والا وڑائچ میں حاجی فتح محمد انصاری کے گھر آ گئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میری زندگی کے چند دن رہ گئے ہیں پس مجھے اپنی قبر کے لیے جگہ چاہیے۔ کسی مرید نے حامی نہ بھری تو آپ نے اپنے مرید شفیع ڈوگر کو بلایا اور کہا کہ جو مجھے قبر کے لیے جگہ دے گا میں اتنی جگہ اس کے لیے جنت میں ضمانت دوں گا۔ تو انھوں نے کہا بابا جی ہم بھی آ چکے ہیں اور جگہ بھی آ چکی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ صوفی برکت علیؒ صاحب میری قبر کی جگہ کی نشاندہی کریں گے۔ پھر آپ نے کہا کہ جس نے مجھے قبر کی جگہ دی ہے۔ انکو میرے بعد ساری جگہ ملے گی۔ پھر آپ نے کہا یہ جگہ میرے نام نہ کروانا ہو سکتا ہے میرے بعد میرے خاندان کا کوئی فرد آ کر قبضہ نہ کر لے۔

آپ اپنا عرس حضرت مجدد صاحب کے عرس کی مناسبت سے ہر سال 27،26 صفر کو کروانے کی ہدایت کر گئے تھے۔ اس لیے آپ کا عرس 3 دن کے لیے ہوتا ہے جہاں زائرین کے لیے لنگر کا اہتمام ہوتا ہے۔ آج بھی آپ کے مزار کے ساتھ مسجد میں جمعہ کو ختم خواجگان کی مجلس ہوتی ہے اور آپ کے نام پر ڈسپنسری بھی قائم ہے آپ کا مزار حافظ آباد لدھے والا وڑائچ میں واقع ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت بابا بھولے شاہؒ مرید حضرت آغا حسن اللہ غزنویؒ مرید حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلویؒ مرید شاہ محمد عمر مجددیؒ مدنی مرید حضرت احمد سعیدؒ مدنی مرید حضرت شاہ ابو سعیدؒ مرید حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ مرید حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ مرید حضرت خواجہ نور محمدؒ بدایونی مرید حضرت خواجہ سیف الدینؒ مرید حضرت خواجہ محمد معصومؒ مرید حضرت مجدد الفِ ثانیؒ

☆☆☆☆☆

حضرت بابا بھولے شاہ سرکار رحمۃ اللہ علیہ

(کاموکی)

آپ کی پیدائش کے بارے کوئی معلوم نہ ہو سکا۔آپ کے وصال کو تقریباً 250 سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔آپ کا مزار مبارک برلب سڑک جی ٹی روڈ کاموکی شہر میں ہے۔آپ کا ہر سال عرس مبارک 24, 25, 26 ساون کو بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔آپ کے مزار مبارک پر آج بھی جو بھی حاجت مند آتا ہے بامراد ہوتا ہے۔آپ کے بارے میں مشہور ہے جس کسی کو بھی بخار ہوتا ہے آج بھی آپ کے مزار کے خدام ایک روڑہ دیتے ہیں جو باندھنے پر فوراً بخار اُتر جاتا ہے بعدازاں مزار مبارک پر آ کر لوگ شیرینی تقسیم کر دیتے ہیں۔ ہر ماہ کو گیارہویں شریف کا ختم ہوتا ہے محفل سماع، محفل نعت، محفل قرآن اکثر ہوتی رہتی ہیں۔آپ کے مزار مبارک کے ساتھ ایک بڑی جامع مسجد بھی ہے جہاں پر تعلیمِ قرآن اور باقاعدہ پانچ وقت نماز کا اہتمام ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت باباشاہ پنن ولی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی تاریخ پیدائش کا علم نہ ہوسکا۔آپؒ کے والدین تلکونڈی کھجوروالی کے رہائشی تھے۔ان کا پیشہ سبزی بیچنا تھا۔آپؒ پیدائشی ولی اللہ تھے۔آپؒ بچپن میں والدہ ماجدہ کے ساتھ سبزی فروش کے لئے جاتے تو آپؒ نے جوٹوکرہ سرپراٹھایا ہوتا وہ سر سے دوفٹ اوپر ہوا میں معلق ہوتا۔تقریباً1600ء میں آپ گھر سے چلے گئے اور موضوع ابدال متصل اروپ تشریف لے گئے۔ جہاں آپؒ نے ایک مسجد تعمیر کروائی۔ کچھ عرصہ ریاضت وعبادت میں وہیں رہے۔مگر اہل علاقہ کے اخلاق وحالات نے موافقت نہ کی۔آپؒ اروپ تشریف لے آئے پھر آپؒ ساری عمر تادم مرگ یہیں رہے۔ جہاں آپکا مزار مبارک ہے۔آپؒ کوحضرت سید علی ہجویری داتا صاحبؒ سے اویسی نسبت تھی۔آپؒ ہرسال حضورداتا صاحبؒ کے عرس پرتشریف لے جاتے۔حضرت خواجہ برکت علی چشتی صابریؒ (اروپ والے) نے1940ء میں فرمایا تھا کہ حضور باباشاہ پننؒ کا نام حضورداتا صاحبؒ کے روحانی مریدوں میں شامل ہے۔آپؒ نے صوم وصلوٰۃ اورشریعت کی تمام عمر پابندی کی۔آپؒ کا مزار مبارک اروپ میں واقع ہے۔آپؒ کا سالانہ عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت شیخ پھلے شاہ رسول نگری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ شیخ فتح الدین بن شیخ محمد آفتاب صاحب سلیمانیؒ کے فرزند اکبر تھے۔ بیعت طریقت اپنے حقیقی چچا شیخ حمزہ شاہ صاحب جوکالویؒ سے تھی۔انہیں سے خلافت پائی۔

آپؒ اکابر حضرات سلیمانیہ نوشاہیہ سے تھے۔

تربیت وتکمیل

منقول ہے کہ آپؒ درگاہ عالیہ سلیمانیہ پر چندروز معتکف رہے۔ وہاں سے حکم ہوا کہ تمہارا فیض خواجہ اختیار شاہؒ قادری نوشاہی ساکن چنیاں ضلع گوجرانوالہ کے پاس ہے۔ چنانچہ آپؒ وہاں گئے آپؒ کو دیکھتے ہی خواجہ صاحب نے فرمایا آج رات سے تمہارا انتظار تھا اچھا ہوا کہ تم آ گئے۔ چنانچہ وہاں سے آپ نے فیض اخذ کیا اور تکمیل پائی۔

اوراد ووظائف

آپؒ درود شریف مستغاث بامحل روزانہ بلا ناغہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت سیّد حافظ الٰہی بخش ؒ مظہر حق بن سید حافظ نور اللہ صاحبؒ فرشتہ صفات برخورداریؒ کے ہاتھ مبارک کا لکھا ہوا درود شریف آپؒ کے پاس موجود تھا اس پر تلاوت کیا کرتے تھے۔

تاثیر نگاہ

منقول ہے کہ ایک روز آپؒ کی مجلس میں سماع ووجد کا بازار گرم تھا۔ چند سکھ سواروں نے مسخری کی آپؒ نے ان پر ایسی نگاہ فرمائی کہ وہ اُسی وقت بیہوش ہو کر گھوڑوں سے گر پڑے اور دیر تک بازار کی نالیوں میں تڑپتے رہے۔

فائدہ

بزرگوں کی نگاہ سے وجد کا ہونا یا بیہوش ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا فخر الدین چشتیؒ دہلوی نے بوقت سماع کے دو افغانوں پر نگاہ کی۔ تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

کمالات

آپؒ تمام اولاد حضرت سخی بادشاہؒ سے اپنے معاصرین میں سے تفوق رکھتے تھے صاحب جذبہ

عزیزالوجود، مستقیم الاحوال تھے۔

اولاد

آپؒ کے چار بیٹے تھے۔(۱) شیخ فقیر بخش صاحبؒ (۲) شیخ بہاول پیر صاحبؒ (۳) شیخ اللہ والہ صاحب (۴) شیخ اللہ بندہ صاحبؒ۔موخرالذکر تینوں صاحبزادے بچپن میں انتقال کر گئے تھے۔

یاران طریقت

آپ کے خواص مرید یہ تھے۔

(1) شیخ فقیر بخش صاحبؒ فرزند (رسول نگر ضلع گوجرانوالہ)

(2) شیخ جیون شاہ بن شیخ عبداللہ شاہ سلیمانی بسراویؒ (مانگہ ضلع گجرات)

(3) شیخ چٹن شاہ بن شیخ صدق شاہ صاحب سلیمانیؒ (رسول نگر گوجرانوالہ)

(4) سید خدا بخش بن سید حافظ نور اللہ صاحب برخورداریؒ (ساہن پال شریف، گجرات)

(5) میاں امام شاہ بن میاں اکبر شاہ صاحب رحمانیؒ (بھڑی شاہ رحمان گوجرانوالہ)

(6) میاں امام بخش بن میاں خدایار بن میاں فیض بخش رحمانیؒ (بھڑی شاہ رحمان گوجرانوالہ)

(7) میاں بوٹے شاہ بن میاں فتح محمد صاحبؒ رحمانیؒ (بھڑی شاہ حمان گوجرانوالہ)

(8) میاں خدایار بن میاں فتح محمد صاحب رحمانیؒ (بھڑی شاہ رحمان گوجرانوالہ)

(9) میاں سلطان اعوان (رسول نگر گوجرانوالہ)

(10) میاں شیر اعوان (رسول نگر گوجرانوالہ)

(11) میاں مقرب اعوان (رسول نگر گوجرانوالہ)

(12) میاں پہلے خاں (رسول نگر گوجرانوالہ)

مدفن

شیخؒ پھلے شاہ کی وفات ۱۲۳۳ ہجری میں ہوئی۔مزار قصبہ رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں شہر سے

مغربی گورستان میں ہے۔وہ گورستان آپ کے نام پر قبرستان پھلے شاہ مشہور ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا پیرو شہید سرکار رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو گوجرانوالہ آئے تقریباً کافی عرصہ ہوگیا ہے۔آپؒ کے مزار پر ایسے لوگ آتے ہیں۔ جن کو چنبل اور خارش کی بیماری ہوتی ہے۔جو بھی آپؒ کے مزار پر تین اتوار آکر حاضری دے اور پھر نہائے تو اس کو اللہ تعالیٰ شفا دے دیتا ہے۔مزار کے باہر مردوں اور عورتوں کے لئے الگ الگ غسل خانے بنائے گئے ہیں۔اس کے علاوہ ہر قسم کی بیماری کیلئے بھی تین اتوار یہاں آنا ہوتا ہے۔پہلی اتوار نہانا ہوتا ہے۔ دوسری اتوار جھاڑو،نمک،اگر بتیاں اور چراغوں کے لئے تیل لانا ہوتا ہے اور تیسری اتوار کو کوئی میٹھی چیز تقسیم کرنی ہوتی ہے آپؒ کی زندگی کے بارے میں حالات نہیں مل سکے۔آپؒ کا عرس مبارک ہر سال ہاڑ کی تیسری جمعرات کو ہوتا ہے۔آپؒ کا مزار مبارک پیرو شہید سٹاپ نزد راہوالی کینٹ جی ٹی روڈ پر واقع ہے

☆☆☆☆☆☆

حضرت سید پیر شاہ بخاری قادری قلندریؒ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف بابا پیر شاہ لاڑا

حضرت بابا پیر شاہ صاحبؒ کا تعلق سادات گھرانہ سے تھا۔آپؒ بخاری سیّد تھے۔آپؒ کے آباؤ اجداد ہجرت کر کے منگو چک نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ میں آکر آباد ہوئے۔آپؒ مادرزاد ولی تھے۔ آپؒ بچپن ہی سے نہایت خاموش طبع،نیک سیرت اور سلیم الفطرت تھے۔مزاج شروع سے نرم و حلیم تھا۔ بعد میں آپؒ پر وجدانہ کیفیت ہو جاتی تھی۔آہستہ آہستہ مزاج گرم ہو گیا پھر آپؒ پر قلندری کیفیت کا غلبہ ہو گیا۔جذب و مستی کا بہت زیادہ غلبہ ہونے کی وجہ سے کئی کئی روز بولتے ہی نہ تھے۔گھر سے نکل جاتے

تھے۔ ویران اور بیابان جگہوں میں چلے جانا آپ کا وطیرہ ہوگیا تھا۔ اکثر بیشتر کئی کئی مہینے گھر سے غائب رہتے تھے۔ آپؒ پر سکر کا غلبہ ہونے کی وجہ سے آپؒ نے تمام عمر شادی نہیں کی۔ آپؒ کی کرامات بے شمار ہیں۔ جن کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ آپؒ آخری عمر میں چک سنتاں نزد گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ میں مقیم ہوئے۔ گاؤں کے بہت باہر نہر کے قریب ڈیرہ لگایا۔ لوگ آپؒ کے پاس اپنی حاجات لے کر آتے۔ اللہ رب العزت آپؒ کی برکت سے لوگوں کی حاجات پوری فرماتے۔ لوگ جوق در جوق آپ کے پاس آنا شروع ہوگئے۔ آپؒ کا مچ بہت مشہور تھا۔ جو آج تک جاری و ساری ہے۔ آپؒ کے مٹکے بھی بہت مشہور تھے۔ جو کوئی آپؒ کے پاس حاجت لیکر آتا آپؒ اس کو یہی کہتے کہ اتنے مٹکے پانی بھر کر لاؤ اور اس تالاب میں ڈال دو تمہارا کام ہو جائے گا۔

آپؒ اسی وجہ سے مچ مٹیاں والی سرکار بھی مشہور ہوگئے۔ لوگوں سے محبت کی وجہ سے آپؒ بابا پیر شاہ لاڑا کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپؒ کا وصال چک سنتاں میں 15 جیٹھ 1965ء میں ہوا۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 25,26,27 ہاڑ میں ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا پیر محمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

(المعروف پیر کندو والی سرکار)

حضرت پیر کندو کا نام پیر محمد سہروردیؒ تھا۔ آپؒ کا سن پیدائش معلوم نہیں ہوسکا۔ آپؒ حضرت حاجی دیوان سہروردیؒ خانقاہ ڈوگراں والے کے نواسے ہیں۔ آپ کو حضرت حاجی دیوانؒ چونکہ اکثر کندھوں پر سوار کر کے چلا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپؒ کا نام کندھوں والی سرکار سے پیر کندو سرکار معروف ہوگیا۔ آپ کے پاس کثیر تعداد میں آج بھی لوگ حاجات لے کر آتے ہیں اور بامراد لوٹتے ہیں۔ اگر کوئی منت پوری ہونے کے بعد آپؒ کے مزار پر حاضری اور شرینی وغیرہ تقسیم نہ کرے تو آپؒ اس کو خواب میں آکر کہتے ہیں کہ

تم نے غرباء میں لنگر تقسیم نہیں کیا پھر وہ آ کر حاضری بھی دیتا ہے اور لنگر بھی تقسیم کرتا ہے۔آپ سے آج بھی ہزاروں لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔آپ کی کرامات آج بھی جاری وساری ہیں۔تھوڑا عرصے پہلے کی بات ہے کہ ایک عورت جو اہلحدیث مکتبہ فکر سے تعلق رکھتی تھی۔ بزرگوں کا انکار کرنے والی تھی۔اور کہتی تھی کہ یہ اللہ والے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ایک دفعہ وہ غربت کی وجہ سے کافی پریشان تھی تو کسی کے کہنے پر وہ آپ کے دربار پر آئی اور فریاد کی کہ میں اتنی غریب اور ناتواں ہوں کی مفلسی اور غریبی میرے گھر میں راج کر رہی ہے۔نہ رہنے کی جگہ اور نہ کھانے پینے کے لئے میرے پاس کچھ ہے اور نہ ہی کوئی ذریعہ ہے۔اگر آپ سچے بزرگ ہو تو میری فریاد سنیں۔اللہ کی شان دیکھیں کہ کچھ ہی دنوں بعد اللہ رب العزت نے ایسا اسباب پیدا کیا کہ وہ آٹھ احاطہ قطعہ زمین کی مالک بن گئی۔ بعد ازاں وہ عورت آپ کے دربار پر حاضر ہوئی اور کئی دیگیں اللہ رب العزت کی راہ میں تقسیم کیں۔آپؒ کا دربار شریف حافظ آباد روڈ لنک بلال روڈ پر واقع ہے۔آپؒ کا عرس مبارک ہر سال یکم اپریل کو منایا جاتا ہے۔جو تین دن تک جاری رہتا ہے۔

حضرت صوفی تاج دین نقشبندی اویسی امینی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش انڈیا میں ہوئی پھر بعدازاں پاکستان تشریف لے آئے اور آپؒ کامونکی کے نزدیک تاج دین ٹاؤن میں آباد ہوئے۔ یہاں آپؒ نے زمین خریدی اور زمیندارہ شروع کیا یہی آپؒ کا ذریعہ معاش تھا۔ آپؒ نے تقریباً دس سال متواتر حضور داتا صاحبؒ کے مزار پر اعتکاف کیا۔ آپؒ مسجد نبوی ﷺ میں بھی اعتکاف کیا کرتے تھے اور 25 سال تک حج مبارک کی سعادت حاصل کی۔ آپؒ نفلی روزے بہت رکھتے تھے اکثر رجب شعبان رمضان روزے میں گزارتے تھے اور ہمیشہ قیام اللیل کیا کرتے تھے۔ آپؒ نے حضرت صوفی محمد امین نقشبندی مجددیؒ سے بیعت کی اور آپؒ کو حضرت اویس قرنیؓ سے اویسی نسبت بھی تھی۔ آپؒ روزانہ درس دیا کرتے تھے اور رزق حلال کمانے اور ملاوٹ نہ کرنے کی تاکید فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمیشہ اللہ کی رضا میں راضی رہو۔ آپؒ کے پاس اکثر لوگ اپنی حاجات لے کر آتے اور فیضیاب لوٹتے۔ آپؒ کو دل کا عارضہ تھا آپؒ نے 2006ء میں وفات پائی۔ آپؒ کے مزار پر ہر ماہ ختم مبارک محفل قرآن و محفل نعت ہوتی ہے اور بعدازاں لنگر کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک مین جی ٹی روڈ تاج دین ٹاؤن کامونکی میں واقع ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سید توکل حسین شاہ قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے تفصیلی حالات میسر نہ ہو سکے۔ آپؒ کے پیر و مرشد پیر گلاب شاہؒ تھے جو کوٹلی ریت والی

کے رہنے والے تھے۔آپؒ پر جذب و مستی کا غلبہ رہتا تھا۔آپؒ کی کرامات بہت مشہور ہیں۔ایک مرتبہ آپؒ کنواں پر نہا رہے تھے کہ ایک عورت نے مذاق کیا کہ بابا تم کو کسی کی کیا پرواہ ہے۔نہ کوئی فکر نہ فاقہ بس کھالیا اور نہالیا۔اس کے علاوہ تو کوئی کام ہی نہیں۔آپؒ نے بڑا ضبط کیا اور کہا کہ اچھا بی بی جاؤ ''اللہ تمہارا بھلا کرے۔''

آپؒ ابھی غسل سے فارغ ہو کر اپنے آستانے پر پہنچے بھی نہ تھے کہ وہ عورت آ کر بیٹھی ہوئی تھی۔آپؒ اس عورت کو دیکھ کر بولے تم یہاں کیوں آ گئی ہو۔اٹھو اپنے گھر جاؤ۔وہ کہنے لگی کہ نہیں بابا جی مجھے پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔میں آپؒ کی خدمت کروں گی۔کھانا پکاؤں گی مگر میں اپنے گھر واپس نہیں جاؤں گی۔آپؒ نے اس عورت کے گھر والوں کو بلایا اور کہا کہ اس کو لے جاؤ۔وہ عورت چلی گئی مگر کچھ دنوں بعد پھر اس کی یہی کیفیت ہو گئی۔وہ گھر سے بھاگ کر پھر آپؒ کی خدمت کے لئے آ گئی۔آپؒ نے رہنے کے لئے کڑی شرط لگائی تاکہ یہ واپس گھر چلی جائے۔آپؒ نے فرمایا اگر ہماری خدمت میں رہنا ہے تو سارا دن لوگوں سے بھیک مانگنا ہے۔عورت یہ شرط ماننے کے لئے تیار ہو گئی اور آپؒ کی مرضی کے مطابق خدمت کرنی شروع کر دی اور ساری عمر وہیں گزار دی۔ایک دن گدائی کر کے جب تھکی ماندی آپؒ کے خدمت میں پہنچی تو آپؒ حالتِ جذب میں تھے۔اسے دیکھ کر فرمایا کہ بی بی تم نے ہماری خدمت کر کے مجھے اور اللہ رب العزت کو راضی کیا ہے۔تمہاری خدمت قبول ہو گئی ہے۔جاؤ اللہ بھلا کر دے گا پھر اگلے دن اس عورت کا وصال ہو گیا۔آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 11 اسوج کو منایا جاتا ہے۔جو دو دن جاری رہتا ہے۔آپؒ کے پاس جو کوئی بھی حاجت مند آتا وہ اپنی مراد پاتا۔آپ کا عرس ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔محفل سماع اور لنگر بھی تقسیم ہوتا ہے۔آپؒ کا مزار مبارک چبہ سندھواں نزد کوٹ لدھا حافظ آباد روڈ میں واقع ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت توکل شاہؒ مرید حضرت گلاب شاہؒ مرید حضرت عظیم شاہؒ مرید حضرت غلام رسولؒ مرید حضرت محمد بختاورؒ مرید حضرت پاک رحمٰنؒ بھڑی والے مرید حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ

ج

حضرت سید جتی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ انڈیا سے تشریف لائے تھے۔ آپؒ کا سن پیدائش اور وصال معلوم نہ ہو سکا۔ آپ کے دربار کے ساتھ مسجد بھی ہے جس میں آپؒ ریاضت وعبادت کیا کرتے تھے۔ آج بھی لوگ آپؒ سے فیض اٹھا رہے ہیں روایت کے مطابق ایمن آباد میں آپ کا دربار سب سے پرانا ہے۔ آپؒ کا عرس ہر سال بڑی دھوم دھام منایا جاتا ہے۔ تقریباً دس ہزار لوگ حاضر ہوتے تھے۔ آپؒ کا دربار ایمن آباد گاؤں میں مرجع الخلائق ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت جلال عبدالسلام قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مزار حضرت کیلیانوالہ میں ہے۔ آپ عہد عالمگیری میں تشریف لائے۔ آپ دو بھائی تھے، ایک کا نام جلال اور دوسرے کا نام جمال تھے۔ دونوں سلسلہ قادریہ کے بزرگ تھے۔ دونوں بھائی عالم بے بدل اور ولی اللہ تھے۔ آپ کے درس تدریس میں علاقہ کے ہزاروں آدمی شرکت کرتے اور روحانی فیض حاصل کرتے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلطان سخی سرورؒ نے دھونکل سے واپسی پر اس جگہ قیام کیا۔ ان دونوں بھائیوں کا عرس محرم الحرام میں ہوتا ہے۔ جس میں ہزاروں عقیدت مند جمع ہوتے ہیں۔ اور ارادت کے پھول نذر کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت شاہ جمال اللہ نوری قادری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت

حضرت جمال اللہ نوری قادریؒ کی پیدائش موضع حضرت والا ضلع ڈیرہ غازی خاں میں ہوئی۔ آپ ؒ کا وطن مالوف قبلہ عالم حضرت میاں میر قادری لاہوری کے علاقہ پیدائش سے قریب ہی ہے۔ حضرت میاں میر قادری سیوستان کے رہنے والے تھے۔ حضرت جمال اللہؒ نوری کے حالات زندگی بہت کم دستیاب ہیں۔ بیشتر حالات کا دارومدار دو چار کتب تذکرہ اور ان کے خاندان میں سینہ بسینہ منتقل ہونے والی روایات پر ہے۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کے خاندان کے مورث اعلیٰ فاتح سندھ عماد الدین محمد بن قاسم کے ہمراہ فتوحات اور تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں سندھ تشریف لائے۔ چونکہ مسلم فاتحین اپنے ساتھ مبلغین اسلام اور فقہاو علماء کو لے کر چلتے تھے کہ مفتوحہ علاقہ کو اسلام کی روشنی سے جگمگا سکیں۔ اس لئے جمال اللہ نوریؒ کے مورث اعلیٰ کا فاتح فوج کے ساتھ برصغیر میں آنا قرین قیاس اور تاریخی حقیقت کے عین مطابق نظر آتا ہے۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ نے پہلے پہل اوچ شریف میں قیام کیا اور پھر ڈیرہ غازی خاں میں مقیم ہوئے۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یہ خاندان ڈیرہ غازی خاں کے قریبی گاؤں حضرت والا میں آ کر مقیم ہو گیا۔ معلوم نہیں اس گاؤں کا پہلا نام کیا تھا مگر چونکہ حضرت جمال اللہ نوریؒ کی ولادت تک اس گاؤں میں اس خاندان کے کئی بزرگ یکے بعد دیگرے رشد و ہدایت کا سلسلہ پھیلا چکے تھے۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ اس گاؤں کو اس خاندان کی عالی نسبی اور علمی و روحانی حیثیت کی بنا پر ''حضرت والا'' کہا جاتا تھا۔

حسب ونسب

حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ حسب ونسب کے لحاظ سے صدیقی تھے۔ آپؒ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ روحانی سلسلے سے آپؒ قادری تھے۔ اس طرح آپ کا سلسلہ مختلف شیوخ قادریت کی وساطت سے خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

خاندانی شجرہ

حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ بن حضرت شاہ مرید الدینؒ بن حضرت شاہ حسام الدینؒ بن حضرت شیخ محمد شریفؒ بن حضرت شیخ محمد حاجیؒ بن حضرت شیخ محمد احمدؒ بن حضرت شیخ عبدالرحمٰنؒ بن حضرت محمد شریفؒ بن حضرت شیخ معروفؒ بن حضرت شیخ داؤدؒ بن حضرت شیخ وجیہ الدینؒ بن حضرت شیخ نجم الدینؒ بن حضرت شیخ محمد سلمانؒ بن حضرت شیخ ابراہیمؒ بن حضرت عبدالشکورؒ بن حضرت شیخ علاؤالدینؒ بن حضرت شیخ مودودؒ بن حضرت شیخ قاسمؒ بن حضرت شیخ عبداللہ دریؒ بن حضرت شیخ عبدالمجید بسطامیؒ بن حضرت شیخ محمود بغدادیؒ بن حضرت شیخ جعفر بغدادیؒ بن حضرت شیخ قاسمؒ بن حضرت شیخ ابو محمد مکیؒ بن سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

ابتدائی تعلیم

آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی موضع میں اپنے دادا شاہ حسام الدین سے حاصل کی۔

لاہور آمد

اس کے بعد آپ لاہور تشریف لائے اور درس میاں وڈا صاحب میں شمولیت اختیار کی۔

لکھنو روانگی

لاہور میں جب دینی علوم حاصل کر چکے تو مزید علمی پیاس بجھانے کے لیے لکھنو تشریف لے گئے۔ اور اس زمانہ کے تمام علوم متداولہ میں درجہ کمال کو پہنچے۔

شہزادگان کے معلم

آپؒ کی شہرت کے پیش نظر اورنگ زیب کے عہد میں شاہی اتالیق مقرر ہوئے اور شاہزادوں کو زیور علم سے آراستہ کرتے رہے۔

روحانی تربیت

شاہ جمال اللہ نوریؒ دینی علوم کی تحصیل تو کر چکے تھے۔ روحانی و باطنی فیوض کی بارانِ رحمت نے

انہیں مِس خام سے کندن بنادیا۔ حضرت میاں میر کی خانقاہ ان کے لیے دبستانِ معرفت ثابت ہوئی۔ کہتے ہیں کہ زمین جس قدر زرخیز ہوتا اتنا ہی زیادہ نم قبول کرتی ہے۔ شاہ جمال اللہ نوریؒ کی کشت آرزو تو مدتوں سے ایسے ہی ابرِ گوہر بار کے برسنے کی منتظر تھی۔ اس لیے آپؒ نے حضرت میاں میر قادریؒ کے چشمہ معرفت سے جی بھر کر سیرابی حاصل کی۔ حضرت میاں میر قادریؒ نے آپ کو روحانی گداز، باطنی مشاہدات اور روحانی سوز و ساز سے بہرہ ور کر دیا۔ عبادت و ریاضت میں اوقات بسر ہونے لگے مجاہدہ اور ریاضتیں ان کا معمول بنتی گئیں اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ حضرت میاں میر قادریؒ آپ کی روحانی کاوشوں کو اپنی پسندیدگی سے نوازنے لگے۔

حضرت میاں میر قادریؒ کا معمول تھا کہ کسی طالبِ راہ حق کو خصوصی عنایات سے نوازتے تو اسے مجاہدوں اور ریاضتوں سے گزار کر اپنے کسی خلیفہ خاص کے سپرد کر دیتے تا کہ یہ رہ نورد راہ حق منزل حق و صداقت پر فائز ہو سکے۔ شاہ جمال نوریؒ کی روحانی تربیت کی تکمیل کے لیے حضرت میاں میر قادریؒ نے انہیں مریدِ خاص اور خلیفہ حضرت شاہ ابوسعید معصومؒ کے سپرد کر دیا۔

حضرت ابوسعید معصومؒ (۱) کی نگاہ کیمیا اثر نے حضرت میاں میر قادری کے حکم کی تعمیل میں اس صالح نوجوان کو روحانی طور پر وہ سربلندیاں عطا کیں کہ دوسرے مریدین اس پر رشک کرنے لگے۔ جب شیخ کامل نے دیکھ لیا کہ صاحبِ دل مرید نے اس کے حلقہ تربیت سے پورا پورا استفادہ کر لیا ہے تو انہوں نے حضرت شاہ جمال نوریؒ کو خرقہ خلافت عطا کیا۔ حضرت شاہ جمال نوریؒ تو خرقہ خلافت سے زیادہ اپنے شیخ کی صحبت میں رہنا پسند کرتے تھے۔ انہیں اپنے شیخ سے دوری گوارا نہ تھی۔ مگر حضرت ابوسعید معصومؒ نے شفقت سے سمجھایا کہ ' شمع کا کام روشنی پھیلانا ہے۔ اسلام کا مقصود بھی یہی ہے کہ ہدایت کی روشنی پھیلتی رہے۔ ہم نے حق و صداقت کی جو شمع تمہارے سینے میں روشن کی ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ اس کی روشنی سے زیادہ سے زیادہ خلق خدا کو فیض یاب کرو اور اپنے علم و حکمت سے ان علاقوں کو فیض یاب کرو جو تعلیمات اسلامی کی روشنی سے محروم ہیں۔

اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل میں آپؒ نے اپنے سر کو جھکا لیا تو حضرت ابوسعید معصومؒ حضرت میاں میرؒ کے ایماء پر فرمانے لگے:

---

(۱) حضرت شاہ ابوسعید معصوم عظیم المرتبت ولی اللہ تھے۔ آپ کا مزار اقدس موضع کوٹ رندھاوا ضلع امرتسر میں ہے۔

''ہم نے گوجرانوالہ کی ولایت تمہارے سپرد کی ہے۔ جاؤ اور اس علاقے میں عظمت اسلام کے پیغام کو عام کردو۔ اس علاقہ کی مخلوق خدا کو اسلام اور قرآن کی تعلیم سے آشنا کرو۔ ظلمتوں میں ایمان کے چراغ روشن کرو اور تاریک دلوں کو نور ہدایت سے جگمگادو۔''

گوجرانوالہ آمد

آپؒ نے اپنے شیخ عالی مقام کے حکم پر آمنا وصدقنا کہا اور حکم کو بجالاتے ہوئے گوجرانوالہ کو روانہ ہوگئے۔ گوجرانوالہ کے موضع کچی کی بڑی مسجد کے امام مقرر ہوئے۔ چونکہ شاہزادوں کے اتالیق تھے اس لیے بادشاہ کی طرف سے دو کنوئیں ان کے نام وقف تھے۔

وصال

آپؒ نے ۱۰۶۰ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۹۷ برس تھی۔ وفات کے بعد آپؒ اسی مرکز رشد وہدایت یعنی خانقاہ قادریہ بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ میں مدفون ہوئے۔ جہاں آپؒ نے زندگی بھر تعلیمات مصطفوی ﷺ کو عام کرنے کا مقدس فریضہ انجام دیا تھا۔

اولاد

حضرت داتا شاہ جمال نوریؒ کے دو فرزند ارجمند تھے۔ بڑے بیٹے کا نام شاہ عبدالرحیم اور چھوٹے کا نام شاہ عبدالکریم تھا۔

شجرہ طریقت

حضرت جمال اللہ نوری قادریؒ مرید حضرت محمد سعیدؒ مرید حضرت میاں میر لاہوریؒ مرید حضرت خضر ابدال بیابانیؒ مرید حضرت سید احمدؒ مرید حضرت سید عابدؒ مرید حضرت ابوالقاسمؒ مرید حضرت شیخ ابوبکر موسیٰ حلبیؒ مرید حضرت شاہ ابوداؤدؒ مرید حضرت شاہ سلیمانؒ مرید حضرت ابوبکر جعفرؒ مرید حضرت حسن علیؒ مرید حضرت شیخ عبدالرزاقؒ مرید حضرت شیخ سید محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث الاعظمؒ مرید حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومیؒ مرید حضرت ابوالحسن ہنکاری قرشیؒ مرید حضرت ابوالفرح طرطوسیؒ مرید حضرت عبدالواحد تمیمیؒ مرید

حضرت ابوبکر شبلیؒ مرید حضرت جنید بغدادیؒ مرید حضرت شیخ سری سقطیؒ مرید حضرت شیخ معروف کرخیؒ مرید حضرت خواجہ داؤد طائیؒ مرید حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ مرید حضرت خواجہ حسن بصریؒ مرید حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ مرید حضور شمس الضحیٰ نورالہدیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا محمد جمیل انصاری چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی تاریخ پیدائش کا صحیح علم نہ ہو سکا۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم گوجرانوالہ میں ہی حاصل کی۔ آپؒ نے دنیاوی تعلیم انٹر تک حاصل کی اور دینی تعلیم بھی حاصل کی۔ آپؒ نے عرصہ دراز تک بابا شاہ دین والی مسجد چھپر والی میں نماز جمعہ اور خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ آپؒ کو اللہ والوں کی صحبت میں رہنا شروع سے ہی پسند تھا۔ جس کی تلاش میں آپؒ اکثر و بیشتر اہل اللہ کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے۔ آپؒ نے تقریباً 36 سال تک بابا فیروز دینؒ المعروف بابا نوری بوری والی سرکار کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ آپؒ انہی کے فیض یافتہ تھے۔ حضرت بابا نوری بوری سرکارؒ مجذوب تھے۔ آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپؒ کو خالص نسبت سے نوازا تھا۔ پھر آپؒ آخری عمر تک گوشہ نشین رہے۔ آپؒ 11 جولائی 1973ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 27 ہاڑ کو منایا جاتا ہے۔ آپؒ کا مزار صابری چوک فرید روڈ ملحقہ مسجد صابری کے ساتھ قبرستان میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت شیخ جوائے شاہ سیّد نگری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ شیخ فتح الدین بن شیخ محمد آفتاب صاحب سلیمانی رسول نگریؒ کے فرزند اصغر تھے۔ بیعت وارادت اپنے حقیقی چچا شیخ حمزہ شاہ صاحب جو کالویؒ سے تھی۔

فقر میں کمال پانا

منقول ہے کہ ابتدائے احوال میں آپؒ کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ بیساکھ کے مہینہ میں فصل گندم کی کٹائی کر رہے تھے کہ شاہ راجن قتال بخاریؒ (مدفون بُرا متصل علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ) کے دربار کا مجاور بابا درباری شاہ سارے گاؤں سے بھریاں (گندم کے گٹھے) لیتا ہوا آیا اور آپ کو کہا شاہ راجن کی بھری دو۔آپؒ نے کہا تم فقیروں کو بھی نہیں چھوڑتے۔اس نے کہا ابھی تم فقیر نہیں صرف فقیروں کی اولاد ہو۔جب خود فقیر ہو جاؤ گے تو بھری نہ دینا۔آپ کو یہ طعنہ ناگوار گزرا۔اسی وقت سب کاروبار چھوڑ کر درگاہ عالیہ حضرت سخی شاہ سلیمان نوریؒ پر بمقام بھلوال تشریف لے گئے۔جاتے ہی لاٹھیوں سے قبر کو مارنا شروع کیا۔اور بے باکانہ کہا کہ آپ کے ہوتے ہوئے لوگ مجھ کو طعنے دیتے ہیں کہ تم فقیر نہیں ہو۔لہٰذا اب مجھے فقر کا طریقہ بتاؤ۔سات روز تک وہاں رہے۔لیکن کچھ معلوم نہ ہوا آخر مایوس ہو کر وہاں سے چلے آئے۔راستہ میں ایک ضعیف العمر بزرگ ملا۔اس نے حقیقت حال پوچھا۔آپؒ نے تمام ماجرا کہہ سنایا اور کہا کہ حضرت سخیؒ بادشاہ میں کوئی فیض نظر نہیں آیا۔اس پر مرد نے کہا کہ واپس جاؤ اور ادب و تعظیم سے التجا کرو سب کچھ مل جائے گا۔آپ کی طبیعت میں تاثر ہو گئی اور واپس دربار شریف پر پہنچے اور گریہ وزاری کر کے اپنے قصور معاف کروایا۔حضرت سخی بادشاہؒ نے مشاہدہ میں جمال کرایا۔اور فرمایا بیٹا! چنتیاں میں خواجہ اختیار شاہ کے پاس جاؤ۔آپ خوش بخوش وہاں سے رخصت ہوئے۔اور مسافت طے کرتے ہوئے چنتیاں (متصل ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ) میں پہنچے۔اور خواجہ اختیار شاہؒ کو ملے اور کہا کہ میرا فیض آپ کے پاس امانت ہے اور میں حضرت سخی پیرؒ کی اولاد سے ہوں انہوں نے کہا کہ

''جتاں گھناں آ کر کہتا ہے کہ میں سخی پیرؒ کی اولاد سے ہوں۔''

یہاں سے چلے جاؤ۔آپؒ وہاں سے واپسی کے ارادہ پر اٹھ کھڑے ہوئے لیکن پھر خیال آیا ممکن ہے کہ میرا فیض اس جگہ نہ ہو۔جیسا کہ یہ کہتے ہیں لیکن انہوں نے یہ کیوں کہا کہ جتاں کھناں سخی کی اولاد بنتا ہے حالانکہ میرے اولاد سخی پیر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔آپؒ اس خیال کے ماتحت دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ میں آپ کا یقین دیکھنا چاہتا تھا۔الحمدللہ کہ آپ

ثابت قدم نکلے۔ واقعی آپ کا فیض اسی جگہ ہے چنانچہ ان کی صحبت و تربیت سے مقامات فقر سے متحقق ہوئے۔اس کے بعد کئی روز بابا درباری شاہ کی ملاقات کا اتفاق ہوا تو آپ نے پوچھا بابا صاحب بتاؤ ابھی میں فقیر ہوا ہوں یا نہیں؟ انہوں نے کہا اب واقعی آپ فقیر کامل ہو گئے ہیں۔

وفات کے بعد کرامت

سید عمر بخش بن سید لطف الدین صاحب برخورداری ساہن پالوی ؒ کے ہاں اولاد پیدا ہو کر مرجاتی تھی۔ وہ نہایت مایوس ہو چکے تھے ایک رات آپ ؒ خواب میں ان کو ملے۔ اور کہا تمہارا بوٹا لگ جائے گا۔ چنانچہ اس بشارت کے مطابق ان کے گھر لڑکا کا تولد ہوا۔ جس کا نام بوٹے شاہ رکھا گیا۔

یارِ طریقت:

آپ ؒ دنیا سے بے اولاد رخصت ہوئے۔ آپ ؒ کے مریدوں سے آپ ؒ کے ہمجدی بھتیجے شیخ صدق شاہ بن شیخ خان بہادر صاحب سلیمانی رسول نگری ؒ صاحب خلافت اور آپ ؒ کے جانشین تھے۔

مدفن:

شیخ جوائے شاہ ؒ کی وفات ۱۲۴۰ ہجری میں ہوئی۔ قبر موضع سید نگر ضلع گوجرانوالہ میں گاؤں سے باہر مشرقی طرف ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت حافظ محمد جھنڈا نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد جھنڈا ؒ اپنے دور کے مشہور شاعر تھے۔ آپ ؒ کا شماران شعراء میں ہوتا ہے جنہوں نے شاعری کو صوفیانہ مضامین کی توضیح کے لئے ایک ذریعہ کے طور پر استعمال کیا۔ آپ ؒ کی زندگی سنت نبویؐ کی تصویر تھی۔ چونکہ شرعی امور پر سختی سے کاربند تھے اس لئے اپنی شاعری میں بھی انہوں نے بہت سے رموز کی ترجمانی کی ہے۔

ان کا اصل نام حافظ عبدالعلی تھا۔ ان کے والد کا نام محمد جانی تھا۔ آپؒ 1849ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ والد خداترس اور دیندار انسان تھے۔ اس لئے انہوں نے بیٹے کی تربیت بھی دینی رجحانات کو پیش نظر رکھ کر کی۔ محمد جھنڈاؒ نے بہت چھوٹی عمر میں قرآن حکیم حفظ کرلیا تھا۔ ادبی وعلمی حلقوں میں حافظ محمد جھنڈاؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔

ان کی عمر ابھی آٹھ سال کی تھی کی چیچک کے مرض نے آلیا۔ زندگی تو بچ گئی مگر بینائی جاتی رہی۔ انہوں نے اپنی نابینائی کو حصول علم کی راہ میں رکاوٹ نہ بننے دیا اور مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ بڑے ہوئے تو ان کی شاعری کی دھوم پورے برصغیر میں مچ گئی۔ آہستہ آہستہ یہ قومی نوعیت کے جلسوں کی جان بن گئے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسوں میں اہتمام سے شریک ہوتے اور ان اجتماعات کے لئے خصوصی طور پر لکھی ہوئی منظومات سناتے۔ ایک تو کلام خوبصورت تھا دوسرے قدرت نے ترنم کمال کا دیا تھا۔ اس لئے جب محوِ ترنم ہوتے تو سماں بندھ جاتا۔ دردانگیز کلام سناتے تو لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتیں۔ علامہ اقبالؒ حافظ محمد جھنڈاؒ کے کلام کو بطور خاص پسند فرماتے۔ اصرار کر کے ان سے کلام سنتے اور پھر بے اختیار رو پڑتے۔

حافظ محمد جھنڈا مدیہہ گو شاعر تھے۔ بہت تھوڑے وقت میں مشکل سے مشکل موضوع پر نظم کہہ سکتے تھے۔ خاص مواقع پر ان کی کہی ہوئی نظمیں ان کی قادرالکلامی اور مہارت فن کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں جو آج کل دستیاب نہیں۔ ان کا ایک مجموعہ کلام ''گلدستہ'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ جس سے ان کی شعری وفکری صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ آپؒ آلومہار شریف کے شیخ طریقت حضرت پیر سید چنن شاہؒ کے مرید تھے۔ آپؒ نے اپنے شیخ کی شان میں بھی کئی منقبتیں لکھی ہیں۔ آپؒ کے شیخ کو بھی آپؒ سے ازحد پیار تھا۔

حافظ محمد جھنڈاؒ نے 1915ء کو وفات پائی اور قبرستان کلاں گوجرنوالہ میں مدفون ہوئے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

خدا دے واسطے مینوں بچانا یارسول اللہ
بلا تھیں اور غم تھیں وی چھڑانا یارسول اللہ

میں ہوں حیران ہر ویلے کدی نہ چین آیا اے
مرے مقصود نوں پورا کرانا یارسول اللہ
مرے مولا کرو امداد ہاں اوکھا نہایت میں
کدی تے روندیاں نوں وی ہنسانا یارسول اللہ
نزع دا وقت ہے مشکل مری امداد نوں آنا
دغے ابلیس دے کولوں بچانا یارسول اللہ
فرشتے قبر وچ آکے جدوں مینوں بلاون گے
حمایت واسطے اس دم وی آنا یارسول اللہ
ہمیشہ نظر رحمت دی کرو حافظ وچارے تے
نہ اس مسکین نوں ہرگز بھلانا یارسول اللہ

غزل

نام اللہ دے اٹھ اے ساقی بھر دے جام شرابوں
پی کے مست ہووے دل میرا چھٹے جان عذابوں
درد قصائی جگر مرے دا کیا بیر بیرا
بھا پریم جلایا ایسا ہویا ودھ کبابوں
عشق کسے دا سکا ناہیں بھانویں کیہڑا ہووے
تاج حکومت خاک رلاوے کرے فقیر نوابوں
روز ازل دا لکھیا جیہڑا کدی قضا نہ ہووے
چھڈ بیہودہ کوشش چاندی بن دی نئیں سیمابوں
حافظ دنیا داراں کولوں رہو ہمیش کنارے
رب رازق کیہہ حاصل ہووے دنیا دے احبابوں

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر جہان شاہ گیلانی قادری چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف پیر جہانی

حضرت پیر جہانیؒ کا مزار مبارک ابدال گاؤں بٹر انوالی سٹاپ نندی پور نہر کے کنارے جنگل میں واقع ہے۔ آپ حضرت امام علی الحقؒ شہید سیالکوٹ والے کے ساتھ بھی تشریف لائے تھے۔ آپؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپؒ حضرت سید مردان علی شاہؒ کے بھائی تھے۔ آپؒ کے تفصیلی حالات بھی نہیں مل سکے۔ آپؒ کے مزار پر لوگ اپنی حاجات لے کر آتے ہیں اور با مراد لوٹتے ہیں۔ آپؒ کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے آپ شیر پر سوار ہو کر نندی پور نہر عبور کیا کرتے تھے۔ آپ کا عرس ہر سال دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت شیخ حافظ جیون شاہ قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

(چہل کلاں والے)

آپؒ کا آبائی وطن موضع چہل کلاں قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ تھا۔ آپؒ کے والد قوم کھوکھر سے تھے اور پیشہ نجاری کیا کرتے تھے۔ آپؒ نے ابتداء میں قرآن مجید حفظ کیا اور دینی تعلیم کے عالم ہوئے۔ بعض روایت کے مطابق آپؒ فتویٰ بھی لکھتے تھے۔ پیشہ نجاری و معماری اپنے والد میاں ماھنی اور اپنے دادا میاں ماجھی سے سیکھا تھا۔ منقول ہے کہ آپؒ موضع کوٹ لالہ میں کسی مکان کی تعمیر کر رہے تھے۔ اتفاقاً حضرت پاک رحمٰن صاحب بھڑیوالہ وہاں تشریف لائے۔ ان کو دیکھتے ہی آپؒ عاشق ہو گئے۔ اور راہ حق کا شوق دامنگیر ہوا اور ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ روایت کے مطابق جس وقت آپؒ بیعت ہوئے اس وقت آپؒ کی عمر 72 سال تھی اور حضرت پاک رحمٰن صاحبؒ عمر میں آپؒ سے چھوٹے تھے۔ منقول ہے کہ آپؒ روزانہ دربار بھڑی شریف جا کر اپنے پیر و مرشد کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے

اور الٹے پاؤں واپس آیا کرتے۔ کبھی پیر خانہ کی طرف پشت نہ کی۔ بارہ سال تک متواتر جاتے رہے۔ کبھی ناغہ نہ کیا۔ اس کے بعد حضرت پاک رحمٰن صاحبؒ نے آپؒ کو فرمایا بھائی جیون شاہ تم نے بہت عرصہ آنے کی تکلیف اٹھائی ہے۔ اب کبھی کبھی آیا کرو۔ چنانچہ اس کے بعد آپؒ ہر جمعرات کو بھڑی شریف حاضر ہوا کرتے۔ حضرت رحمٰن پاکؒ آپؒ کی خدمات وریاضات سے بہت خوش ہوتے۔ سلوک قادریہ نوشاہیہ پورا کرنے کے بعد آپؒ کو خلافت سے نوازا۔ اور موضع چھل کلاں میں رہ کر مخلوق خدا کو ہدایت دینے کی اجازت دی۔ حضرت پاکؒ رحمٰن صاحب کے نزدیک آپؒ کی بڑی قدرومنزلت تھی۔ وہ آپؒ کو ''بھائی جیون شاہ'' کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اور اپنی وفات کے وقت کچھ فیض بطور امانت آپؒ کے سپرد کیا اور فرمایا کہ میرے نواسوں میں سے جو شخص تمہارے پاس آ کر اس کی طلب کرے گا۔ اس کو دے دینا چنانچہ حضورؒ کے نواسوں میں سے میاں محمد زمان ولد میاں عبدالرحیم رحمانی بھڑیوالہ جب جوان ہو کر آپؒ کے پاس آئے اور اپنی امانت طلب کی تو آپؒ نے سینہ سے لگا کر نعمت باطنی ان کے سپرد کی۔ منقول ہے کہ حضرت پاکؒ رحمٰن صاحب کی وفات کے بعد چند سال آپؒ ان کی قبر شریف پر مجاور بھی رہے اور جاروب کشی کی خدمت انجام دیتے رہے۔

کرامات۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپؒ موضع کوٹ بھگوان داس میں کسی مکان کی عمارت کر رہے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ پہلے زمانہ میں ایسے فقیر ہوتے تھے کہ کچی دیواریں گھوڑوں کی طرح دوڑا سکتے تھے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ چنانچہ آپؒ نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر اس میں پھونک مارا تو وہ پھونک زندہ سانپ بن گیا۔ آپؒ نے اس سانپ کو پکڑ کر چابک کی طرح دیوار کو مارا تو وہ چل پڑی سب لوگ دیکھ کر آپ کے مطیع ومسخر ہو گئے۔

منقول ہے کہ آپؒ کا چھوٹا بیٹا میاں ابراہیم کسی گاؤں میں گیا اور وہاں ایک عورت پر مبتلا ہو گیا۔ جب گھر آیا تو آپؒ نے دیکھ کر فرمایا ابراہیم تیری نظر میں کچھ فتور معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا مجھ میں کچھ قصور نہیں۔ آپؒ نے فرمایا اگر تو سچا ہے تو خیر۔ اگر جھوٹا ہے تو اندھا ہو جائے گا چنانچہ اسی وقت اس کی نظر بند ہو گئی اور مر گیا۔

اولاد۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔

(1) میاں صدرالدین

(2) میاں ابراہیم

دونوں نوجوانی میں ہی لاولد فوت ہوگئے۔اب درگاہ شریف کی تولیت آپ کے چھوٹے بھائی۔ باباکھیون شاہ کی اولاد کے پاس ہے۔

یاران طریقت۔ آپ کے خواص مریدین یہ تھے۔

(۱) میاں صدرالدینؒ (فرزند اکبر آنجنابؒ)

(۲) میاں ابراہیم صاحبؒ (فرزند اصغر آنجناب)

(۳) باباکھیون شاہ ولد میاں مانیؒ (برادر آنجنابؒ)

(۴) میاں عظمت علی ولد کھیون شاہؒ (برادرزادہ آنجنابؒ)

(۵) بابا نامے شاہ درویشؒ

(۶) سید مٹھے شاہؒ

ؒ ان کا سلسلہ فقر موجود ہے۔

وصال۔

حضرت شیخ جیون شاہؒ کی وفات ۱۱۳۵ھ میں بعہدِ محمد شاہ بادشاہ ہوئی۔آپؒ کا مزار مبارک موضع چہل کلاں نزد قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سائیں جیون شاہ قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ شہر گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔آپؒ کے والد کا نام عمر بخش کشمیری تھا۔ کیونکہ آپؒ درویش صفت بزرگ تھے۔اس لئے لوگ آپ کو سائیں جیون شاہ درویش کہہ کر پکارتے تھے۔آپؒ نے

حضرت بابا احمد شاہ قادری نوشاہیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلوک کی منازل طے کیں۔ آپؒ کا مذاق شاعرانہ تھا۔ چنانچہ آپ نے ڈھولا، باراں ماہ، سہ حرفیاں لکھیں۔ آپؒ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا۔ تقریباً 300 سے زائد لوگ آپؒ سے بیعت ہوئے اور واصل باللہ ہوئے۔ آپؒ کا وصال بروز جمعہ ۱۴ صفر ۱۳۴۴ھ بمطابق 6 ستمبر 1925ء کو ہوا۔ آپؒ کا مزارک مبارک چونگی کھیالی متصل اکھاڑہ رحیم پہلوان سلطانی والا مبارک شاہ روڈ پر واقع ہے۔

شجرہ طریقت

سائیں جیون شاہؒ مرید احمد شاہؒ مرید الٰہی شاہؒ مرید امام شاہؒ مرید بابا جمال شاہؒ مرید میاں غلام شاہ ہرلؒ مرید میاں دلاور شاہ ہرل مرید حضرت حافظ برخوردارؒ ہرل مرید حضرت پاک رحمٰنؒ بھڑیوالہ مرید حضرت نوشہ گنج بخشؒ۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت شاہ جیونا چشتی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۸۳ھ میں ککر جاٹوں کے ایک خاندان میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کی طرف زیادہ رجحان تھا۔ کھیتوں میں اللہ کا ورد کرتے تھے۔ ہوش سنبھالا تو ایک چشتی بزرگ حضرت پیر تاج شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی اور کئی سال تک مرشد کی خدمت کرتے رہے۔ آخر خرقہ خلافت اور سندِ ولایت حاصل کی اور مرشد کے حکم کے مطابق موضع بلے والا میں تشریف فرما ہوئے۔ اس جگہ آپ نے ایک حلقۂ ذکر قائم کیا۔ اس محفل میں درجنوں لوگ شامل ہوتے اور کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے۔ جس جگہ آپ بیٹھا کرتے تھے مریدوں نے اسی جگہ ایک پختہ مکان بنوایا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کو اسی جگہ دفن کی گیا۔ ہر سال بیساکھ میں آپ کے مزار پر میلہ لگتا ہے اور ہزاروں لوگ کسبِ فیض کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت شیخ چنن شاہ رسول نگری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ شیخ صدقی شاہ بن شیخ خان بہادر صاحب رسول نگریؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ خلافت و اجازت شیخ پھلے شاہ بن شیخ فتح الدین صاحب سلیمانی رسول نگریؒ سے پائی۔

اخلاق وعادات

آپؒ کامل وقت، ریاضت و مجاہدہ کرنے والے، بے سوال، ذاکر حق، زاہد بے مثل تھے۔ صبر و شکر و قناعت میں لاثانی تھے۔ اہل دنیا سے نہایت اجتناب رکھتے۔ اگر کوئی شخص نذرانہ نقدی وغیرہ آپ کے آگے رکھتا تو آپ ہاتھ نہ لگاتے۔ کوئی دوسرا شخص پکڑ کر گھر پہنچا دیتا۔ ہر وقت باوضو رہا کرتے۔

پرہیزگاری

سید محمد حسین بن سید بنے شاہ صاحبؒ ہاشمی کہتے تھے کہ میرے سامنے بابا دولت درزی رسول نگری نے بیان کیا کہ ایک روز میں شیخ چنن شاہ صاحبؒ کے ڈیرہ پر خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے صحن میں ایک درخت کیکر تھا۔ جس کا سایہ گھنا اور عمدہ تھا۔ آپ اس کو دیکھ رہے تھے مجھے فرمایا دولتا ہمارا خیال ہے کہ اس کیکر کو اپنے صحن سے کٹوا دیں۔ میں نے عرض کیا یا حضرت اس کے سایہ کا بڑا آرام ہے۔ کیوں کٹاتے ہیں؟ آپؒ نے فرمایا میں نے آج بازار میں سنا ہے لوگ کہہ رہے تھے کہ کیکر کے رنگ سے شراب تیار ہوتی ہے جب یہ ایسی چیز ہے تو ہم اس کو صحن میں کیوں رکھیں۔

بیمار کا صحت پانا

سید بوٹے شاہ صاحب برخورداری ساہنپا لویؒ بیان کرتے تھے کہ مجھے جوانی میں سر درد ہوا کرتا

تھا ہر چند علاج کیے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میرے والد سید عمر بخش صاحب مجھ کو آپ کی خدمت میں لے گئے۔ آپؒ نے فرمایا سر میں گرِ دار کھا کرے تو کبھی سر درد نہ ہوگا۔ اس روز سے میں گرِ دار کھتا ہوں اور تمام عمر سر درد سے محفوظ رہا ہوں۔

اولاد

آپؒ کے چار بیٹے تھے۔

(۱) شیخ بہاول شیر صاحبؒ (۲) شیخ سجاول شیر صاحبؒ

(۳) شیخ سردار عالم صاحبؒ (۴) شیخ حیات حسین المعروف حیا تیا نوالہ صاحبؒ

آپؒ کی بیٹی مائی سردار بیگم صاحبہ تارکہ مجردہ تھیں۔

یارانِ طریقت

آپؒ کے خواص مرید یہ تھے۔

(1) شیخ سردار عالم صاحبؒ۔ فرزند سوم (رسول نگر)

(2) شیخ حیا تیا نوالہ صاحبؒ فرزند چہارم۔ (رسول نگر)

(3) سید امیر عالم بن سید ایزد بخش صاحب ہاشمی (رنمل شریف)

(4) سید محمد علی بن سید ایزد بخش صاحب ہاشمی غلویؒ (نندگڑھ سیالکوٹ)

(5) سائیں فقیر محمد درویش (نندگڑھ کراچی)

(6) سائیں سرشتہ فقیر (حافظ آباد)

تاریخ وفات

شیخ چنن شاہؒ کی وفات اتوار وقت فجر دسویں ربیع الاوّل ۱۳۱۰ھ مطابق 12 اکتوبر 1892ء میں ہوئی۔ قبر رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں گورستان شیخ بھلے شاہؒ میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ح

حضرت سائیں حبیب اللہ قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے حالات میسر نہیں ہو سکے۔ آپؒ کا مزار مبارک کھوکھر کی قبرستان کے بالمقابل واقع ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 28 جون کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت محمد حسین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

(چنڈالی شریف والے)

بابا حسین شاہؒ 1866ء میں اٹاری ضلع امرتسر کے قریب ایک گاؤں چھنیہ کے رہنے والے تھے۔ ایک روز آپؒ کسی کام سے جستروال چھنیہ پہنچے تو حضرت محمد خیر بہارؒ سجادہ نشین دربار فاضلیہ راجہ سانسی سے ملاقات ہوگئی۔ پہلی ملاقات ہی میں بیعت ہو گئے۔ حضرت خیر بہارؒ نے جوہر قابل سمجھتے ہوئے ان پر خصوصی توجہ دی۔ شیخ سے ان کا تعلق خاطر اتنا بڑھا کہ زیادہ وقت شیخ ہی کی صحبت میں بسر کرنے لگے۔ یہ ان کے شیخ کی تربیتِ کامل اور ان کی عقیدت ومحبت کا کمال تھا کہ حضرت خیر بہارؒ کی وفات کے بعد ان کو وہاں کا سجادہ نشین منتخب کر لیا گیا۔

بابا حسین شاہؒ طویل عرصہ تک راجہ سانسی میں مقیم رہے اور ارادت مندوں کی تربیت روحانی فرماتے رہے۔ 1947ء میں تقسیم پاک و ہند کا مسئلہ آیا تو ان کے لئے وہاں رہنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ اپنے وابستگانِ عقیدت کے ہمراہ وہاں سے چل پڑے اور موضع چنڈالی تحصیل کامونکی ضلع گوجرانوالہ میں مقیم ہو گئے اور تادم آخر یہیں سے اپنے سلسلہ روحانی کو فروغ دیتے رہے۔ 90 برس کی طویل عمر پا کر بالآخر جون 1956ء میں

اس دارِ فانی سے کوچ کر کے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپؒ کا مزار آپؒ کے عقیدت مندوں کے لئے مرجع فیوضِ روحانی ہے۔

حضرت حسین شاہ صاحبؒ علم وفضیلت اور واقفِ رموز شریعت بزرگ تھے۔ انہوں نے اوائل عمر میں مختلف اصحاب علم و دانش کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتے ہوئے اردو کے علاوہ پنجابی اور فارسی میں دسترس حاصل کر لی تھی۔ مشکل سے مشکل مسائل لمحوں میں سلجھا دیتے تھے۔ آہستہ آہستہ یہ اپنے پیغام کو مزید دل نشیں اور قابلِ قبول بنانے کے لئے منظوم صورت میں پیش کرنے لگے۔ ان کی شاعری ان کے وسیع مطالعہ اور عمیق مشاہدات روحانی کی آئینہ دار ہے۔ ان کی صوفیانہ شاعری ایک لحاظ سے ان کے روحانی مراحل کے ارتقائی عمل کی داستان بھی ہے۔ جس سے ہم ان کی ذاتی فکر انگیزیوں کے حوالے سے کائنات کے اسرار و رموز پر گہری نظر ڈالنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

''دیوانِ ضیا حسین'' ان کا ضخیم شعری مجموعہ ہے۔ جو ان کے ارادت مندوں نے ان کی وفات کے بعد بڑے سائز میں شائع کیا تھا۔ اس میں ان کی بیسیوں نعتیں اور دوسری نظمیں ہیں۔ مثنوی کی صورت میں طویل نظمیں بھی ہیں۔ کلام کا بیشتر حصہ پنجابی، اردو اور فارسی زبانوں میں ہے۔ خواہ یہ حمدِ رب کریم لکھیں یا نعتِ رسول خدا ﷺ یا کوئی نظم۔ بہر صورت تصوف کی چاشنی ہر مقام پر موجود ہوتی ہے۔ حضور محمد مصطفیٰ ﷺ سے انہیں دلی لگاؤ تھا۔ وہ عقلی و فکری طور پر کسی نہ کسی صورت میں اپنے عقائد کی پختگی اور جذباتی وارفتگی کا اظہار کر جاتے ہیں۔ ہم ان کے نعتیہ کلام سے انتخاب کے طور پر چند شعر پیش کرتے ہیں

محمد کا نقشہ ہے نقشہ خدا کا
جو منشا خدا کا وہی مصطفیٰ کا
جمال الٰہی اگر دیکھنا ہو
تو دیدار کافی ہے خیر الوریٰ کا
جو تیرا کہاوے وہ کس در پہ جاوے
کہ رحمٰن کا در ہے در مصطفیٰ کا

☆☆☆☆☆

عشق نے باندھا تصور جب رسول اللہ کا
علم میں تب آگیا نقشہ صفی اللہ کا
نقطہ علم الٰہی ہے محمد مصطفیٰ کا
اس لئے امی لقب ہے اس حبیب اللہ کا
جنبش نقطہ سے ہے سارے دفاتر کی بنا
لب سے پیغمبر کے نازل ہے کلام اللہ کا

حضرت حسین شاہؒ کی کہی ہوئی نعتیں جناب رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبہ کی شارح اور آپؐ کی شخصیت کی روحانی و ایمانی عظمتوں کی ترجمان ہیں۔ ایک نعت کے کچھ اشعار نذر قارئین ہیں۔ جن میں یہ حضور نبی کریم ﷺ کی رحمت سامانی اور اپنی کم مائیگی کا اظہار کرتے ہیں۔

عنایت کی نظر اک بار ہی مجھ پر کرو پیا
وگرنہ رحمت نہ کیجو گے تو مرنے سے برا جیا
نہ طاقت نہ لیاقت ہے یہ کہنا بھی حماقت ہے
ترا جاروب کش روشن کرے دربار میں دیا

☆☆☆☆☆

لب دریائے مدحت تشنہ لب بیٹھا ہوں مدت سے
پیاسا اس قدر خامش گلا خشکی نے ہے سیا
عنایت بس عنایت ہو تمہی شاہ ولایت ہو
ہو روشن ہر دوعالم میں ترا دیا مرا لیا

اب چند نعتوں کے چیدہ چیدہ اشعار ملاحظہ ہوں۔ جن میں حسین شاہؒ حضور نبی کریم ﷺ کے حسن و جمال کی تابشوں اور سیرت و کردار کی بلندیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنا ماجرائے غم بھی سنائے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں احساس ہے حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی کرم باریوں کی بدولت ہی ان کی کشت آرزو کو نئی زندگی ملے گی۔

وہ اپنی شان میں کونین کے سردار بیٹھے ہیں
چمن میں جس طرح شاہ گل و گلزار بیٹھے ہیں
کئی عاشق مثال عندلیب زار بیٹھے ہیں
تڑپتے ہیں سسکتے طالب دیدار بیٹھے ہیں

☆☆☆☆☆

جز تمہارے کچھ نہیں ہر دوجہاں میں رونما
کون ہے جز آپ کے جس سے مری امداد ہو
آپؐ کے کہلاتے ہیں ہم کہ برے ہیں یا بھلے
ہم کہاں جائیں ترا در چھوڑ کر ارشاد ہو

☆☆☆☆☆

جلوہ ریز زمانے میں وہ اللہ کون ہوا
عارضِ رنگیں، کاکل مشکیں، روئے مجلّی کون ہوا
گیسو کالے کنڈل والے کون سنبھالے کون بتا
چشماں مست الست کرشمہ نور تجلّی کون ہوا
نور جمالی لب کی لالی، کاکل کالی عارض پہ
صورت عالی پھبن نرالی ماشاء اللہ کون ہوا

☆☆☆☆☆

خدا کا شکر ہے امشب پیا تشریف لے آئے
مبارک خیر مقدم ہے خوشی کا جام بھر لائے
تری بزم منور میں مری سرکار ہم کیا ہیں
فقیر بے سروساماں بجا لائے تو کیا لائے
منور کردیا خانہ بدل دی نور سے ظلمت

خجستہ بام ہے میرا فلک نے پھول برسائے

☆☆☆☆☆

آپؒ کے دربار میں آیا ہے طالب یا طلب
جام بھر دے ساقیا آیا گدائے تشنہ لب
کون ہے ایسا جو اس دربار سے خالی گیا
اے شہِ خیرالوریٰ ، خیرالعطا، عالی نسب

☆☆☆☆☆

مظہرِ ذات مقدس پیر ما خیرالوریٰ
آبروئے دوجہاں توقیر ما خیرالوریٰ
مس کو کردیتے ہیں زر اور بے خبر کو باخبر
نورِ ذات کبریا تنویر ما خیرالوریٰ

☆☆☆☆☆

تیرا یہ دریوزہ گر مدت سے کرتا ہے سدا
طفل پن سے مانگتے کو وقتِ پیری آگیا
داغ حسرت کو نہ لے جاؤں یہاں سے اے کریم
شاہ کے بازار کی رونق گداؤں کی صدا

☆☆☆☆☆

حضرت حسین شاہؒ اردو کے علاوہ عربی اور فارسی علوم کے بھی ماہر تھے۔ ان کی فارسی نعتیں بھی ان کے دلی گداز اور روحانی سوز و ساز کی غماز ہیں۔ ان فارسی نعتوں کے مطالعہ سے ان کی فارسی زبان پر گرفت کا بجا طور پر احساس ہوتا ہے۔ بلاشبہ حضور نبی کریم ﷺ کی مدحت و ثنا کسی بھی زبان اور اہل زبان کے لئے وجہِ صد اعزاز ہے۔ فارسی زبان میں نعت رسول کریم ﷺ رقم کرتے ہوئے جناب حسین شاہ کے قلم کی روحانی سرمستیاں ملاحظہ کریں۔

اے بت رشکِ بتانِ آزری
سجدہ گاہ عرشیاں آبروئے تو
تاجدارانِ جہاں خاک درت
کس نہ دیدم جز حسین خوشخوئے تو

☆☆☆☆☆☆

مقدم خیر بسم اللہ شہِ خیرالوریٰ آمد
شہِ عرشِ بریں آقائے عالم مصطفیٰ آمد
زلیخا دید در یوسف پے لیلیٰ یکے مجنوں
ہمہ عشاق را منظر کہ صدر الانبیا آمد

☆☆☆☆☆☆

چہ خوش نام نامیست نام محمد
کلام کلیم کلام محمد
شدہ مست و مخمور آں مرد عارف
چشیدہ کسے جام جام محمد

☆☆☆☆☆☆☆

تصور الٰہی لقائے محمد
بنائے جہاں از ضیائے محمد
ثنائے محمد ثنائے الٰہی
ثنائے خدا شد ثنائے محمد
در خادمانِ شا ہے بدنام خاکسارم
آوردہ بار عصیاں جز عیبہا ندارم
من چشمہ ندامت اے صاحب کرامت

در خاک پائے دامت دم دائما گزارم
نے زہد نے ریاضت نے طاقتِ عبادت
نے پائے استقامت تاراج حال آرم
نادار و ناتوانم جز تو نہ ہیچ دانم
بندہَ بندگانم در گلشن تو خارم

الغرض حضرت محمد حسین شاہؒ قلب ونظر کی بصیرتوں، قرطاس وقلم کی عظمتوں اور فکر وخیال کی رفعتوں کے امین تھے۔ وہ عامل بھی تھے اور عالم بھی۔ جوں جوں انسان غور کرتا ہے، حیرت بڑھتی چلی جاتی ہے کہ ہم کیسے کیسے انسانوں کو مٹی کے حوالے کر آتے ہیں اور کیسے کیسے چراغ ہیں کہ ان کی لو کو موت کے تھپیڑے بھی بجھا نہیں سکتے کہ وہ عشق کے نور سے روشن ہیں۔

کیا کیا چھپائے خاک میں انسان چاند سے
سچ پوچھئے اگر تو زمیں آسمان ہے اب

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا حسین شاہ چشتی قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا حسین شاہؒ کے تفصیلی حالات تو نہیں مل سکے۔ آپؒ کے مزار مبارک پر بہت سے لوگ اپنی حاجات لے کر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی حاجات آپؒ کے وسیلے سے پوری بھی کرتے ہیں۔ جب کسی کی حاجت پوری ہوتی ہے تو لوگ وہاں چراغاں کرنے کے لئے تیل کا نذرانہ لاتے ہیں اور مزار پر چادر بھی چڑھاتے ہیں۔ جس شخص کو موکے نکلے ہوں تو وہ آپؒ کے مزار پر جھاڑو لے کر آتے ہیں اور اس طرح ان کے موکے ختم ہو جاتے ہیں۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال عیدالضحیٰ کے دوسرے دن منایا جاتا ہے۔ جہاں بہت سے زائرین شرکت کرتے ہیں۔ آپ کا مزار کھیالی دروازہ کے پاس واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولوی محمد حسین اُپل قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ پیشے کے لحاظ سے وکیل تھے مگر سلسلہ قادریہ کی ایک عظیم شخصیت حضرت چودھری محمد امانتؒ خاں رئیس اعظم بیگم پور کی توجہات سے دل امور دنیا سے اچاٹ ہوگیا اور یاد الٰہی سے معمور اس قلبی انقلاب کی روداد خود ان کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

میری پہلی دفعہ باریابی حضور اقدس کی خدمت میں جون 1925ء کے آخر میں ہوئی جب حضور گوجرانوالہ میں اتفاقیہ میرے ایک عزیز کے ہاں تشریف فرما تھے۔ بس نگاہ سے نگاہ ملتے ہی۔

آں دل کہ رَم نمودے از خوبرو جواناں   دیرینہ سال پیرے بُردش بیک نگاہے

ازاں بعد جولائی کے مہینے میں، میں خوداُن کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے حضور نے خود فرمایا کہ خسرو کا شعر یاد ہے۔

بیک آمدن ربودی دل و دین و جانِ خسرَو   چہ شود اگر بدیں ساں دو سہ بار خواہی آمد

بس پھر کیا تھا نظر کیمیا اثر نے دم بھر میں یہ کیفیت پیدا کر دی اور بار بار میری زباں پر یہ شعر آتا رہا ہے۔

حاصل عمر فدائے رہِ یارے کردم   شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

بعد میں مولوی اپل صاحبؒ نے اپنے مرشد کے جملہ مکاتیب جواُن کے نام آتے رہے، ایک کتاب (میخانۂ عشق) کی شکل میں جمع کر دیئے۔ جو کم بیش 700 صفحات پر مشتمل ہے اس میں راہ سلوک کی مشکلات کا ذکر بھی ہے اور ان کا حل بھی۔ بصارت کی عظمت بھی ہے اور بصیرت کی رفعت بھی۔ محبت کی لو بھی ہے اور عشق کی تحیرّ آفرینیاں، خود مرتب کے لحاظ میں یہ مکتوبات محض عشق اور فقر کے جوش سے لبریز ہیں جو صاحب فقر سے محبت نہ رکھتے ہوں۔ خدا کے لئے وہ ان کو نہ پڑھیں۔ ورنہ انکار اور اعتراض سے وہ کفر وضلال کے گڑھے میں گر جائیں گے۔

مولوی محمد حسین اُپلؒ کا حلقہ ارادت خاصا وسیع تھا۔ یہ آپ کی عظمت کی دلیل ہے کہ بہت سے وہ وکلاء بھی آپ کے ارادت مند تھے جو آپ کے ساتھ کام کرتے رہے۔ بہرکیف آپ کی فیوض وبرکات کا سلسلہ بیکراں تھا اور ایک دنیا تھی کہ بقدر ظرف حضوری اور کیف کی دولت سمیٹی چلی جاتی تھی مگر موت کا ایک وقت مقرر

ہے جوٹل نہیں سکتا۔ 7 جنوری 1962ء کو دنیائے عشق و مستی کی یہ دلآویز شخصیت مالک حقیقی سے جا ملی۔ آپ کو پہلے مقامی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا اور پھر 16 کتوبر 1968ء کو آپ کا صندوق جی ٹی روڈ متصل اوو رہیڈ برج ایک مقام پر منتقل کیا گیا۔ جہاں آجکل آپ کا مزار مرجع خواص وعوام ہے وہیں آپ کی اہلیہ محترمہ بھی دفن ہیں جو خود تصوف کی دنیا میں ایک قابل قدر مقام کی حامل تھیں اور حضرت چودھری محمد امانت خاں سے فیضیاب تھیں۔ آپ فی الواقع فنافی الشیخ کے عظیم مقام پر فائز تھے اور بحرِ عشق کے شناور تھے۔ عشق کا نقطہ آغاز، خرد کا مقام آخر ہوا کرتا ہے۔ عشق جنون کے ساز پر رقص کرتا اور عقل اس منظر کو دیکھ کر کانپتی اور لرزتی رہ جاتی ہے۔

درس عشقش راز بانے دیگر است ایں معلّم رابیانے دیگر است

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر حمایت علی شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے تفصیلاً حالات میسر نہ آسکے۔ آپؒ حضرت جماعت علی شاہؒ کے پوتے ہیں۔ آپ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ بہت سے لوگوں کو آپؒ سے فیض ہوا۔ آپؒ کے تیرہ خلفائے کرام تھے۔ آپؒ کا مزار مبارک بڑے قبرستان ایمن آباد میں واقع ہے۔ آپؒ کا عرس ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

خ

حضرت میاں خدا بخش قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں خدا بخش قادریؒ برگزیدۂ آفاق تھے۔آپ کا کلام خزینہ مروارید اور دلائل آفتاب سے بھی تابندہ تر تھے۔آپؒ کا سن ولادت 1850 بکرمی ہے۔آپ بھی حضرت فخر الحیاء کے چھوٹے بھائی اور مرید تھے۔آپؒ حضرت غوث العصر سے چودہ سال بڑے تھے۔

حضرت میاں خدا بخشؒ دوستانِ خدا کو عزیز تر از جان رکھتے تھے۔علمائے کرام وصوفیائے عظام کی خدمت پر ہمیشہ کمر بستہ رہتے۔آپؒ نہایت جواں مرد وذی ہمت، علم شریعت کے ماہر، حنفی المذہب، صوفی المشرب بزرگ گذرے ہیں۔اگر علماء وفقہاء احناف سے غیر مذاہب کو کسی مسئلہ میں کوئی اختلاف ہوتا یا کوئی متنازعہ مسئلہ پیش آتا تو آپؒ اس کی تحقیق کے لئے ایک لشکری کی طرح اس کام کو فرضِ اولین سمجھ کر اور تمام کاروبار ضروریہ کو چھوڑ کر اس کے درپے ہو جاتے اور جب تک وہ مسئلہ محقق نہ ہو جاتا اس کے فیصلہ کے بارے میں سعی بلیغ فرماتے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بروز عید برائے نماز آپؒ موضع مان تشریف لے گئے اور وہاں بہت سی عورتیں بھی بازیب وزینت عیدگاہ میں موجود تھیں۔آپؒ نے انہیں عیدگاہ آنے سے منع فرمایا مگر مولوی صاحب نے سنت قرار دیتے ہوئے جواز کا حکم فرمایا۔آخر آپ بتحقیق مسئلہ کے لئے شہر گوجرانوالہ آئے اور فتویٰ لکھوا کر چند جید علمائے کرام کے دستخط ثبت کروا کر موضع مان میں تشریف لے جا کر مولوی صاحب سے تسلیم کروایا اور لوگوں پر ثابت کر دیا کہ بروز عید عورتوں کا عیدگاہ میں بغرضِ نماز حاضر ہونا شرعاً ممنوع ہے۔اور بعد ازاں گھر جا کر بوقتِ شام کھانا تناول فرمایا۔موضع مان میں بھی بہت لوگوں نے آپ سے کھانے کے واسطے کہا اور گوجرانوالہ میں بھی بہت سا اصرار کیا گیا۔مگر آپؒ نے کسی کی دعوت قبول نہ کی اور عید کا تمام دن سفر میں گزار دیا۔کسی نے کہا کہ عید کے دن آپؒ نے کیوں نہیں کھایا۔تو فرمانے لگے روزہ تو نہیں تھا۔پانی پی لیا تھا۔

وہ بھی تو خوراک ہے اور جب دین کے کام میں حرج واقع ہو تو نہیں کھانا چاہیے۔۔یہ تھا آپؒ کا اتقاء۔

حضرت فخر الاحیاءؒ کی وفات کے بعد آپؒ نے موضع کوٹ منڈ میں رہائش اختیار فرمائی جو گوجرانوالہ سے پانچ میل کے فاصلے پر بجانب جنوب واقع ہے۔

بوقت وصال آپؒ چنداں بیمار نہ تھے بلکہ اس دن بھی بوقت فجر آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ بوقت چاشت آپؒ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی اولاد پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ آپؒ نے حضرت غوث العصر کو یاد فرمایا۔ اولاد میں سے کسی نے کہا کس کو بلایا ہے۔ فرمایا اپنے برادر عزیزم کو۔۔انہوں نے عرض کی وہ تو یہاں موجود نہیں ۔آپؒ خاموش ہوئے کہ تھوڑی ہی دیر بعد حضرت غوث العصر جا پہنچے اور السلام علیکم کہا۔ آپؒ نے وعلیکم السلام کہا اور چارپائی سے اٹھ بیٹھے اور اپنے پاس بٹھا کر کہا یہ میری آخری وصیت ہے کہ

''میرا غسل، جنازہ، تکفین، تدفین صاحبزادہ محمد عبداللہ کریں اور مجھے میرے ہادی کے قدموں میں لے جا کر دفن کر دیں''۔

یہ کہہ کر بارگاہ الٰہی میں التجا کی اور کلمہ توحید زبان پر جاری کر کے جان جاناں پر قربان کی۔ آپؒ نے یکم ماہ بیساکھ 1941 بکرمی تقریباً نوے سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپؒ کا دربار حضرت فخر الاحیاءؒ کے دربار مبارک میں شمال و مغرب کے گوشہ میں موجود ہے۔ آپؒ کی اولاد میں چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر خلیل الرحمٰن نقشبندی مجددی قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش منڈیکی گورائیہ ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ آپؒ زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ۔آپؒ جب بیعت ہوگئے تو اپنی زمین کا حصہ اپنے بچوں کو دیکر گوجرانوالہ آ گئے اور پھر تاحیات یہیں رہے۔ آپؒ حضرت سید عجائب علی شاہؒ چورہ شریف والے سے بیعت تھے۔ آپؒ پر محبت الٰہی کا ایسا غلبہ تھا آپ نے ساری عمر مختلف درباروں پر ریاضت کرتے گزار دی۔ آپؒ ہر سال حضرت شہباز قلندرؒ کے دربار پر حاضری دیتے تھے۔ آپؒ پر ایسی جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی کہ جو بات بھی زبان سے نکل جاتی مستجاب ہوتی تھی ۔آپؒ نے 17 اگست 2007ء کو وصال فرمایا۔ آپؒ کا عرس تین دن جاری رہتا ہے

۔ جہاں وسیع لنگر کا اہتمام ہوتا ہے۔ محفل سماع اور محفل نعت کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک راجکوٹ گندہ نالہ نزد علی پور چوک کے قریب واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا خیر دین قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی تاریخ پیدائش اور وفات کا صحیح علم نہ ہوسکا۔ آپؒ کوٹلی ریتاں والی کے رہنے والے تھے۔ آپ نے حضرت بابا پیر کندو سہروردیؒ کے دربار پر بڑا عرصہ خدمت گزار رہے بعدازاں حافظ آباد روڈ رشید کالونی گوجرانوالہ میں آ کر رہائش پذیر ہوئے اور یہیں پر آپؒ کا وصال ہوا۔ آپ حضرت بابا بھڑی پاک رحمٰن کے عاشق صادق تھے۔ آپؒ ان کی عقیدت میں ایک عرس اپنے ہاں منعقد کرواتے اور ان کے دربار پر بھی ہر سال حاضری کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپؒ کسی کو بیعت نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کے ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند ہیں۔ آپؒ کی بے شمار کرامتیں ہیں۔ آپؒ کے ایک عقیدت مند نے کہا حضور اس دفعہ تربوزوں کی فصل خراب ہونے کو ہے۔ کوئی بھی امید نظر نہیں آ رہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمام کھیتوں کے بیج جیسے جل گئے ہیں۔ بڑے پریشان ہیں کوئی دعا کر دیں تاکہ مشکل حل ہوجائے۔ آپؒ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو اللہ رب العزت نے چاہا تو فصل خراب نہیں بلکہ دوگنی تگنی آئے گی۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ اللہ کے فضل وکرم سے بہت زیادہ فصل آئی۔ آپ پر اکثر جذب ومستی کی کیفیت رہتی تھی۔ جذب کی حالت میں آپ ہری مرچ ایک کلو تک کھا جاتے تھے اور اگر پیاس لگتی تو مرچوں کا ہی رس نکال کر پی لیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا معلوم نہیں ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کیا معاملہ فرمائے گا۔ اگر تو میرا وصال جمعرات کو ہوا تو آپ سمجھ لینا کہ ہماری اپنے رب سے خوب دوستی ہے اور اگر اس کے علاوہ موت کا دن آیا تو پھر اللہ ہی مالک ہے۔ پھر اسی مہینے بروز جمعرات کو آپؒ کا وصال ہوگیا۔ آپؒ کے خاص عقیدت مند جن کو آپ کے وصال کے بعد معلوم ہوا کہ حضور بابا جی پردہ فرما گئے ہیں آپ کی قبر کشائی فرمائی اور کئی مہینوں بعد بھی آپ کی چہرہ اقدس اتنی ہی خوبصورتی سے تمتما رہا تھا جیسے آپ کا چہرہ وصال کے وقت تھا۔ آپ کے مزار اقدس پر ہر جمعرات کو لنگر اور محفل کا اہتمام ہوتا ہے۔ آج بھی لوگ آپ کی قبر سے فیض اخذ کر رہے ہیں اور جو کوئی بھی حاجت مند اور پریشان حال آتا ہے وہ بامراد

ہوتا ہے۔آپ کا عرس مبارک 28 پھاگن کو ہر سال خوب جوش وخروش سے منایا جاتا ہے اور لنگر اور محفل پاک کا انعقاد ہوتا ہے۔آپ کا مزار مبارک رشید کالونی حافظ آباد روڈ کے قبرستان میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

د

حضرت خواجہ دین محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ دین محمد قادریؒ غوث العصر خواجہ محمد عمر عباسیؒ کے مرید خاص تھے۔آپؒ اپنے پیرومرشد کے بے حد معتقد تھے۔آپؒ جب بیعت کے لئے حضرت غوث العصرؒ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپؒ کو حضرت سخی احمد یار قادریؒ کے روضہ مبارک پر بغرض حاضری بھیج دیا۔آپؒ نے وہاں حضرت کے قدموں میں سر رکھ دیا اور رہنمائی کی التجا فرمائی۔آخر کار صبح کی نماز سے پہلے آواز آئی کہ جنہوں نے آپؒ کو ہمارے پاس بھیجا ہے ان کی خدمت میں واپس چلے جائیں۔اِس وقت ذکر اللہ سر کی چوٹی سے لے کر پاؤں کے انگوٹھوں تک مکمل جاری ہو چکا تھا۔حسبِ حکم آپؒ حضرت غوث العصرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور فرمایا کہ اب ٹھیک ہے۔آپؒ اللہ کا ذکر کیا کریں۔آپؒ نے اس کے بعد بہت مجاہدہ فرمایا۔ساری زندگی گمنامی میں بسر کر ڈالی۔آخر کار 23 رجب 1360ھ کو بعمر 93 سال وصال فرمایا اور باغبانپورہ حافظ آباد روڈ میں دفن ہوئے۔وہاں اُس گلی کو آپ کی نسبت سے دربار قادریہ والی گلی کہتے ہیں۔

آپؒ بہت کم مرید فرماتے تھے۔آپؒ کے چند مریدین کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

خواجہ نذر محمد صاحب	ایڈووکیٹ سپریم کورٹ لاہور
مرزا عبدالرحمٰن صاحب	ڈپٹی کلکٹر اریگیشن گجرات
راجہ ہدایت اللہ خان	اوورسیئر جہلم
ملک کرامت اللہ	ڈپٹی پوسٹ ماسٹر حافظ آباد
مرزا عبدالکریم	ایگزیکٹو انجینئر اریگیشن لاہور

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا محمد دین فاروقی قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش 1854ء کو رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی۔ بعد ازاں آپؒ گوجرانوالہ شہر میں تشریف لے آئے اور تمام عمر گوجرانوالہ میں ہی گزاری۔ آپؒ علوم فقہ، حدیث، ادب اور طب میں کافی ماہر تھے۔ فنِ کتابت نسخ اور نستعلیق میں بھی کامل تھے۔ آپؒ اعلیٰ خوش نویس تھے۔ جس کی وجہ سے آپؒ کو سندیں ملیں جو آپؒ کے ورثا کے پاس ہیں۔ قرآن پاک اور کتابیں آپؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اکثر چھپی ہوئی ہیں۔ آپؒ کا علمی فیضان بہت زیادہ تھا۔

آپؒ کے شاگردوں میں مندرجہ ذیل لوگ شامل ہیں۔

(1) شیخ دین محمدؒ سابق گورنر سندھ

(2) مولوی عبدالعزیز فرزند اکبرؒ

(3) مولوی مفتی بشیر حسینؒ فرزندِ چہارم (صرف، نحو، منطق کے شاگرد)

(4) بابو مطیع اللہؒ (بی اے، ایل ایل بی)

(5) مولوی حکیم عبدالحقؒ چشتی نظامی

(6) مولوی عمر الدین فاروقیؒ

(7) مولوی حبیب اللہؒ

آپؒ طریقت میں اپنے والدِ محترم میاں معصوم فاروقیؒ قادری نوشاہی کے مرید تھے۔ آپؒ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی موضع سہیرے تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کی تھی۔ ان کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ دوسری بیوی سے تین فرزند ہوئے۔

بیٹوں کے نام

(1) مولوی عبدالعزیزؒ

(2) مولوی فضل حسینؒ

(3) مولوی نذر حسین

(4) مولوی مفتی بشیر حسینؒ قادری (جامعہ غوثیہ قبرستان روڈ والے)

(5) مولوی منظور حسینؒ

آپؒ نے 89 برس کی عمر میں 1930ء کو وفات پائی۔ آپؒ کی قبر مبارک قبرستان کلاں گوجرانوالہ میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

ر

حضرت بابا پاک رحمٰن قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

(بھڑی والے)

ضلع گوجرانوالہ کے مشہور مذہبی اور معاشرتی تہواروں میں سے ایک عرس بھڑی پاک رحمٰنؒ ہے۔ یہ سالانہ عرس اس جگہ پر منایا جاتا ہے۔ جہاں عظیم روحانی شخصیت حضرت پاک رحمٰنؒ کی آخری آرام گاہ ہے۔ حضرت پاک رحمٰنؒ وہ برگزیدہ صوفی تھے کہ جن کے فیوض روحانی کی بدولت اس علاقہ کے ہزاروں انسانوں کے تاریک دل ایمان کی روشنی سے منور ہو گئے۔ ان کی تمام زندگی علم وعمل کا نمونہ تھی۔ وہ خود بھی ایک صوفی باعمل تھے اور اپنے مریدوں سے بھی اسی اخلاص ایمانی، پابندی شریعت نبوی ﷺ اور سربلندی کردار کی توقع رکھتے تھے۔ ان کی تعلیمات نہایت سادہ اور دلوں میں گھر کرنے والی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے ارادت مند بھی شعائر اسلامی کی پاسداری کے پیکر بن گئے۔ جو بھی ایک بار ان کے حلقہ تربیت میں آیا وہ ہمیشہ کے لئے انہیں کا ہو کر رہ گیا۔

بچپن کے زمانے میں ایک بار حضرت پاک رحمٰنؒ اپنے ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ بمقام بچہ چٹھہ کھیل رہے تھے کہ ادھر سے حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ گزرے اور کچھ دیر قیام کے لئے ٹھہر گئے۔ حضرت پاک رحمٰنؒ کھیلتے کھیلتے ان کے پاس آئے تو انہوں نے ان پر نگاہ عنایت فرمائی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت پاک رحمٰنؒ بے ہوش ہو گئے۔ دوسرے لڑکے فوراً ان کے گھر پہنچے اور والدہ کو تمام ماجرا سنایا۔ والدہ اپنے بیٹے کی بے ہوشی کا سن کر وہاں پہنچیں اور لڑکے کو اٹھا کر حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی خدمت میں پیش کر کے اس کی بے ہوشی پر اپنی بے قراری کا اظہار کیا تو حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے فرمایا کہ بچہ بالکل ٹھیک ہے۔ آپ اس کو گھر لے

جائیں۔ جب یہ سنِ بلوغ کو پہنچے تو ہمارے پاس لے آیئے گا۔

سن بلوغ کو پہنچنے تک آپؒ کی یہی کیفیت مدہوشی رہی۔ آپؒ کی والدہ کو شیخ سے کیا ہوا وعدہ یاد آیا اور وہ انہیں لے کر حضرت نوشہ گنج بخشؒ کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ انہوں نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا تو یہ فوراً ٹھیک ہو گئے اور اپنی عمر کا ایک حصہ پھر اس شیخِ کامل کی صحبت میں گزار دیا۔ شیخ نے بیعت کرنے کے فوری بعد ہی اس خاص توجہ سے نوازا کہ یہ معرفت اور طریقت کی منازل بڑی تیزی سے طے کرنے لگے اور جلد ہی فنافی الشیخ کا رتبہ حاصل کر لیا۔ آپؒ کا طریقہ یہ تھا کہ روزانہ ساہن پال (جہاں مرشد کی قیام گاہ تھی) سے شام کو اپنے گاؤں چلے آتے کہ کہیں وہاں قیام سے مجھ سے بے ادبی نہ ہو جائے۔ دو سال یہی معمول رہا۔ امتحان کی ابتدائی منازل طے ہو گئیں تو شیخ نے ہر روز آنے کی تکلیف اٹھانے سے روک دیا اور آپؒ کو چھ مہینے اپنے گاؤں میں رہنے کا حکم دے دیا۔

آپؒ ریاضتِ نفس کے بڑے قائل تھے اور اسے نجات کا باعث سمجھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ نفس کے ساتھ جہاد کرنا جہاد اکبر ہے۔ اسی عبادت و ریاضت کے سلسلہ میں آپؒ نے شیخ کی راہنمائی کی بدولت کئی چلے کاٹے اور تزکیہ نفس اور تربیت روحانی کے مراحل ایمانی سے گزرتے رہے۔ جب حضرت نوشہ گنج بخشؒ کے عالم فانی سے کوچ کا وقت آیا تو انہوں نے سب مریدوں سے ان کی خواہشیں دریافت کیں۔ کسی نے مال و زر مانگا تو کسی نے دولت و امیری مگر آپؒ نے عرض کیا کہ حضرت میری تو یہی خواہش ہے کہ مجھے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آپؒ کے قدموں میں اٹھائے۔ آپؒ کا ساتھ بخشے اور امیری سے بچائے۔ کیوں کہ امیری سے آدمی سرکش ہو جاتا ہے۔ میرے لئے دال روٹی ہی کافی ہے۔ حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن جا تو نے سب کچھ لے لیا۔ دنیا تیرے قدموں میں ہو گی اور تو اس کی پروا تک نہ کرے گا اور فقر کی شاخ کی خدمت کرے گا۔

اپنے شیخِ کامل کی وفات کے بعد آپؒ کچھ عرصہ بچہ چٹھہ میں رہے اور پھر تقریباً تیس سال کی عمر میں موجودہ گاؤں بھڑی شاہ رحمٰن میں تشریف لے آئے۔ آپؒ کے آنے سے پیشتر اس جگہ ایک شہر موسوم اورنگ پور ڈھلہ تھا۔ یہ شہر زلزلے کی وجہ سے غرق ہو گیا۔ آپؒ کے اس جگہ قیام پذیر ہونے سے یہ ویران جگہ پھر بھڑی شاہ رحمٰن کے نام سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آباد ہو گئی۔

ان دنوں بھڑی شاہ رحمٰن میں ایک بزرگ سید محمود شاہ نامی رہا کرتے تھے۔ وہ اپنی والدہ کو کندھوں پر اٹھا کر جنگل میں پھرایا کرتے تھے۔ ایک بار والدہ ماجدہ کو بٹھا کر دور چلے گئے کہ تاریک بادل امنڈ آئے۔ پاک عبدالرحمٰنؒ کا ادھر سے گزر ہوا تو ان کی والدہ کو بارش سے بچانے کے لئے محفوظ مقام پر لے آئے اور سردی سے بچانے کے لئے آگ روشن کردی۔ جب سید محمود شاہؒ اپنی والدہ کی تلاش میں وہاں پہنچے تو پہلے تو ناراض ہوئے اور پھر اپنی والدہ کی زبانی حضرت عبدالرحمٰنؒ کی خدمت گزاری کا پتہ چلا تو غصہ کافور ہو گیا اور فرمایا کہ جو کچھ مجھے اللہ نے عطا کیا ہے وہ سب آپؒ کی نذر کرتا ہوں اور ہم چاروں بھائی بعد از مرگ بھی آپؒ کے چاروں طرف پہرا دیا کریں گے۔ چنانچہ آپؒ کے مزار کے مغرب میں سید محمود شاہ کا مزار ہے اور ان کے بقیہ تین بھائیوں کے مزارات باقی تین جہتوں میں ہیں۔

حضرت پاک عبدالرحمٰنؒ اگرچہ تارک الدنیا تھے مگر پھر بھی شریعت کے اہم فریضہ کی ادائیگی کے لئے دو مرتبہ شادی کی۔ آپؒ کی دوسری اہلیہ محترمہ سے تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ جن میں سے ایک کی شادی حضرت عبدالرحیمؒ سے ہوئی جو آپ کے رشتہ دار تھے اور آپؒ ہی سے بیعت تھے۔ ایک دن حضرت عبدالرحیمؒ نے حضرت پاک عبدالرحمٰنؒ سے عرض کیا کہ حضرت آپؒ کے بعد کون آپ کے سلسلۂ روحانی کو آگے بڑھائے گا تو حضرت پاک عبدالرحمٰنؒ نے فرمایا کہ خداوند کریم آپؒ کو ایک نیک بخت فرزند عطا کریں گے جو ہمارے فقر کے سلسلہ کے توسیع کریں گے اور وہ در حقیقت دوئم عبدالرحمٰنؒ ہوں گے۔ چنانچہ آپؒ کی دعا پوری ہوئی۔ حضرت عبدالرحیمؒ کو خدا نے تین بیٹے دیئے۔ جن میں سے سب سے چھوٹے کا نام دولہا محمد زمان تھا۔ یہی محمد زمان آگے چل کر اپنی عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ اور فقر و استغناء کی بدولت دوئم عبدالرحمٰن مشہور ہوئے۔ حضرت محمد زمانؒ اپنے والد سے بیعت تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد لاہور آ کر نیویں مسجد میں آپؒ نے درس حاصل کیا اور علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ آپؒ کمال درجہ کے عالم تھے اور عالم بھی باعمل۔ شریعت کے حامی اور اس پر سختی سے کاربند تھے۔ ان سے پہلے دربار شاہ رحمٰن کی کوئی زمین نہ تھی۔ آپؒ نے زمین خرید کر دربار کے نام وقف کی۔ لنگر کا سلسلہ جاری کیا۔ حجرے تعمیر کروائے۔ آپؒ فی الحقیقت دوئم عبدالرحمٰن تھے اور حضرت پاک رحمٰنؒ کا تمام سلسلہ روحانیت آپؒ ہی کی وجہ سے پھیلا اور آپؒ ہی نے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کی شاخ ڈالی۔

حضرت شاہ رحمٰنؒ اس دنیا میں زندگی کے لیل و نہار اللہ تعالیٰ کی مرضی میں گزار کر ۱۱۲۵ھ کو عالم فانی

سے عالم بقا کو سدھار گئے۔ آپؒ کے روضہ کی اولین تعمیر برخوردار ہرلؒ کے ہاتھوں ہوئی۔ جو آپؒ کی بیعت سے شرف یاب ہونے سے قبل مغل فوج میں کسی اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ بادشاہ نے کسی کام سے خوش ہو کر انہیں انعام دینا چاہا تو برخوردار ہرل نے کہا کہ اگر آپ انعام دینا چاہتے ہیں تو میرے پیشوا حضرت پاک رحمٰنؒ کا مزار پرانوار موضع بھڑی شاہ میں شاہی خزانہ سے تعمیر کروا دیجئے۔ چنانچہ شاہی خرچ پر یہ مزار آپؒ کی وفات کے تقریباً بارہ برس بعد تعمیر ہوا۔ یہ مزار چھوٹی اینٹوں اور سیمنٹ کے ساتھ اس خوبی سے بنایا گیا کہ خوبصورتی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا۔ اس مزار کو پھر دوبارہ سیمنٹ وغیرہ کیا گیا۔

تیسری دفعہ ۱۳۶۴ھ میں مزار پر سفید سنگ مرمر لگایا گیا۔ مزار کے اندر ایک آب شفا ہے کہ شاہجہاں سلطان ہندوستان نے عرب سے منگوا کر دیا۔ نیز یاد رہے کہ آپؒ کو مقبرہ کے اندر ایک صندوق میں بند کر کے دفن کیا گیا ہے اور صندوق زنجیروں سے لٹک رہا ہے۔ پہلے روضہ پر جانے کے لئے سات سیڑھیوں سے گزرنا پڑتا تھا اور نیچے آپؒ کی قبر تک پہنچنے کے لئے ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ جس سے گزر کر صندوق کے پاس پہنچا جاتا تھا مگر اب اس دروازہ کو بند کر دیا گیا ہے اور سیڑھیاں اب صرف تین رہ گئی ہیں اور باقی سیڑھیاں زمین میں دب گئی ہیں۔

آپؒ کی بہت سی کرامات ہیں۔ ایک کرامت بہت مشہور ہے۔ عہدِ شاہجہاں میں دہلی کی شاہی مسجد تعمیر ہو رہی تھی۔ اور کاریگر ہر دفعہ بہت کوشش سے مینار تعمیر کرتے مگر ایک مینار ٹیڑھا رہ جاتا اور کسی طرح سیدھا نہ ہوتا۔ بادشاہ نے تنگ آ کر اعلان کر دیا کہ اگر اس دفعہ یہ مینار سیدھا نہ بنا تو تم سب کاریگروں کو بمعہ اہل وعیال قتل کر دیا جائے گا۔ سب کاریگر اور مزدور گھبرائے۔ ان کو کسی نے حضرت پاک رحمٰنؒ کا پتہ بتایا۔ لہٰذا وہ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سنایا اور ساتھ چلنے کو کہا۔ آپؒ نے فرمایا فکر نہ کرو۔ میرے آقائے دو جہاںؐ کی مہربانی سے سب کچھ ٹھیک ہو جائیگا اور فرمایا آنکھیں بند کر لیں۔ آپؒ نے جو پٹکا اپنے سر پر باندھ رکھا تھا وہ اتار کر زور سے بل دیا اور کہا کہ دیکھو مینار ٹھیک ہو گیا ہے کہ نہیں۔ سب نے کہا کہ ابھی تھوڑا سا فرق ہے۔ آپؒ نے اس طرح اپنے پٹکے کو تین بار بل دیا۔ جس سے پٹکا پھٹ گیا اور فرمایا مینار تو سیدھا ہو گیا ہے مگر اس میں جو ایک دراڑ آ گیا ہے وہ ہٹ نہیں سکتا۔ لہٰذا جب وہ لوگ واپس دہلی پہنچے سب مینار ٹھیک تھے۔ مگر ایک دراڑ پڑا تھا۔ جس کو بند کرنے کی بہت کوشش کی گئی مگر آج تک بند نہیں ہوئی۔ جس کی وجہ سے

آپؒ کا دہلی میں بہت چرچا ہوا۔

آپؒ کا مزار مرجع خلائق ہے۔آپؒ کے عرس کے ایام میں لاکھوں عقیدت مند دور دراز کے شہروں سے حاضر ہوتے ہیں اور فیوض روحانی حاصل کرتے ہیں۔آپؒ کے دربار کا تمام انتظام اب محکمہ اوقاف نے سنبھال رکھا ہے اور حکومت کی زیر نگرانی آپؒ کے عرس کی تقریبات پروقار اور شایان شان طریقے سے منعقد کی جاتی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا رحمت علی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

(اروپ والے)

حضرت بابا رحمت علی چشتی صابریؒ فرد حقیقت ہیں۔آپؒ کی ولادت با سعادت 1902ء بمقام ہردوتھلہ شریف تحصیل دوسوہہ ضلع ہوشیار پور انڈیا میں راجپوت قوم کی ایک گوت کروڑا منہاس کے ایک زمیندار شخص جناب میاں نتھا کے گھر ہوئی۔آپؒ کے آباؤ اجداد جموں کے رہنے والے تھے۔حالات ناسازگار ہونے کی بنا پر ہجرت کر کے موضع کروڑاڈالہ دامن شوالک میں آ کر سکونت پذیر ہوگئے۔وہاں بھی حالات دگرگوں رہے اور قسمت نے بار آوری نہ کی تو وہاں سے ہجرت کر کے موضع ہردوتھلہ ضلع ہوشیار پور تشریف لا کر قیام پذیر ہو کر اپنا آبائی پیشہ زمینداری اختیار کیا۔ملک خالصہ حکمرانوں کے دور میں لگان کی زیادتی کی بنا پر پیداوار کم اور لگان زیادہ کا معاملہ آڑے آیا۔بالآخر محنت ومزدوری شروع کردی۔اِدھر ملک میں قحط سالی کا ایک طویل دور گزرا جو کہ بیس برس کی مدت پر محیط تھا۔محنت ومزدوری سے اہل خانہ کو پالنا انتہائی کٹھن اور مشکل مرحلہ تھا مگر آپؒ نے ہمت سے کام لیتے ہوئے محنت جاری رکھی۔جب آپؒ نے ہوش سنبھالا تو والد گرامی میاں نتھا کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔جس کی وجہ سے گھر کا تمام بوجھ ایک بھائی اور تین بہنوں کی پرورش کی ذمہ داری آپؒ پر آگئی۔جس کو آپؒ نے بحسن وخوبی انجام دیا۔آپؒ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں حضرت خواجہ محمد دیوان چشتی صابریؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

مجاہدات و منازل سلوک کی تکمیل کے بعد اپنے پیر و مرشد کے باطنی فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ مرشد کامل کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کے بعد آپؒ نے خدا پر توکل کرتے ہوئے اپنے گاؤں میں کھیتی باڑی کا آغاز کیا۔ تو خداوند کریم نے پیر و مرشد کے طفیل اس روزی میں ایسی برکت پیدا کی کہ گھر کا گزر بسر بخوبی انجام پانے لگا۔ بہن بھائیوں کی کفالت اور گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپؒ نے مرشد کامل کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف اور معمولات کے ساتھ ساتھ نماز پنجگانہ تہجد اور دیگر نوافل کا خصوصیت سے اہتمام فرماتے رہے۔ نماز پنجگانہ باجماعت ادا فرماتے تھے۔ رات کو نماز تہجد کے بعد طلوع آفتاب تک عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ دن میں اپنے دنیاوی کاموں میں مصروف رہ کر ذکر وفکر اور بعد ازاں اپنے معمولات کو بروقت ادا فرماتے تھے۔ تھکاوٹ نام کی چیز کبھی محسوس ہی نہیں کی۔

آپؒ کو خداوند کریم نے پانچ بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا تھا۔ آپؒ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد دیوان صابریؒ نے آپ سے ایک دن فرمایا کہ رحمت علی اپنے بڑے بیٹے کو لڑکوں میں نہ بیٹھنے دینا بلکہ ان کو پیشہ خیاطی سکھا اور کسی اچھے استاد کا شاگرد بناؤ۔ فرمانِ مرشد کے مطابق آپؒ کے صاحبزادے نے اس کام کو بہت جلد پایہ تکمیل پر پہنچایا۔ اور مہارت تامہ حاصل کر کے 1944ء میں شملہ چلے گئے اور وہاں ملٹری کے ایک افسر کے پاس ملازمت اختیار کر کے اپنے کام میں مزید مہارت حاصل کی۔ دوسرے صاحبزادے میاں عطاء اللہ ساگر وارثیؒ کے بارے میں مرشد نے فرمایا کہ ان کو اعلیٰ تعلیم دلاؤ۔ خاندان کے بچوں کا زیور تعلیم سے آراستہ ہونا بہت ضروری ہے۔

1947ء میں قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے پاکستان کے معروف شہر گوجرانوالہ کے نواح میں اروپ شریف تشریف لے گئے اور بچوں کی تعلیم و تربیت مکمل کی۔ حضور مخدوم پاکؒ اور آپ کے پیر و مرشد کا صدقہ خدا کے فضل و کرم سے تمام بچے اعلیٰ تعلیم یافتہ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ آپؒ کے صاحبزادے میاں عطاء اللہ سلسلہ عالیہ وارثیہ سے منسلک اور وابستہ تھے۔ بڑے ہی صاحب ذوق وشوق اور درد رکھنے والے اور عظیم لکھاری اور عارفہ کلام بہترین عمدہ اور پختہ شاعر ہوئے ہیں۔ ان کی تصنیفات میں خیر الوارثین، تذکرہ مشائخ ہوشیار پور محبوب الوارثین زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں جبکہ انوار الوارثین کی کتابت ہو چکی ہے مگر چھپ نہ سکی۔ آپؒ کا وصال با کمال 22 ذیقعد 1394ھ بمطابق

آپ ایک مرتبہ درس قرآن دے رہے تھے کہ درس قرآن ذرا طویل ہوگیا۔آپ کی بستی میں چونکہ زیادہ لوگ زمیندار تھے اور یہ وہ وقت تھا۔ جب چاول کی فصل بوئی جارہی تھی ۔ حاضرین میں سے ایک بڑے چوہدری صاحب کہنے لگے کہ یہاں اب ہم آپ کا درس ہی سنتے رہیں گے کیا فصل بھی بوئیں گے؟ اس بات کا سننا تھا کہ آپ نے جلال میں آ کر فوراً قرآن پاک غلاف میں بند کردیا اور اوپر طاق میں رکھ کر فرمایا اچھا! آپ لوگوں نے چاولوں کی فصل بونی ہے ٹھیک ہے جاؤ۔ جب فصل کاٹنے کا وقت آیا تو دیکھا کہ چاول تو لگے ہی نہیں صرف بوٹا ہی بوٹا ہے پھر دوسرے سال بھی ایسا ہی ہوا۔ گندم کی فصل تو بالکل ٹھیک آرہی تھی مگر جب چاول کا موسم آتا تو فصل بالکل ختم ہوجاتی۔ وہاں کے چوہدری صاحبان نے کسی سے مشورہ کیا کہ یہ معاملہ تو کوئی اور لگتا ہے۔ہم نے اللہ کے ولی کا دل دکھایا ہے۔ جب تک ان کے حضور حاضر ہوکر معافی نہیں مانگیں گے یہ فصل تو کبھی نہیں اُگے گی۔ پھر تمام لوگ حضرت میاں جی کے حضور آئے اور اپنی کوتاہی کی معافی مانگی۔آپ نے معاف فرمادیا اور کہا کہ جاؤ اب کی دفعہ پچھلی کمی بھی اللہ پوری کردے گا اور پھر ایسا ہی ہوا۔ جو کھیت 40 من چاول کا جھاڑ دیتا تھا اس نے 120 من جھاڑ دیا۔ پھر آپ کا چرچا اردگرد کے گاؤں میں بھی ہوگیا۔لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اللہ اللہ سیکھتے۔

پاکستان میں آ کر آپ نے شادی کی اور آپ کی اولاد میں چار بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے۔

آپ 14 جنوری 1990ء کو سالکینِ طریقت کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔آپ کا مزار موضع لنڈا شریف نزد مجو چک شیخوپورہ روڈ پر مرجع خلائق ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت بابا رحمت علیؒ مرید حضرت سائیں خیر دینؒ مرید شاہ جمالؒ مرید حضرت پیر بہادر علی شاہؒ مرید حضرت خواجہ نور علی شاہؒ مرید حضرت عمر پیرؒ مرید حضرت خواجہ عبداللہ ولیؒ مرید حضرت میراں شاہ بھیکھؒ مرید حضرت شاہ ابوالمعالیؒ مرید حضرت شیخ محمد صادق گنگوہیؒ مرید حضرت شاہ ابوسعید گنگوہیؒ مرید حضرت شاہ نظام الدین بلخیؒ مرید حضرت جلال الدین محمودؒ مرید حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ

☆☆☆☆☆

حضرت سید شاہ رحمٰن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی خانقاہ موضع شاہ رحمٰن میں ہے۔عہدِ عالمگیری میں بخارا سے تشریف لائے اور یہاں مقیم ہوئے۔بادشاہ کی طرف سے کچھ جاگیر خانقاہ کو دی گئی۔یہاں لنگر کا انتظام بھی جاری تھا۔ان کے دستِ حق پرست پر سینکڑوں غیر مسلم جاٹ مسلمان ہوئے۔آپکے ہی نام پر موضع شاہ رحمٰن کی بنیاد رکھی گئی۔آپ کا عرس ماہ محرم الحرام کے پہلے عشرہ میں ہوتا ہے۔ہزاروں عقیدت مند جمع ہوتے ہیں۔آپ کے مجاور آپ کے بھائی کی اولاد میں سے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سخی سید رشید احمد گیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش اوکاڑہ میں ہوئی پھر آپؒ گوجرانوالہ مع اپنے خاندان کے تشریف لائے اور ساری عمر پھر اس جگہ پر رہے جہاں آپ کا مزار ہے۔آپؒ کا شجرہ نسب حضرت پیرانِ پیر حضور غوث پاکؒ سے ملتا ہے۔آپؒ نے ساری عمر دعوت تبلیغ کا کام کیا۔آپؒ کی تعلیم تھی کہ (موتو قبل ان تموتو) کہ مرنے سے پہلے مرجاؤ۔جب تک ایسا نہیں کروگے قُرب کی اعلیٰ منازل نہیں مل سکتیں۔آپؒ کے پاس جو کوئی آتا اس کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتے اور سونے کیلئے بستر بھی اپنے ہاتھوں سے بچھاتے تھے۔آپؒ مخلوق کی بڑی خدمت کیا کرتے تھے۔آپؒ کا مزار مبارک گرجاکھ نرسری والی گلی میں واقع ہے۔آپؒ کے پاس ہر طرح حاجت مند تشریف لاتے تھے۔آپؒ صرف نگاہ سے دُعا کیا کرتے تھے۔آپؒ 30اپریل2005ءکو اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔آپ کا عرس مبارک ہر سال منایا جاتا ہے۔آپؒ کا شجرہ طریقت چند واسطوں سے حضرت قطب الدین سندھیلیانوالی شریفؒ سے ملتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت سائیں محمد رفیق قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے آباؤ اجداد گوجرانوالہ نور باوا کے رہنے والے تھے۔ آپؒ ریڑھی پر دال چاول بیچتے تھے۔ آپؒ کے پاس ایک مرتبہ حضرت سید حبیب اللہ شاہؒ دال چاول کھانے کیلئے آئے۔ آپؒ نے بڑی محبت سے ان کی خدمت کی۔ حضرت سید حبیب اللہ شاہؒ نے جاتے وقت آپؒ پر خاص توجہ کی پھر اس کے بعد آپؒ کوئی کام نہ کر سکے۔ ہر وقت مست الست رہتے تھے۔ سڑکوں پر ننگے پاؤں چلتے رہتے تھے۔ آپؒ بڑے صاحبِ جذب بزرگ تھے۔ کسی کے حق میں دعا کرتے تو مستجاب ہو جاتی تھی۔ آپؒ اکثر و بیشتر سیالکوٹ روڈ معافی والا بازار میں پھرتے رہتے تھے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے ایک وقت آئے گا کہ یہ روڈ آباد ہوگا اور ایک فرنس کی فیکٹری نہیں بلکہ بہت سی فیکٹریاں ہونگی۔ آج ایسا ہی ہے۔ سیالکوٹ روڈ پر بہت فیکٹریاں آباد ہیں۔ آپؒ کی بڑی کرامتیں مشہور ہیں۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 6-7 اکتوبر کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ آپؒ کا دربار سردار ٹاؤن نزد اروپ سیالکوٹ روڈ پر برلبِ سڑک واقع ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ رکن الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ضلع گوجرانوالہ کے ایک گاؤں ماچھیکے کے رہنے والے تھے۔ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ ان کے والدین کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے اپنے روحانی مرشد پیر سید چنن شاہؒ آلو مہار شریف والے سے دعا کی درخواست کی چنانچہ خدا کے لطف و کرم سے ان کی امید بر آئی۔ اور 1825ء میں لڑکا پیدا ہوا جن کا نام رکن الدین رکھا گیا۔ اس لڑکے کے اطوار بچپن ہی سے مختلف تھے۔ اور اس کا دھیان کھیل کود کے بجائے عبادت و ریاضت کی طرف تھا۔ بارہ برس کی عمر میں یہ بچہ گھر سے نکلا اور آلو مہار شریف پہنچ کر پیر سید چنن شاہؒ کے دامانِ رحمت کو تھام لیا۔ انہی کے ہاتھ پر بیعت کی اور مدتوں اپنے مرشد اور ان کے بعد ان کے سجادہ نشین کی خدمت میں رہے۔ خلافت عطا ہوئی مگر پھر بھی وہیں رہے۔ طویل عرصہ بعد اپنے شیخ کے مجبور کرنے پر گوجرانوالہ آئے اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔

علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ یاب تھے۔ آہستہ آہستہ زمانہ ان کی عظمت سے آشنا ہونے لگا اور طالبان منزل ایمان ویقین پروانہ وار آپ کی خدمت میں حاضری دینے لگے۔ آپ نے ۱۳۰ سال کی طویل عمر پائی آخر وقت تک احکام شریعت بجالاتے اور اہل دل کی رہنمائی کے اسباب مہیا کرتے تھے۔ 1955ء میں وفات پائی اور بڑے قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے صوفی محمد علی سجادہ نشین ہوئے۔ صوفی محمد علی علوم معرفت میں طاق اور صاحب جذب وجنون تھے۔ انہوں نے اپنے والد کے روحانی سلسلہ کو بہت ترقی دی۔ نہ صرف خوبصورت مزار تعمیر کروایا بلکہ ساتھ مدرسہ بھی بنایا جس سے اب تک بیسیوں حفاظ اور علماء کو دستار فضیلت دی جا چکی ہے۔ طالبانِ معرفت نہایت خلوص وعقیدت کے ساتھ آپ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں اور فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر سید رُومی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

لکھوی، اجمیری، چشتی، قادری، ابوالعلائی شکوری، قاتلی (کامونکی)

آپ کی پیدائش انڈیا اجمیر شریف میں ہوئی بعد ازاں ہجرت کر کے کراچی تشریف لائے۔ اور کراچی میں قیام رہا آخری عمر میں آپ جی ٹی روڈ کامونکی میں تشریف لائے اور وہیں پر آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے مفصل حالات زندگی زیر طبع ہیں جو ابھی تک شائع نہیں ہوئے۔

آپ کا وصال 3 جنوری 1994ء بمطابق شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ کو ہوا۔ آپ کے مزار اقدس کے ساتھ ایک مسجد بھی ہے جسے مسجد اولیاء کہتے ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے اور زائرین کیلئے لنگر کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اور ہر ماہ کو محفل ذکر بھی ہوتی ہے۔ آپ کا شجرہ نسب جو آپ کی مرقد مبارک پر کندہ ہے۔ حسب ذیل ہے۔

شجرہ نسب

حضرت علی المرتضیٰؓ بن امام زین العابدینؒ بن امام باقرؒ بن امام جعفر صادقؒ بن اسماعیلؒ بن علی ثانیؒ

بن عبدالرزاقؒ بن عبدالقادرؒ بن عبدالکریمؒ بن علی کثیرؒ بن علی ہمدانیؒ بن قاضی شرف الدینؒ بن علی ہمدانیؒ بن جلال الدینؒ بن عبدالعزیزؒ بن عبدالرحمٰنؒ بن کمال الدینؒ بن عبدالرحمٰنؒ بن حسن علیؒ بن حشمت علیؒ بن یعقوبؒ بن محمد احمد صدیقؒ قاتلی بن پیر رومی شاہؒ۔

☆☆☆☆☆☆

ز

حضرت پیر سید زمان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

نوشاہی قادری

آپؒ کی پیدائش تقریباً 1828ء کو انڈیا میں ہوئی۔ آپؒ بڑے متقی پرہیزگار تھے۔ نماز روزہ کی بہت تلقین فرماتے تھے۔ آپؒ حضرت پیر مہر علی شاہؒ اور حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوریؒ کے ہم عصر بزرگ تھے۔ آپؒ نے اِن حضرات کے ساتھ پیدل حج بھی کیا اور دینی و تبلیغی سفر بھی کئے۔ آپؒ پاکستان بننے کے بعد گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔ کچا فتو منڈ کے قریب گاؤں میں آباد ہوئے۔ بعد ازاں آپؒ کو زمین الاٹ ہوئی۔ جس جگہ پر آپؒ کا مزار مبارک ہے وہیں ساری عمر گزاری تھی۔ آپؒ کا وصال 1964ء کو ہوا۔ آپؒ نے 135 سال کی لمبی عمر پائی۔ آپؒ کا مزار مبارک برلب سڑک کچا فتو منڈ روڈ قبرستان کے ساتھ واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 25 اور 26 ہاڑ کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت سید زمان علی شاہؒ مرید حضرت ذوالفقار حیدر کرارؒ حضرت حافظ قائم الدین برق اندازؒ مرید حضرت پیر سچیار پاکؒ مرید حضرت نوشہ گنج بخشؒ۔

☆☆☆☆☆☆

س

حضرت شیخ ساہدوے قادری رحمۃ اللہ علیہ

عہد جہانگیری کے بزرگ ہیں۔ ذات کے موچی شیخ تھے۔ پیران شیر گڑھ حضرت داؤد بندگیؒ کے مریدوں سے تھے۔ اور سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑے جذبے اور مستی والے بزرگ تھے۔ آپ کی بے شمار کرامات مشہور ہیں۔ منڈیالہ میں آپ کا مزار ہے۔ ہر سال ماہ ہاڑ میں میلہ لگتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سید سردار علی شاہ شیرازی قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے تفصیلاً حالات میسر نہ آسکے۔ آپؒ حضرت بھڑی پاک رحمٰنؒ کے ہم عصر کے بزرگ ہیں۔ آپؒ کے مزار مبارک کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس میں آپؒ نے ریاضیت وعبادت کی۔ آپؒ نے 1947ء کو وفات پائی۔ آپؒ کا مزار مبارک مدوخلیل نزد نواب چوک گوجرانوالہ میں برلب سڑک واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال ہاڑ کے مہینے میں منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سردار ولی محمد چشتی صابری ابوالعلائی جہانگیری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے تفصیلاً حالات میسر نہ آسکے۔آپؒ انڈیا سے تشریف لائے تھے۔تقسیم ہند کے بعد آپؒ گوجرانوالہ میں آئے اور پھر ساری عمر اس جگہ پر گزاری۔آپؒ کے بہت عقیدت مند ہیں۔آپؒ کا وصال 1975ء کو ہوا۔آپ کا عرس مبارک ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔آپؒ کے بیٹے حضرت قاسم علیؒ جن کی پیدائش 1933ء اور وصال 2008ء میں ہوا کا مزار بھی آپؒ کے ساتھ ہی ہے۔آپؒ کا مزار مبارک اعوان چوک نوشہرہ روڈ میں برلب سڑک پر واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت ابوالبیان پیر سعید احمد نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

خاندانی پس منظر

حضرت پیر سعید احمد مجددیؒ حضرت مولانا لال دین نقشبندی کے گھر 1943ء بروز جمعۃ المبارک بوقتِ فجر پیدا ہوئے۔آپؒ کا خاندان 1947ء میں جب ہجرت کر کے پاکستان آیا تو ضلع جہلم کی تحصیل سرائے عالمگیر کے گاؤں اورنگ آباد میں قیام کیا۔

تعلیمی زندگی

گھریلو مذہبی ماحول کی وجہ سے سکول کی تعلیم کے بعد جہلم، لاہور اور گوجرانوالہ کے مختلف دینی مدارس میں ممتاز اور جید علمائے کرام سے علوم دینیہ کا اکتساب کیا۔

☆ جامعہ نظامیہ لاہور سے تنظیم المدارس کے تحت الشہادۃ العالمیہ (ایم اے عربی و اسلامیات) کا امتحان پاس کیا۔

☆ شیخ القرآن حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزارویؒ سے دورہ قرآن پڑھا۔

☆امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ (ملتان) سے سند حدیث حاصل کی۔

روحانی نسبت

آپؒ کو درد و سوز اور تصوف و طریقت کی طرف میلان ورثہ میں ملا تھا۔ قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار اقدس پر زبدۃ الفقراء حضرت خواجہ صوفی محمد علیؒ نقشبندی مجددی (خلیفہ خاص آلومہار شریف سیالکوٹ) سے ملاقات ہوئی۔ جو مادرزاد ولی اور بلند پایہ صاحب حال صوفی تھے۔ ان کی نگاہ ولایت نے پہلی ہی نظر میں اس جوہر قابل اور گوہر نایاب کو پہچان لیا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت فرمالیا۔ پھر شیخ کامل کی روحانی توجہات نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپؒ کو منازل سلوک طے کروا کے نہ صرف خرقہ خلافت سے نواز بلکہ شہباز طریقت کا لقب عطا فرمایا۔

آپؒ کے شیخ کامل حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر روز قیامت خدا نے پوچھا اے محمد علی دنیا سے کیا لائے ہو تو محمد سعید احمد کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ ایزدی میں پیش کردوں گا۔

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

آپؒ کی اعلیٰ روحانی و علمی استعداد کو دیکھتے ہوئے اندرون و بیرون ملک کے جلیل القدر مشائخ عظام نے جملہ سلاسل طریقت (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، شاذلیہ وغیرھا) کے فیوض و برکات اور خرقہ ہائے خلافت واجازت سے نوازا۔ یوں آپؒ کی ذات بابرکات جملہ سلاسل طریقت کے فیوض و برکات کی جامع وسنگم قرار پائی۔

جن مشائخ عظام نے آپؒ کو خرقہ ہائے خلافت واجازت سے نوازا۔ ان میں سے چند اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

☆ خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ مجددیؒ
(وارث مسندِ آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ)

☆ شیخ المشائخ حضرت پیر محمد فضل شاہ مجددیؒ (سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک)

☆ پیر طریقت حضرت خواجہ محمد غلام فرید شاہ مجددیؒ (سجادہ نشین نتھیال شریف ضلع اٹک)

☆ شہزادہ غوث الوریٰ حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد انور شاہ گیلانی بغدادی مدظلہ
(سجادہ نشین سدرہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد)

☆ غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمیؒ (ملتان)

☆ شیخ القرآن حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزارویؒ (وزیر آباد)

☆ شیخ الشیوخ حضرت العلام شیخ ابوالنور شاذلیؒ (دمشق)

☆ پیر طریقت حضرت صاحبزادہ پیر سید عاشق حسین شاہ مجددیؒ
(سجادہ نشین آستانہ عالیہ سرہند شریف (انڈیا) مدفون شیخوپورہ پاکستان)

دروس تصوف

تصوف وطریقت کے نہایت باریک، لطیف اور دقیق مسائل و معارف پر شرح وبسط کے ساتھ کلام کرنے اور عامۃ الناس کے قلوب واذھان میں صحیح اسلامی تصوف کو اجاگر کرنے کی صلاحیت خصوصی طور پر قدرت نے آپؒ کو ودیعت فرمائی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپؒ قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کی شہرہ آفاق کتاب مستطاب **کشف المحجوب** کا مسلسل ۸ برس (۱۹۸۹ءتا مئی ۱۹۹۶) تک ہفتہ وار درس ارشاد فرماتے رہے۔

☆ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے خصوصی علوم و معارف پر مشتمل رسالہ مبارکہ ''مبدأ و معاد'' احباب کو سبقاً پڑھایا۔ نیز مکتوبات امام ربانیؒ کا تقریباً ربع صدی درس ارشاد فرمایا۔

تصانیف عالیہ

جس طرح آپؒ نے فنِ خطابت میں اپنی عظمتوں کا لوہا منوایا اسی طرح آپ میدان تحریر کے بھی شاہسوار تھے۔ آپؒ کی تصنیفات جلیلہ ادب وانشاء کا عظیم شاہکار ہیں۔ جن میں تحقیق و تدقیق کے ساتھ ایجاز و اختصار اور برمحل اشعار کا استعمال قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہے۔ ان میں علوم و معارف، حقائق و دقائق شریعت وطریقت اور حقیقت و معرفت کے دریا بہا دیئے گئے ہیں۔ جن کا صحیح ادراک واحساس ان کے مطالعہ وملاحظہ سے ہی ممکن ہے۔ تاحال آپؒ کی درج ذیل تصانیف منظرِ عام پر آئی ہیں جبکہ متعدد منصوبہ جات ابھی

تشنۂ تکمیل ہیں۔

☆البینات شرح مکتوبات (مطبوعہ چار جلدیں، مزید کام جاری ہے)

☆سعادت العباد شرح مبدأ و معاد (مکمل دو جلدیں)

☆البیان (تقریری مجموعہ) (مطبوعہ پانچ جلدیں، مزید کام جاری ہے)

☆تذکرہ مشائخ آلومہار شریف ☆مقالات ابوالبیان

☆سرمایہ ملت کا نگہبان ☆آداب الحرمین

☆کلمہ طیبہ اور اس کے تقاضے ☆ایمان اور اس کے ثمرات

☆اسلام میں عید میلاد النبی کی حیثیت

☆صلوات الابرار (مجموعہ درود سلام)

☆قرآنی سورتوں کا اجمالی تعارف (زیر ترتیب)

☆شرح شمائل ترمذی (زیر ترتیب)

☆شرح کشف المحجوب (زیر ترتیب)

وصال با کمال

جملہ سلاسل طریقت کی نسبتوں کے حامل یہ مرد وحید 10 اور 11 اگست 2002ء بروز اتوار بمطابق یکم جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ کو واصل بحق ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سائیں سلطان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

قادری قلندری

آپ ؒحضرت فرزند علی قادری قلندریؒ کے خلیفہ تھے۔ آپؒ پٹواری تھے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی تھے۔ آپؒ پہلے پہل سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہونے کیلئے چونیاں ضلع قصور میں گئے تو انہوں نے آپؒ کو حکم دیا کہ آپؒ کا فیض حضرت بابا فرزند علی قادریؒ کے پاس ہے۔ جو ایمن آباد (گوجرانوالہ) میں ہیں۔ آپ

"جب بابا فرزند علیؒ کی خدمت میں پہنچے تو وہ کنواں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔آپؒ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ آ گئے ہو سائیں سلطان علی۔آپؒ اپنا نام ان کی زبان سے سنتے ہی قدموں میں گر گئے اور بیعت کی گزارش کی۔ انہوں نے فرمایا کہ دیکھو یہ فقیری بہت مشکل کام ہے۔اس کے لئے ہر چیز قربان کرنی پڑتی ہے لہٰذا آپ کو یہ سب ٹھاٹ بھاٹ چھوڑنے پڑنے ہیں۔اس پر سائیں سلطان علی صاحب نے کہا کہ حضور جو آپؒ کا حکم ہوگا میں وہ سب کرنے کیلئے تیار ہوں۔باباجیؒ نے فرمایا کہ آپ کو بارہ سال کا روزہ رکھنے پڑے گا لہٰذا آج سے ہی روزہ رکھنا شروع کردو۔آپؒ نے ایسا ہی کیا۔پھر جب دوبارہ تین ماہ کے بعد ملنے کے لئے آئے تو وہ فرمانے لگے کہ سائیں سلطان روزے رکھ رہے ہو۔آپؒ نے کہا کہ جی حضور روزے رکھ رہا ہوں اور یہ پیچھے میں نے روٹی بھی باندھی ہوئی ہے۔اس پر آپؒ کو جلال آ گیا کہ یہ روٹی پیٹھ پیچھے کیوں رکھی ہوئی ہے تو آپؒ نے کہا کہ حضور جہاں بھی افطار کا وقت ہوتا ہے اس کو کھالیتا ہوں۔باباجی نے فرمایا کہ سارا دن تمہارا دھیان اپنی روٹی کی طرف رہتا ہے۔تم نے روزہ کیا رکھنا ہے۔پھر ایک دن باباجیؒ نے بوقت عصر آپؒ کو حجرہ میں بلایا کہ چلو روزہ افطار کرلو تو سائیں سلطانؒ نے باہر آ کر دیکھا تو گھپ اندھیرا تھا۔آپؒ نے فوراً اندر آ کر روزہ افطار کرلیا مگر افطاری کے بعد باہر دیکھا تو سورج نکلا ہوا تھا۔اس پر آپؒ کو بڑی حیرانی ہوئی۔پھر حضرت فرزند علیؒ نے فرمایا کہ اب تم حضرت بابا کانواں والی سرکارؒ کے پاس گجرات جاؤ وہ تم کو روزہ رکھائیں گے۔جب آپؒ وہاں پہنچے تو سارا دن رہنے کے بعد کسی نے بھی آپ کو نہ پوچھا۔جب آپؒ واپس آنے لگے تو حضرت بابا کانواں والےؒ نے آواز دی کہ او سائیں سلطان واپس جانے لگے ہو تمہیں تو میرے پاس بھیجا گیا ہے۔پھر آپؒ یہ بات سن کر وہیں رک گئے۔حضرت باباجیؒ مریدوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور چاول کھا رہے تھے۔انھوں نے اپنے منہ میں سے چاول نکال کر پرات میں رکھ دیئے پھر آپؒ کو کہا کہ یہ چاول کھاؤ۔آپؒ نے بڑی مشکل سے وہ چاول کھائے۔پھر بابا کانواں والےؒ نے فرمایا کہ اب تمہارا روزہ بارہ سال کا ہے۔پھر سائیں سلطان صاحبؒ نے وہ روزہ مکمل کیا اور سلوک کی منازل طے کیں۔پھر آپؒ کو آپؒ کے شیخ نے اجازت وخلافت سے نوازا۔آپؒ کا وصال 1990ء میں ہوا۔آپؒ کا دربار گاؤں سلطان پور میانوالی بنگلہ نہر کے قریب مرجع خلائق ہے۔2 نومبر کو ہر سال آپؒ کا عرس منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت شیخ سلیمان قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سلیمان قادریؒ اہل اللہ میں سے تھے اور فقر میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ آپؒ نسباً جاٹ تھے اور موضع راہوالی گوجرانوالہ کے زمیندار تھے۔ ابتداً آپؒ کے گھر بیٹیاں ہی پیدا ہوا کرتی تھیں لیکن آپؒ کو بیٹیوں کی پیدائش سخت ناگوار تھی اور اپنی بیوی کو کہا کرتے تھے کہ میں نہیں چاہتا کہ میرا کوئی داماد ہو۔ اس لئے بیٹیوں کو دودھ نہیں پلانے دیتے تھے اور بیٹیاں بھوک اور پیاس سے ہی ملک عدم سدھار جاتی تھیں۔ آپؒ کی یکے بعد دیگرے چھ بیٹیاں پیدا ہوئیں اور سب اسی طریقے سے ہلاک ہوگئیں۔ آخر کار آپؒ کو ایک درویش نے کہا کہ بیٹا چاہتے ہو تو حضرت داؤد بندگیؒ کی خدمت میں شیر گڑھ چلے جاؤ۔ آپؒ بیٹے کی خواہش لئے براستہ لاہور شیر گڑھ کے لئے روانہ ہوئے۔ لاہور سے ایک بزرگ بابا گائیاں والے بھی ہمراہ ہوگئے۔ جب آپؒ شیر گڑھ پہنچے تو حضرتؒ کی زیارت کرتے ہی دل کی دنیا بدل گئی اور اپنے کیے ہوئے ظلم پر سخت ندامت ہوئی اور آہ وزاری کرنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرتؒ نے نظرِ رحمت سے دیکھا توبہ کروائی اور مرید کرلیا۔ اور تربیت کے لئے پاس ہی رکھا۔ جب مقامات فقر طے ہوگئے تو خلافت سے نواز کر راہوالی بھیج دیا کہ وہاں جاکر اللہ کی مخلوق کی خدمت اور اصلاح پر توجہ دو۔ ساتھ ہی بیٹے کی بشارت سے بھی نواز۔ آپؒ شیر گڑھ سے واپس آگئے اور راہوالی میں مقیم ہوکر حکمِ شیخ کی بجاآوری میں مشغول ہوگئے۔ اللہ نے آپؒ کو بیٹے سے نوازا۔ آپؒ سے اس علاقے میں ہدایت کا نور پھیلا۔ آپؒ کا مزار اقدس موجودہ گوجرانوالہ کینٹ 9 نمبر ٹینکی کے پاس موجود قبرستان میں ہے۔ ہر سال آپؒ کا عرس عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت شیخ سلیمان قادریؒ مرید حضرت داؤد بندگیؒ شیر گڑھی مرید حضرت سید حامد گنج بخشؒ مرید حضرت سید عبدالرزاقؒ مرید حضرت سید عبدالقادر ثانیؒ مرید حضرت سید محمد غوث اُوچیؒ مرید حضرت شمس الدین جیلانیؒ بغدادی مرید حضرت سید شاہ امیرؒ مرید حضرت سید علیؒ مرید حضرت سید مسعودؒ مرید حضرت سید ابوالعباس

احمدؒ مرید حضرت سید صفی الدینؒ مرید حضرت شیخ عبدالوہابؒ مرید حضرت غوث اعظم دستگیرؒ مرید حضرت ابوسعید بغدادیؒ مرید حضرت ابوالحسنؒ مرید ابوالفرح طرطوسیؒ مرید حضرت عبدالواحدؒ مرید حضرت شاہ شبلیؒ مرید حضرت جنید بغدادیؒ مرید حضرت سری سقطیؒ مرید حضرت معروف کرخیؒ مرید حضرت داؤد طائیؒ مرید حضرت حبیب عجمیؒ مرید حضرت حسن بصریؒ مرید حضرت علی المرتضیٰؓ مرید حضور اکرم ﷺ

☆☆☆☆☆☆

حضرت محمد سلیم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی سن وفات اور پیدائش کا بھی علم نہ ہوسکا۔ ایک روایت کے مطابق آپؒ حضرت سید جتی شاہؒ کے مرشد تھے۔ آپؒ کی قبر مبارک آپؒ کے مرید حضرت سید جتیؒ شاہ کے ساتھ ہی ہے۔ ہزاروں حاجت مند آپؒ کے دربار پر آتے ہیں اور بامراد لوٹتے ہیں۔ جہاں پر آپ کا مزار مبارک ہے وہیں پر آخری عمر گذاری۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر سید شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر سید شاہ قادریؒ کوٹ قاضی (جو کوٹ پیرو شاہ سے تین میل کے فاصلہ پر برلب سڑک واقع ہے) کے رہنے والے تھے۔ ہر لحظہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے اور حضرت فخر الحیاءؒ کی ذات بابرکات کے عاشق تھے۔ ہمیشہ کوٹ قاضی سے آپؒ کی خدمت میں برہنہ پا حاضر ہوتے۔ ایک دفعہ نماز فجر ادا کر کے حضرت فخر الحیاء کی خدمت میں برہنہ پا حاضر ہوئے۔ کنڈیاریوں کی وجہ سے زمین پر چلنا دشوار تھا۔ آپؒ نے فرمایا پیر سید شاہ تم کو معلوم نہیں کہ زمین پر بوجہ کانٹوں کے چلنا نہایت دشوار ہے اور برہنہ پا چلنا مشکل ترین۔ اس کے باوجود بھی تم نے جوتا نہیں پہنا۔ حضرت سید شاہؒ نے عرض کیا۔ حضور مجھے تو احساس تک نہیں ہوتا بلکہ

میں تو دیدہ دانستہ کانٹوں کی پرواہ نہیں رکھتا اور پاؤں میں کبھی کانٹا لگنے کا احساس تک نہیں ہوتا۔ یہ سن کر آپؒ نے اپنے دونوں ہاتھ چادر سے باہر نکال کر فرمایا دیکھ۔ جب حضرت شاہؒ نے دیکھا تو دونوں ہاتھ خون آلود تھے۔ فرمایا میں تمہارے سید ہونے کے باعث تمہارے پاؤں کے نیچے ہاتھ رکھتا ہوں تاکہ تجھے کوئی کانٹا نہ لگے۔

یہ سن کر حضرت شاہ صاحبؒ پر لرزہ ہو گئے اور جذب کی سی حالت طاری ہو گئی۔ جب ہوش میں آئے تو عرض کی حضور! میری توبہ آئندہ کبھی برہنہ پا نہ آؤں گا۔ فرمایا ہاں! ادب ضروری ہے اور ادب وہ ہے جو تمہارے دلوں میں سمایا ہوا ہے۔ بظاہر شریعت سے باہر قدم نہ رکھو۔ اگر دل میں ادب ہے تو گھوڑے پر آنا بھی بے ادبی نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سائیں سید محمد قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش ضلع گورداس پور انڈیا کی ہے۔ تقسیم ہندوستان سے پہلے آپؒ گوجرانوالہ تشریف لے آئے تھے۔ آپؒ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ فتح محمد قادری نوشاہی کی عرصہ دراز تک صحبت اختیار کی اور اپنے گھر پر ہی رکھا۔ آپؒ نے شادی کی مگر اولاد نہ ہوئی۔ آپؒ کے مریدین اور عقیدت مند ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ آپؒ نے 7 مارچ 2011ء کو وصال فرمایا۔ آپؒ کا عرس سال 7 مارچ کو منایا جاتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک اپنے شیخ فتح محمد قادری نوشاہیؒ کے ساتھ ہی واقع ہے۔ آپ کا مزار مبارک فیروز والا روڈ بمقام جھنگی گوجرانوالہ میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سخی پیر سید سیلانی سرکار قلندر رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کا آبائی وطن بنوں کوہاٹ تھا۔ آپؒ مادرزاد ولی تھے۔ اس لیے اوائل عمر میں ہی ذوق وشوق جذب و مستی اور عشق اِلٰہیہ کا غلبہ آپؒ پر طاری رہتا تھا۔ اور حکم اِلٰہی کے تحت اپنے شہر کو خیر باد کہا اور ساری زندگی سیر و سیاحت

میں گزاری۔آپؒ مقامات بلند اور شانِ ارجمند رکھنے کے باوجود سترِ احوال رکھنے کے قائل تھے۔آپؒ کا شمار ان اولیائے کرام میں ہوتا ہے جو اخفاء پسند تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپکا اصل نام چند خواص کے علاوہ بہت کم لوگ جانتے ہیں۔اس لیے اسم سیلانی آپکی وجہ شہرت بنا۔چونکہ آپؒ بچپن سے ہی سیر و سیاحت میں رہے۔اس لیے آپکا لقب سیلانی پڑ گیا۔سیلانی کا مطلب ہے سیر و سیاحت کرنے والا۔

آپؒ کی ولادت 1868ء کو بنوں میں صحیح النسب سادات گھرانے میں ہوئی۔آپؒ اخلاقیات کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔تصوف میں اعلیٰ مقامات رکھنے کی وجہ سے جو شخص بھی آپکی خدمت میں حاضر ہوتا با مراد واپس لوٹتا۔

حضرت سید سیلانی سرکار بڑے سخی و فیاض تھے۔بردباری آپکا شعار اور غریبوں کی دستگیری اور مصیبت زدوں کی مدد کرنا آپکا شیوہ تھا۔آپکے دربار گوہر سے کبھی کوئی خالی نہ گیا۔حاجت روائی کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات کسی کے دل کی خواہش محسوس کر کے پورا کر دیتے تھے۔فقر میں آپکا مقام بہت اعلیٰ تھا۔آپؒ فنا و بقا کی منزلیں عبور کر کے معرفتِ حق کے مقام پر پہنچ کر مقام قلندریت پر فائز تھے۔

آپکی زندگی شریعت مطہرہ کے عین مطابق تھی۔نماز خمسہ اور فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزوں کی کثرت فرماتے تھے۔آپؒ صائم النہار اور قائم الیل تھے۔آپؒ تقویٰ و طہارت ظاہری و باطنی موروثی رکھتے تھے۔آپؒ مجاہدہ نفس کی خاطر کئی روز تک کھانا پینا ترک کر دیتے تھے۔اس سلسلے میں آپؒ دریائے چناب کی جنگلات اور بیابانوں میں ریاضت کے لیے گوشہ نشینی کرتے تھے۔کشف و کرامات میں آپکے زمانے کا کوئی ثانی نہیں تھا۔فیروز والا گاؤں کا چوہدری نبی احمد جو آپکے عقیدت مندوں میں سے تھا۔ایک مرتبہ اس نے آپؒ کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت ہمارے باپ دادا کے پاس ہمارے علاقے کی ذیلداری تھی۔جس سے ہم محروم ہو چکے ہیں۔آپؒ دعا فرمائیں کہ ذیلداری کا عہدہ پھر ہمارے خاندان کو مل جائے۔آپؒ نے فرمایا ذیلداری کیا ہوتی ہے۔جاؤ ہم تم کو اس سے بھی اعلیٰ عہدے پر فائز کرتے ہیں۔ذیلدار تمھارے قدموں میں آ کر بیٹھا کریں گے۔مرد قلندر کا فرمان سچ ثابت ہوا۔چوہدری نبی احمد قومی اسمبلی کے رکن بنے اور آج تک اسکی اولاد کے لوگ درگاہ سیلانی پر سالانہ عرس پر حاضر ہو کر مزار کے غسل اور لنگر کی تقسیم میں شامل ہوتے ہیں۔حضرت بابا پیر شاہؒ صاحب المعروف بابا پیر شاہ لاڑؒ حضرت سید سیلانی سرکارؒ کے وصال کے بعد آپؒ کے مزار پر فیض یاب

ہوتے تھے۔ایک مرتبہ بابا پیر شاہ صاحبؒ کے پاس ایک مائی صاحبہ حاضر ہوئی اور عرض کی کہ حضرت میرے دو بیٹے ہیں۔ دونوں کو سزائے موت ہوگئی ہے۔آپ نظر کرم فرمائیں کہ میرے بیٹے بری ہو جائیں۔آپؒ نے فرمایا مائی جاؤ تیرا ایک بیٹا بری ہو جائے۔ مائی نے دوسرے بیٹے کے بارے میں بھی عرض کی۔تو باباجیؒ نے کہا مائی چلی جاؤ دوسرے کی منظوری نہیں ہوئی۔ مائی صاحبہ نے بہت ضد کی اور کہا کہ جب تک آپؒ میرے دوسرے بیٹے کو بری نہیں کروائیں گے میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ بابا پیر شاہ صاحبؒ جلال میں آگے اور ڈنڈا مائی کو دے مارا۔ جس سے مائی صاحبہ کی موت واقع ہوگی۔ مائی تو چل بسی اور اسکے دونوں بیٹے بری ہوگئے۔ بابا پیر شاہ صاحبؒ کو سینٹرل جیل گوجرانوالہ لے جایا گیا۔ جب آپؒ جیل سے فارغ ہوکر واپس آرہے تھے تو حضرت سید سیلانی سرکارؒ کے مزار پر حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضرت آپؒ ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ مجھے اس قتل کے لیے اللہ سے معافی دلوادیں۔حضرت سیلانی سرکارؒ چونکہ مادرزاد ولی تھے اور آپ ساری زندگی تبلیغ وارشاد میں رہے۔ اور شادی نہیں کی اور مجرد رہے۔آپؒ کا وصال 26 اپریل 1948ء کو رات 11 بجے ہوا۔30 مئی کو ہر سال آپکے مزار مبارک کو غسل دیا جاتا ہے۔اور 31 مئی کو آپکا عرس مبارک بڑے عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔اور دودھ کی سبیل اور لنگر زائرین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ آپکی درگاہ مبارک جناح روڈ نزد ماڈل ٹاؤن قبرستان گوجرانوالہ شہر میں مظہر فیوض وبرکات مشہور ہے۔ جہاں ہزاروں لوگ روحانی فیض پارہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سیّد محمد معصوم شاہ قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید محمد معصومؒ کی پیدائش اور وفات کے بارے میں معلومات نہیں مل سکیں۔آپؒ بڑے جلالی بزرگ تھے۔آپؒ کے پاس جو کوئی بھی حاجت لے کر آتا وہ بامراد واپس لوٹتا۔ جیسے آپؒ زندگی میں صاحب کرامت تھے بعدازوصال آج بھی ویسی ہی کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔آپؒ کا جہاں مزار ہے پہلے یہ علاقہ سنسان بیابان تھا۔سانپ اور خطرناک کیڑے مکوڑے آپؒ کے پاس آتے اور واپس چلے جاتے تھے۔ آج بھی یہ بات بہت مشہور ہے کہ عرصہ دراز تک ایک اژدھا آپؒ کے پاس آتا تھا اور سلام کر کے چلا جاتا تھا۔آپؒ کی اجازت کے بغیر کوئی کسی چیز کو کوئی ہاتھ لگاتا تو اس کی بینائی عارضی طور پر چلی جاتی تھی جو بعدازاں

معافی پر ٹھیک ہو جاتی تھی۔

آپؒ کے مزار پر ہر قسم کی جسمانی اور روحانی بیماری میں مبتلا مریض آتے ہیں اور شفایاب ہو کر جاتے ہیں۔ آپ ہر وقت حالتِ جذب میں رہتے تھے اور مخلوق سے کنارہ کشی کی کوشش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؒ کے پاس ایک عورت آئی اور فریاد کی کہ میرے بیٹے کو سزائے موت ہوئی ہے۔ میں بہت پریشان ہوں اس کی رہائی کیلئے دعا فرما دیں۔ آپؒ نے دعا فرمادی۔ دعا قبول ہوئی تو وہ عورت نیاز لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؒ وہاں سے بھاگ گئے۔ وہ پیچھے گئی مگر نہ مل سکے پھر ایک جگہ آپؒ کے کپڑے پڑے تھے۔ اس کے بعد آپ کسی کو نہیں ملے۔ جہاں آپ کے کپڑے پڑے تھے وہاں زمین شق ہوئی اور آپ اس میں سما گئے۔ یہ بات کثیر روایت کی وجہ سے بہت معروف ہے۔ آپؒ کے مزار مبارک پر ہر سال دو عرس ہوتے ہیں ایک ۲۰ جیٹھ اور دوسرا پوہ کی پہلی جمعرات کو۔ آپ کا مزار مبارک گاؤں پنج گرائیں نزد قلعہ میاں سنگھ میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا شاندار ولی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے تفصیلی حالات نہ مل سکے۔ آپؒ نے ساری زندگی مخلوق خدا کی خدمت میں گزار دی۔ آج بھی جو لوگ آپؒ کے مزار پر اپنی حاجات لے کر آتے ہیں۔ وہ بامراد لوٹتے ہیں۔ آپؒ کا مزار مبارک ایمن آباد کے بڑے قبرستان میں واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 19-18-17 جولائی کو منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر سید شبیر حسین شاہ گیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کا نام سید شبیر حسین کنیت ابو سجاد اور ابو عمر ہے۔ آپؒ الحسنی سیّد ہیں۔ اور حضور غوث الاعظمؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؒ کے دادا کا نام حضرت سید محمد شاہؒ قادری گیلانی تھا۔ جو نہایت پاکیزہ کردار اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ آپؒ کے والد کا نام حضرت سید رسول شاہ گیلانیؒ قادری تھا۔ جو اپنے دور کے بلند پایہ ولی اللہ میں سے تھے۔ آپؒ کی والدہ کا نام سیدہ نواب بی بی تھا۔ جو نہایت نیک اور پاکیزہ سیرت کی مالک تھیں۔ اور وہ اپنے گھر میں گاؤں کے بچوں اور بچیوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔ آپؒ کی ایک ہمشیرہ اور ایک بھائی تھا۔ آپؒ کی ولادت 1945ء کو سیالکوٹ کی تحصیل ڈسکہ کے گاؤں بمبانوالہ میں پیر کے دن ہوئی۔ آپؒ نے دینی تعلیم اپنے والد اور والدہ سے حاصل کی۔ اور دنیاوی تعلیم میں میٹرک کے بعد ہومیو پیتھک کا کورس کیا۔ آپؒ نے اپنے والد محترم حضرت پیر سید رسول شاہ صاحب گیلانی قادریؒ کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ کی بیعت کی۔ جب آپؒ نے سلوک کی منازل کو طے کر لیا تو

آپؒ کے پیرومرشد نے آپؒ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔آپؒ کی شادی آپ کے تایا جان حضرت پیر سید محمد حسین شاہ گیلانی قادریؒ کی نواسی اور حضرت سید خادم حسین شاہ بخاریؒ کی صاحبزادی سے ہوئی۔اللہ نے آپؒ کو چار بیٹے اور تین بیٹیاں عطا کیں۔سب سے بڑے بیٹے سید سجاد حسین شاہ گیلانی تھے۔آپ کے تین بیٹوں کا وصال ہو چکا ہے اور سب سے چھوٹے بیٹے ڈاکٹر سید محمد عمر گیلانی ہیں۔جو طب کے شعبہ سے منسلک ہیں۔حضرت سید شبیر حسین گیلانیؒ سچے عاشق رسول تھے۔عشق مصطفیٰ ﷺ آپؒ کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا۔آپؒ کے دو خلفاء ہیں۔(1) صاحبزادہ عتیق الرحمٰن صدیقی قادری (2) ڈاکٹر سید محمد عمر گیلانی قادری آپؒ سال بھر سے زیادہ عرصہ بیمار رہے پھر جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب سحری کے وقت آپؒ کا وصال ہوا۔آپؒ کا عرس مبارک 4 جنوری کو پاپولر نرسری میں آپؒ کے آستانہ پر منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سائیں محمد شریف قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ 1920ء میں کھیالی گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔آپؒ فوج میں ملازم تھے۔آپؒ کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔آپؒ کا بیٹا بچپن میں ہی وفات پا گیا تھا۔اپنے بیٹے کی وفات کے بعد آپؒ نے فوج کی ملازمت چھوڑ دی اور تانگہ گھوڑا چلانے لگے۔آپؒ محنت مزدوری کر کے روزی کمانے کو بہت ترجیح دیتے تھے۔آپؒ اپنے عقیدت مندوں سے اکثر کہا کرتے تھے کہ ''کر مزدوری کھا چوری''۔شروع میں آپؒ کا وقت اکثر بزرگانِ دین کی محفل میں گزرتا تھا۔آپؒ اکثر بابا بھڑی پاک رحمٰنؒ کے مزار پر پیدل جایا کرتے تھے اور تین چار دن وہاں رہا کرتے تھے۔آپؒ کو حضرت بابا شاہ علی سرکارؒ سے نسبت اویسی تھی۔آپؒ کی زندگی کا اکثر حصہ ان کے مزار پر ہی گزرا ہے۔آپؒ نے مزار کے ساتھ آستانہ بھی بنایا ہوا تھا۔ایک مرتبہ آپؒ کا داماد آپؒ کے لئے روٹی لیکر آپ کے پاس آیا۔آپؒ کمرے میں بیٹھے تھے آپؒ کے داماد نے دیکھا کہ آپؒ کے جسم کے سارے اعضاء الگ الگ پڑے ہیں۔وہ یہ دیکھ کر ڈر گیا اور واپس جانے لگا تو آپؒ نے آواز دی کہ اندر آجاؤ۔پھر جب وہ اندر گیا تو آپؒ دوزانو بیٹھے تھے۔

آپؒ کو فوج کی ملازمت کے دوران ایک تمغہ انعام کے طور پر ملا تھا۔1965ء کی جنگ کے

دوران کسی نے فوج کو خبر کی کہ کھیالی قبرستان میں جاسوس ہے۔ جب فوج نے آکر دیکھا تو آپؒ وہاں بیٹھے تھے۔ آپؒ نے کہا میں جاسوس نہیں ہوں۔ میں بھی فوج کا جوان ہوں۔ میں نے نوکری چھوڑ دی ہے۔ فوج کے میجر نے کہا کہ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے تو آپؒ نے وہی تمغہ جو آپ کو ملا تھا دکھایا تو میجر نے آپؒ کو سیلوٹ کیا اور پھر چلا گیا۔ آپؒ نے فوج کی ڈیوٹی کے دوران چین، بھارت، انگلستان اور برما میں سفر بھی کیے۔

آپؒ نہایت نرم دل، شفیق اور حلیم الطبع انسان تھے۔ مگر آخری عمر میں آپ پر اکثر جلالی طبیعت کا غلبہ تھا۔ آپؒ مہمانوں کے لئے کھانا خود تیار کرتے تھے۔ اس لئے کم کھانا زیادہ لوگوں میں تقسیم ہو جاتا تھا آپ اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ عقیدت مندوں کو بہت کم کہتے تھے۔ آپؒ اپنے ڈیرے پر چج لگا کر بیٹھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؒ چج لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ چار پولیس والے آئے اور آپؒ کے ساتھ بدتمیزی کی۔ آپؒ نے سگریٹ لگا کر دو تین کش لگائے اور سگریٹ پھینک دیا۔ اور عقیدت مندوں سے کہا کہ ان کا پتہ کرو کس تھانے کے ہیں۔ پتہ چلا کہ سبزی منڈی تھانے کے ہیں۔ آپؒ نے تین بار سگریٹ لگایا اور کش لگا کر پھینک دیا۔ صبح پتہ چلا کہ ان چاروں ملازموں پر قتل اور ڈکیتی کے پرچے نامزد ہو گئے ہیں۔

آپؒ اکثر گوشہ نشین رہتے تھے۔ آپؒ نے اپنی وفات کا دن جمعرات پہلے ہی بتا دیا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ آپؒ سخت بیمار ہو گئے۔ جمعرات کا دن تھا۔ گھر کی عورتیں آپؒ کی چارپائی کے اردگرد جمع ہو گئیں اور قرآن شریف پڑھنے لگیں۔ آپؒ کو غصہ آ گیا اور آپؒ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے میں نے ابھی نہیں مرنا۔ جب آپؒ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپؒ سجدے میں گر گئے اور کافی دیر سجدے میں رہے۔ آپؒ کی عمر 75 سال تھی۔ آپؒ کا وصال 25 اگست 1995ء کو جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو ہوا۔ آپ کا مزار بابا شاہ علی سرکار کے قدموں میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت صوفی محمد شفیع چشتی صابری قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش ڈیرہ افغاناں ضلع نارووال کی ہے۔ آپؒ محبت الٰہی کی تلاش میں پھرتے رہے پھر حضرت صوفی لال دینؒ کے دست بیعت ہوئے جو بڑے متقی پرہیز گار اور اللہ والے تھے۔ (جن کا مزار مبارک شاہدرہ موڑ میں واقع ہے)۔ آپؒ نے اپنے شیخ کی صحبت میں منازل سلوک طے کیں اور پھر 1978ء میں گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔ آپؒ ہر وقت تلاوت قرآن کرتے تھے۔ آپؒ نے محلّہ حمید پورہ گرجاکھ میں قیام فرمایا۔ ایک مدرسہ چشتیہ صابریہ قادریہ کے نام سے بنایا۔ آپؒ سے بڑے لوگوں کو فیض ہوا۔ آپؒ کا مزار مبارک گرجاکھ میں واقع ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ سید محمد شفیع چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

(چشتیاں آباد کامونکی)

آپؒ کی ولادت باسعادت ۱۸۹۴ء کو سرزمین بھوپال انڈیا میں سادات بخاری کے عظیم نیر تاباں حضرت خواجہ سید محمد رضا شاہ بخاریؒ کے گھر ہوئی۔ ابھی بچپن کا عالم تھا کہ آپ کے والدین کا انتقال ہو گیا جس کی بنا پر آپ کی زندگی کے نئے سفر کا آغاز ہوا۔ آپؒ ابھی تعلیم کے حصول کے لئے کوشاں تھے ایک دن سکول کی طرف جا رہے تھے کہ ایک نئی مصیبت آن پڑی۔ کہ راستے میں ایک ناعاقبت اندیش فرد ملا اور اس نے آپؒ کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو میں تم کو سیر کرالاؤں اور میلہ دکھا کر لاؤں۔ چونکہ آپؒ طبعاً سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ زمانہ سازی اور اس کے نشیب وفراز سے ناآشنا تھے۔ اس کی باتوں میں آ کر اس کے ساتھ چل دیئے وہ شخص آپؒ کو وہاں سے کوبہ کو، قریہ بہ قریہ، شہر بہ شہر پھراتا ہوا سرزمین پنجاب میں لے آیا۔ اس طرح یہ قدرت کا شہکار اپنے خاندان سے بچھڑ کر گھر سے دور ہو گیا۔ اس پورے سفر میں آپ کے ہمراہ ایک لڑکا اور ابھی تھا جو کہ عمر کے لحاظ سے آپ سے کچھ بڑا تھا۔ دونوں اس کے ساتھ پھرتے پھراتے امرتسر کے ایک موضع دوبرجی پہنچے رات ہوئی تو وہاں پر جس مکان میں قیام کیا وہ ایک خدارسیدہ

بزرگ کے خادم کا مکان تھا۔

زندگی کے اہم فیصلے کی رات:

امرتسر کے گاؤں موضع دوبرجی میں جس مکان میں آپؒ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قیام کیا اس مکان میں ایک خدارسیدہ بزرگ اور اپنے زمانے کے شہباز ولایت حضرت خواجہ بابا خدا بخش چشتی صابریؒ قیام پذیر تھے۔ جب ان کی نگاہ آپ کے چہرے پر پڑی تو سمجھ گئے تو کہ یہ بچہ سادات کے عظیم گھرانے کا چشم و چراغ ہے۔ جس کے چہرے سے ولایت کے آثار نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ ''ولی راہ ولی می شناسد'' کے مصداق آپ کو پہچان لیا۔

چونکہ آپ دور دراز کے سفر سے تھکے ہوئے تھے اس لئے جلد ہی زمین پر لیٹ گئے جبکہ حضرت بابا خدا بخشؒ پلنگ پر آرام فرما تھے۔ جب آپ کے ساتھی سو گئے تو حضرت بابا صاحبؒ نے آپ کو زمین سے اٹھایا اور اپنے پلنگ پر اپنے ساتھ لیٹا لیا اور آپ کے بارے میں سوچتے رہے کہ نہ جانے کون ہے۔ کس خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ یہ حسین و جمیل اور نورانی چہرے والا آئندہ کس منزل سے گزرے گا وغیرہ وغیرہ۔ اسی اثناء اور سوچ و بچار میں حضرت بابا خدا بخش صابری صاحب پر باطنی طور پر تمام حقیقت کھل گئی۔ جب صبح کو بیدار ہوئے تو حضرت نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ بچے تمہارے ہیں۔ اس نے جواب میں عرض کیا جی حضور یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ یہ دونوں تو اردو بولتے ہیں جبکہ تمہاری مادری زبان پنجابی ہے۔ تو اس نے کہا کہ ان کی والدہ ہندوستانی ہے بابا صاحب نے فرمایا کہ تو پھر ان کو اردو پنجابی مکس کر کے بولنی چاہیے۔ اس کے علاوہ حضرت بابا صاحبؒ نے کچھ سخت اور ترش قسم کے سوالات سختی کے لہجے میں اس سے کئے تو وہ گھبرا کر دونوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔

اس کے بعد حضرت نے ان دونوں سے حقیقت حال پوچھی تو دوسرا لڑکا جو عمر میں بڑا بھی تھا اس نے عرض کی حضور میرا تعلق بڑھئی خاندان سے ہے اور ان کا تعلق سادات خاندان سے ہے اور یہ یتیم بھی ہیں اور وہ شخص عرصہ چھ ماہ سے ہمیں در بدر لئے پھر رہا تھا۔ ہماری خوش قسمتی کی آپ کی وجہ سے ہماری جان اُس سے چھوٹ گئی۔ چنانچہ حضرت بابا خدا بخش صابریؒ نے اس بڑے لڑکے کو واپس دہلی بھجوا دیا اور آپؒ کو اپنے پاس ہی رکھ لیا اور آپ کی تربیت و تعلیم ظاہری و باطنی پر مکمل توجہ دینا شروع کر دی۔ اسی دوران کچھ عرصہ کے بعد

حضرت بابا خدا بخش وہاں سے ہجرت کر کے ایمن آباد نزد گوجرانوالہ میں تشریف لے آئے اور خانقاہی نظام قائم کر کے مخلوق خدا کی رشد وہدایت میں مصروف ہو گئے۔

بیعت وخلافت:

آپؒ جب عالم شباب کو پہنچے تو دینی تعلیم کے حصول کے لئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مسلسل محنت ولگن سے تکمیل حاصل کی اور عبادت وریاضت اور زہد وتقویٰ کو اختیار کیا اور سخت مجاہدات میں مشغول ہو کر منازل سلوک کو طے کیا۔ مگر دل میں بار بار والد گرامی کی نصیحت وفرمان کا خیال گزرتا۔ جس کے پیش نظر آپ یہ سوچتے تھے نہ جانے میں اس معیار پر پورا اتر رہا ہوں یا نہیں۔

ایک دن اسی خیال میں طبیعت مضطرب تھی کہ رقت طاری ہو گئی اور اسی کیفیت میں غنودگی طاری ہوئی تو خواب میں سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ جن سے آپ کے دل کی گرہ کھل گئی اور مسرت وخوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ آپ نے جگر گوشہ بتول حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں اپنا مدعا عرض کیا اور حال دل سنایا تو حضرت امام عالی مقام نے دست شفقت پھیرا اور توجہ فرمائی۔ آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو اپنے دست مبارک پر بیعت سے مشرف فرما کر اعزاز واکرام اور فیوضات باطنیہ سے نواز کر ظاہری بیعت کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد جب آپ بیدار ہوئے تو دل کی دنیا چونکہ بدل چکی تھی آپؒ حضرت بابا خدا بخش چشتی صابریؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ مرشد کامل نے نہ صرف بیعت سے مشرف فرمایا بلکہ آپ کو خرقہ خلافت سے بھی سرفراز وممتاز فرما کر صاحب ارشاد کیا اور فرمایا کہ آپ کا کام مکمل ہو چکا ہے لہٰذا آپ امرتسر کے موضع مکھن پور تشریف لے جائیں اور خانقاہ قائم کر کے خلق خدا کو فیض باطنی سے مالا مال کریں۔ آپ نے عرض کیا حضور وہاں کے لوگ تو بہت سخت ہیں میرا کیسے گزارا ہو گا۔ مرشد کامل نے فرمایا ''شاہ جی مٹھیاں مجاں تے ہر کوئی چولیند ااے۔ کوڑیاں چوئے تو فیرای مزا آوندہ اے۔''

موضع مکھن پور میں صابری فیضان کی بارش

مرشد کامل کا فرمان سنتے ہی آپؒ ایمن آباد گوجرانوالہ سے مکھن پور امرتسر انڈیا پہنچے اور وہاں پر خانقاہ قائم کی اور رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ مسلمان تو مسلمان رہے آپؒ کے پاس ہندو اور سکھوں کے

جھتے کے جھتے آنے لگے۔سکھ بڑے پیار اور محبت کی نگاہ سے دیکھتے اور دل سے آپ کا احترام کرتے تھے۔ آپ کی نگاہِ ولایت وعزت جس پر ایک بار پڑ جاتی وہ نہ صرف گرویدہ ہو کے رہ جاتا بلکہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا تھا۔لوگ جوق در جوق سلسلہ میں آپؒ کے ہاتھ پر داخل ہونے لگے۔ ہندو اور سکھوں کی اکثریت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے لگی مکھن پور جہاں آپ کو جاننے والا کوئی نہ تھا اب کیفیت یہ تھی کہ اس کے کسی بھی گلی محلے سے گزرتے مسلمان تو الگ رہے ہندو اور سکھ بھی احتراماً آپ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔اس مقام پر آپ نے دو سال تک قیام کیا اور اس کے بعد آپ اس کے نزدیکی گاؤں رانی پنڈ تشریف لے گئے۔

رانی پنڈ میں صابری فیضان کی منتقلی

مکھن پور سے آپ رانی پنڈ تشریف لے گئے اور یہاں پر سلسلہ رشد وہدایت قائم کیا۔ یہاں کے لوگ بہت سخت دل، ڈاکے، چوری چکاری اور زنا بدکاری کا ارتکاب سرعام کرتے بلکہ اس فعل بد پر فخر محسوس کرتے تھے۔ مشیتِ خداوندی کے حضور مخدوم پاک صابر پیا کلیریؒ کا لاڈلہ ان سخت لوگوں میں قیام پذیر ہوا کہ ان کو خدا کا حکم اور نبی کریم ﷺ کی سنت پہنچائی جائے۔مگر چونکہ یہ لوگ ان تمام تعلیم وتعلم سے بے خبر اور برائی میں مست الست تھے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کا فارغ وقت میں ایک بہترین مشغلہ ایک کتاب جس پر ہیر رانجھے کی کہانی اور داستان تھی اس کو سنا کرتے تھے۔ آپؒ نے حضور غریب نواز کی طریقت پر عمل کرتے ہوئے ان کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھا اور ان لوگوں کو اپنی خوبصورت آواز میں ہیر پڑھ کر سنانا شروع کر دی۔ مطلب یہ تھا کہ کسی بھی بہانے آئیں تو سہی۔ جب آئیں گے تو اپنا رنگ چڑھانا کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔

چنانچہ آپ کی جادوئی آواز نے سب کو ایک ایک کر کے اپنی طرف کھینچ لیا اور لوگ آپ کی طرف مائل ہونے لگے۔ دن بدن مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا لوگ اسلام قبول کرتے اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہونے لگے۔اس طرح اس پورے علاقے کے اطراف میں اسلام کی شمع روشن ہوئی اور ہر طرف حق صابر یا صابر کے نعرے لگنے لگے۔

سیرت وکردار:

آپ صحیح النسب سادات بخاری سے ہیں۔ دین اسلام کی شمع کو فروزاں کرنے میں تمام عمر مصروف رہے۔ ہزاروں کافر آپ کے ہاتھ پر کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپؒ نے تمام عمر دین مصطفیٰ ﷺ

کے فروغ اور تحفظ اور اس کی اشاعت میں گزاری۔ کوئی لمحہ بھی یادِ خدا سے غافل نہ رہے۔ عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ، مجاہدہ و سلوک، پرہیزگاری میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ حضور مخدوم پاک صابر کلیریؒ کے فیضان کو پھیلانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ آپ حضرت مخدوم شاہ کلیریؒ کے سچے پکے عاشق صادق تھے۔ ہر وقت اپنے مرشد کے جلووں میں گم رہتے۔ ایک لمحہ کو بھی مرشد سے جدا نہ ہوتے۔ چاہے قریب ہوں یا دور۔ جلوہ مرشد آپؒ سے کبھی پنہاں نہ رہا۔ سخاوت میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے اخلاق محمدی کا عملی نمونہ اور پیکر تھے۔ زندگی میں جس قدر بحران آئے کبھی حرف شکوہ زبان پر نہ آنے دیا۔ ہر حال میں اپنے خالق و مالک کی رضا پر راضی رہتے تھے۔

تحریک پاکستان اور ہجرت

آپ پنڈ رانی میں جب دین اسلام اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے فروغ اور احیاء کے لئے دن و رات مصروف و مشغول تھے تو ان دنوں تحریک پاکستان بھی اپنے عروج پر تھی۔ آپ نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور اپنے علاقے میں اس کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ جب پاکستان بن گیا تو آپ رانی پنڈ امرتسر سے ہجرت کر کے پاکستان میں گوجرانوالہ کے مقام پر تشریف لے آئے اور یہاں پر خانقاہ معلی چشتیہ آباد شریف کی بنیاد رکھی اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کی رشد و ہدایت کا آغاز کیا اور ہزاروں گم کردہ راہوں کو راہِ ہدایت سے ہمکنار کیا اور لاتعداد دکھی دل لوگوں کی حاجت روائی کی۔ بے شمار بیماروں کو آپ کے دم سے شفا نصیب ہوئی۔ اور ہزاروں افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ ان میں چند کاملین کو آپ نے خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد کیا۔

دیگر مشائخ سے اِکتساب فیض

اپنے شیخ کامل کے علاوہ امرتسر کے علاقہ کے ایک مجذوب درویش جو آپؒ سے بہت پیار کرتے تھے آپؒ نے ان سے بھی روحانی فیوض و برکات حاصل کئے جبکہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سلیمان پھلواری نوری قادریؒ سے بھی آپ کو خصوصی ارادت تھی۔ انہوں نے سلسلہ قادریہ سے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر صاحب ارشاد کیا۔ اس کے علاوہ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت سید غلام حسین

شاہ حیدر آباد دکن سے بھی آپ کو خرقہ خلافت حاصل ہے۔

کشف و کرامات:

کرامت نمبر 1

آپؒ کے حلقہ ارادت کے خلیفہ مجاز سائیں امام بخشؒ نامی ایک بزرگ گزرے ہیں جو پہلے آپ کی نظروں کا قیدی نہیں ہو رہا تھا۔ آپؒ قبلہ عالم کا سخت مخالف تھا ایک دن وہ اپنے ناجائز اور ناپاک عزائم کے ساتھ کلہاڑی لے کر سامنے آ گیا پاس بیٹھے ہوئے لوگ خوف کے مارے کانپ اٹھے۔ کیونکہ وہ اس علاقے کا سب سے بڑا بدمعاش مانا جاتا تھا۔ لیکن خدا کو اور آپ کو کچھ اور ہی منظور تھا جب سامنے آیا۔ نگاہیں چار ہوئیں وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ کلہاڑی ہاتھ سے گر گئی اور اسم اعظم کا ورد زبان پر جاری ہو گیا اور گر کر بے ہوش ہو گیا۔ سخت گرمی میں اپنی کوئی ہوش نہ رہی۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ دوپہر کی گرمی میں وہ کئی گھنٹے پڑا رہا۔ جب ہوش آیا تو دنیا اجڑ گئی کے الفاظ پکارتا جنگل کی طرف نکل پڑا۔ روحانیت اور جذب کی کیفیت نے اس کو گرمی اور سردی اور کھانے پینے کے تصور سے باہر کر دیا۔ چھ ماہ کا عرصہ جنگلوں میں ذکر الٰہی سے اپنے دل کو گرماتا رہا پھر ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو پاؤں میں گر پڑا اور اپنے کیے پر معافی مانگنے لگا۔ ادھر اس کی والدہ نے عرض کیا حضور میرا اکلوتا بیٹا ہے اس کو زندگی بخش دیں۔ آپؒ نے فرمایا اماں اب یہ زندہ تو رہے گا لیکن تمہارے کسی کام کا نہیں رہا۔ مرشد کامل نے اٹھا کر سینے سے لگایا اور فیضان روحانی سے دل منور کر کے مقام ابدال پر فائز کر دیا۔ آپؒ نے اپنا بچایا ہوا پانی عطا فرمایا پانی پینے کی دیر تھی اس کی زبان پر دنیا آباد ہو گئی کے الفاظ جاری ہو گئے۔ پہلے تو صرف انسان تھا مگر اب انسان کامل بن گیا۔ ادنیٰ تھا اعلیٰ بن گیا کثافت لطافت میں بدل گئی۔ اندھیرا اُجالے میں تبدیل ہو گیا۔ یہ بابا امام بخش تاحیات اپنے پیر کامل کے امر پر عمل پیرا رہے اور خلق خدا کو راہ ہدایت سکھاتے رہے اور آج بھی ان کا مزار ضلع شیخوپورہ میں بقعہ نور بنا ہوا ہے۔

کرامت نمبر 2

ایک دفعہ چک پنڈوری میں تشریف فرما تھے۔ عقیدت مندوں کا خاصہ ہجوم تھا۔ محفل نعت و منقبت منعقد ہوئی۔ سردیوں کا موسم تھا۔ کوئلوں کی انگیٹھی جل رہی تھی۔ رات کو جب محفل اپنے اختتام پر پہنچی، سب

لوگ آرام کی غرض سے جا چکے تھے۔آپؒ کا ایک خادم مہر دین تھا۔آپؒ نے اس سے فرمایا کہ نعت شریف سناؤ جب اس نے نعت شریف شروع کی تو آپؒ پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔اسی وجدانی کیفیت میں آپ انگیٹھی پر آ گرے۔تمام کوئلے بکھر گئے آپؒ ان پر رقص کناں تھے۔جب حالت جذب سے کیفیت کا رُخ بدلا تو آپ آرام کرنے کی غرض سے چارپائی پر لیٹ گئے۔صبح جب نماز کے لئے بیدار ہوئے تو درویش آپؒ کے جسم اطہر کو دیکھنے لگے۔حضور نے پوچھا کیا دیکھتے ہو تو عرض کی حضور رات کو یہ واقعہ پیش آیا تھا اسی سبب کی وجہ سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضور کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو۔آپ نے فرمایا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے اور ہم سے آگ نے کیا لینا ہے جو شخص فنافی اللہ فی الرسول فنافی الشیخ ہو اس کو آگ جلائے یہ ہو نہیں سکتا۔

کرامت نمبر 3

سائیں امام بخشؒ جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔آپؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔جن کو آپؒ نے فیضان باطن سے ایسا سرشار کیا کہ مقام ابدال پر فائز کیا۔ساری عمر پیدل سفر کیا۔دور و نزدیک کی مسافت ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔زمین ان کے لئے سمٹ جاتی تھی۔ایک شب وہ اپنے احباب کے گھر گئے جہاں وہ پہلے بھی جایا کرتے تھے لیکن گھر والوں نے انہیں مشکوک نظروں سے دیکھا اور غلط گمان کیا اور بغیر کسی عذر داری کی قبولیت کے ان کو مارنا شروع کر دیا اور انتہائی شرمناک طریقے سے مارا۔ادھر لوگ اس کو مار رہے تھے اور دوسری طرف شیخ کامل اس مار کی تکلیف کو برداشت کر رہے تھے آپؒ ان کے گاؤں پہنچے اور مارنے کی وجہ دریافت کی۔آپؒ نے ان کے سوال کا خود ہی جواب عطا فرمایا جس کے متعلق تم بدگمانی کا الزام لگاتے ہو ان کی تو قوائے شہوانیہ ہی میں نے سلب کر رکھی ہیں۔آپؒ نے اپنی کمر مبارک سے قمیض اٹھا کر انہیں دکھایا کہ دیکھو جتنی ضربیں تم نے میرے اس درویش کو لگائی ہیں وہ میرے جسم پر موجود ہیں اس جلال کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر خدا کی طرف سے قہر نازل ہوگیا اور وہ روز بہ روز روبہ زوال ہوتے چلے گئے کئی برس کے بعد وہ معافی کے طلبگار ہوئے اور عرق ندامت بہانے لگے۔فقیر رحم دل ہوتا ہے آپ نے حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے انہیں معاف کر دیا۔

کرامت نمبر 4

ایک دفعہ آپؒ اپنے عزیز و اقارب کو ملنے کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ آپ گاڑی سے اتر کر گھر پہنچ گئے تو یاد آیا کہ وظائف والا بیگ وہیں گاڑی میں ہی رہ گیا ہے۔ غلاموں نے عرض کیا ہم تو بھول گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ پتہ کرو وہ گاڑی ابھی نہیں گئی ہوگی۔ چنانچہ یہ سب لوگ گئے تو گاڑی وہیں اسٹیشن پر موجود تھی۔ انہوں وظائف والا بیگ مطلوبہ جگہ سے حاصل کرلیا۔ ڈرائیور کا بیان ہے کہ میں نے گاڑی کو بڑی حرکت دی لیکن گاڑی چلتی ہی نہ تھی وظائف والا بیگ اتار لیا گیا تب گاڑی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئی۔

کرامت نمبر 5

اسی طرح کا واقعہ علی مہر بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو لیٹا دل میں خیال کر رہا تھا کہ بابا فتح محمد مرحوم بیمار ہے اس کو صحت پانا چاہیے۔ رات کو خواب میں حضور قبلہ خواجہ سید محمد شفیعؒ کی زیارت ہوئی اور میں نے عرض کیا حضور بابا فتح محمد بیمار ہے دعا فرمائیں۔ جب میں صبح اس کے پاس آیا اور پوچھا بابا کیا حال ہے اس نے عرض کیا کہ حضور پیرو مرشد رات کو خواب میں آئے تھے اور مجھے تندرست کر گئے ہیں۔ بابا علی محمد کہتا ہے کہ بالکل اسی ٹائم پر وہ مجھے ملے اور اسی ٹائم پر وہ بابا فتح محمد کے پاس آئے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کو تقریباً ۳۰ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔

مراثی مراثی ہی رہا

آپ کے گاؤں کا ایک مراثی تھا یہ واقعہ غلام محمد نامی ایک مرید بیان کرتا ہے کہ اس مراثی نے عرض کیا حضور مجھے کچھ نوازیں۔ آپؒ نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے۔ اس نے عرض کی حضور مجھے ایسا تصرف دیں گے آپ جس جگہ پر موجود ہوں مجھے پتہ چل جائے۔ آپؒ نے اس کو اپنے حصے سے کچھ نواز دیا۔ ایک دفعہ کسی آدمی نے عرض کیا کہ میں بہت مشکلات میں ہوں حضورؒ کا کہیں پتہ نہیں چلتا کہ وہ کہاں ہیں تو اس مراثی نے کہا کہ میں بتا سکتا ہوں کہ آپ کہاں ہیں؟ وہ اس وقت فلاں گاؤں میں ہیں اور آج آپؒ نے رانی پنڈ تشریف لانا ہے اور آپؒ پیدل آ رہے ہیں جاؤ انہیں آگے سے لے کر آؤ۔ جب وہ مطلوبہ شخص آگے سے انہیں لینے گیا تو آپؒ نے پوچھا تمہیں کس نے بتایا ہے اس نے عرض کی حضور ہمیں فلاں گاؤں کے مراثی نے بتایا ہے۔ آپ

جب رانی پنڈ پہنچے اور اسے طلب کیا اور فرمایا کہ تمہیں اس لئے بتایا تھا کہ تو ہر شخص کو یہ بتلاتا پھرے کہ میں کہاں پر موجود ہوں۔ جاؤ تو آج وہی مراثی ہے جو پہلے تھا صرف ایک غلطی کرنے سے تمام تصرفات کو سلب کر کے رکھ دیا۔

ظرف کے اسرار کمینوں میں نہیں ہوتے

آپ کا ایک خادم سائیں صادق تھا جس کو آپؒ نے کچھ اسباق بتلائے تھے۔ اور وہ ان اوراد سے اپنا کلام چلاتا تھا۔ ایک دفعہ وہ آپؒ کے کسی مرید کے ہاں اور وہاں پر حضور قبلہ عالم کے چارپائی بچھی ہوئی تھی اور وہ اس پی جا بیٹھا۔ گھر والوں نے کہا کہ یہ حضور کے لئے ہے۔ اس پر ان کے علاوہ کوئی نہیں بیٹھ سکتا۔ اس نے زبان درازی کی۔ کہا کہ کیا ہوا میں سمندر ہوں اور وہ دریا ہیں۔ یہ بات حضور قبلہ عالمؒ کے پاس پہنچ گئی۔ آپؒ اس سے ملے اور کہا کہ میں دریا ہوں اور تم سمندر ہو۔ یہ کہنا تھا کہ اس کی قوت گویائی ختم ہوگئی اور سب کچھ ختم ہوگیا۔

مقامِ حضوری اور درجہ قطب

آپ کا ایک درویش تھا۔ اس کو ایک رات خواب آیا کہ وہ حضور ﷺ کی کچہری میں حاضر ہے۔ وہاں پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے تمام اصحاب رسول جمع ہیں۔ ایک شخص حاضر خدمت ہوا کہ فلاں علاقے کا قطب جن کا نام (بابا خیر شاہ) تھا ان کا وصال ہوگیا ہے۔ اور وہ جگہ خالی ہے تو حضرت علیؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا حضورؐ یہاں پر کسی کو قطب نامزد کیا جائے۔ آپؐ نے پوچھا کوئی ہے تو عرض کی جی ہاں ہے۔ نام پوچھا تو بتایا گیا کہ وہاں پر حضرت پیر سید محمد شفیعؒ ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے وہ میرا خاص آدمی ہے۔ اسکو میرے ساتھ محبت ہے اور مجھے اس کے ساتھ محبت ہے۔ میں اس کو اس علاقے کا قطب مقرر کرتا ہوں۔

مقامِ دیگر است

آپ کے ایک خادم اور درگاہ عالیہ کے پرانے درویش جناب بابا فتح محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے مرشدؒ کی درگاہ میں حاضر تھا کہ ذرا اونگھ سی آئی تو قسمت جاگ اٹھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور سیدِ عالم ﷺ اپنے غلاموں کے جلوے میں تشریف لا رہے ہیں۔ آپؐ کے پہلو میں خواجہ سید محمد شفیعؒ بھی تشریف رکھتے

ہیں۔میں نے اشک بار آنکھوں سے سلام عرض کیا۔بعد ازاں حضرت خواجہ سید محمد شفیعؒ نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضورﷺ سے عرض کی کہ آقا یہ ہمارا پرانا خادم خاص ہے اس کا خیال رکھیے گا۔

وصال باکمال

آج کل جہاں آپ کا مزار ہے۔ایک دن آپ بمع احباب اس جگہ پر ٹہل رہے تھے کہ اچانک احباب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ جگہ کیسی رہے گی تو انہوں نے عرض کیا حضور جیسے آپ کی مرضی اور حکم ہو۔آپ نے اپنے لئے اس جگہ کو منتخب فرمایا۔وصال سے قبل دس محرم الحرام کو سالانہ عرس کے موقع پر حاضرین سے خطاب کے دوران فرمایا کہ جو لوگ آج کے عرس میں شریک ہیں وہ بہت خوش نصیب ہیں شاید چند دنوں بعد آپکو پھر آنا پڑے۔چنانچہ ٹھیک بارہ دن کے بعد ۲۲ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ بمطابق 19 اگست 1957ء بروز منگل آپ کا وصال ہوا۔مزار پر انوار کامونکی شہر سے صرف ایک میل کے فاصلے پر چشتیہ آباد کے نام سے مرجع خاص وعام ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر صوفی محمد شفیع مقترؔ نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد شفیع، تخلص مقترؔ اور والد کا نام کرم دین ڈار تھا۔آپ کا تخلص سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۲۳۶ سے ماخوذ ہے جس کے معنی تنگدست یعنی فقیر کے ہیں۔آپ 1937ء کو گوجرانوالہ کے علاقہ فتو منڈ میں پیدا ہوئے۔والد گرامی پیشہ کے لحاظ سے صنعت کار تھے اور اپنے علاقہ کی بزرگ ومعزز شخصیات میں ان کا شمار ہوتا تھا۔صوفی منش انسان تھے۔خدمت خلق میں ہر وقت کوشاں رہتے۔آپ تین بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھے۔آپ کے بڑے بھائی صوفی عبدالغنیؒ بھی درویش صفت انسان اور ولی تھے۔چھوٹے بھائی جناب محمد رفیع نے بھی آپ کی صحبت میں طویل مدت تک اکتساب فیض کیا۔

آپ کا پیکر حسن وجمال کا مرقع تھا۔جسم اطہر بہت نرم تھا۔قد مبارک تقریباً 6 فٹ گورا سرخی مائل چہرہ، کشادہ پیشانی، گول سیاہ آنکھیں، پر گوشت رخسار، گلاب کی پتیوں جیسے سرخ پتلے ہونٹ، کشادہ کندھے، جسم اطہر پر

گوشت مگر فربہ نہیں تھا۔ چہرہ انور ہشاش و پرکشش اور جاذب نظر تھا۔ ایک روز کسی نے پوچھا کہ آپ کا چہرہ ضعف عمری اور بیماری کے باوجود بہت تروتازہ ہے آپ کیا لگاتے ہیں؟ آپؒ نے مسکرا کر فرمایا لگاتا تو کچھ بھی نہیں مگر ایک عمل بلاتعطل چالیس سال سے کر رہا ہوں اگر تم بھی کرو تو تمہارا چہرہ بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا مجھے بھی بتلا دیں؟ آپؒ نے فرمایا تم بھی تہجد پڑھا کرو۔

آپؒ کا لباس نہایت سادہ ہوتا تھا۔ سفید کرتا پہنتے، تہبند باندھتے، سر پر سفید کپڑے سے بنی ٹوپی استعمال کرتے اس پر سفید عمامہ باندھتے اور جوگیا رنگ کی چادر اوڑھتے۔ سرد موسم میں سیاہ رنگ کی واسکٹ پہنتے اور جبہ زیب تن فرماتے تھے۔ عصا کے سہارے چلتے اور جوتوں میں کھسہ پسند فرماتے تھے۔

آپؒ کی ابتدائی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا تو ابھی آپؒ نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی تھی کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس وقت آپ کی عمر گیارہ سال تھی والد گرامی کی وفات سے تعلیم ظاہری کا سلسلہ رُک گیا۔ بچپن سے قلبی میلان دین کی طرف تھا۔ صوم وصلوٰۃ پنجگانہ کی پابندی کرتے اور ساتھ ساتھ مرشد کامل کی تلاش جاری تھی تا کہ باطنی کمالات حاصل کر سکیں۔ بالآخر یہ تلاش تقریباً 19 سال کی عمر میں 1956ء کو ختم ہوئی اور آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور بزرگ حضرت پیر صوفی عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی خواہش کی۔ حضرت پیر صوفی عبدالعزیزؒ نے آپ کی درخواست قبول فرمائی اور آپ کی باطنی تعلیم کا آغاز ہو گیا۔

مرشد نے آپؒ کو تقریباً 19 سال تک ریاضت ومجاہدہ اور آزمائش کی بھٹی میں کندن بنایا اور آپؒ کو معرفت وطریقت کی منازل طے کروانے کے بعد 1975ء میں خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ آپؒ اپنے مرشد کی وفات کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ آپؒ مکمل طور پر اپنے مرشد کامل کی شبیہ تھے۔ آپؒ کو دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آپؒ کے مرشد تشریف فرما ہیں۔ آپ نے جامع مسجد فاروق اعظم واقع ڈیرہ گجراں گوجرانوالہ میں مہتمم اور خطیب کے فرائض انجام دینا شروع کئے۔ نماز فجر کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ اس زمانہ میں جب سہولیات کی فراوانی نہ تھی آپ خود مسجد میں جھاڑو لگاتے۔ نمازیوں کے لئے پانی بھرتے، صفیں بچھاتے غرض یہ کہ مسجد کے جملہ کام خود انجام دیتے تھے۔ مرشد کی ہدایات پر من وعن عمل کرتے اور شب وروز ریاضت ومجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ 1986ء میں آپ نے حج بیت اللہ کی سعادت

حاصل کی اور تقریباً تیرہ مرتبہ عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ معمولات مبارکہ میں پیروی سنت نبوی ؐ کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ آپ رات کے پچھلے پہر بیدار ہوتے تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد دوبارہ آرام فرماتے پھر اذان فجر کے ساتھ بیدار ہوتے۔ وضو فرمانے کے بعد دو رکعت نماز تحیۃ الوضوادا کرتے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز سنت اُدا کرنے کے بعد باجماعت نماز کی امامت کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ نماز فجر سے فراغت کے بعد مجلس درود و سلام کی صدارت کرتے تھے۔ آپؒ کی صدارت میں روزانہ سوا لاکھ مرتبہ درود و سلام کا نذرانہ حضور پرنورؐ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا تھا۔

اس کے بعد آپ حجرہ مبارک میں تشریف لاتے اور روزانہ تین پارے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ پھر ناشتہ سے فراغت کے بعد مجلس کا اہتمام ہوتا۔ جس میں آپ ہر آنے والے شخص کی (جن میں سالکین اور اپنی حاجات کیلئے دعا کروانے کیلئے آنے والے لوگ شامل ہوتے) رہنمائی کرتے۔ یہ سلسلہ نماز ظہر تک جاری رہتا۔ ظہر کی نماز کے بعد دوپہر کا کھانا تناول فرماتے اور پھر قیلولہ کرتے۔ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے معمول کے اذکار میں مشغول ہوتے اور یہ سلسلہ نماز مغرب تک جاری رہتا تھا۔ نماز مغرب سے عشاء کے درمیان مریدین و متعلقین اپنی اپنی حاجات لے کر حاضر ہوتے۔ آپؒ ان سب کو ان کے حال کے مطابق ضروری نصیحت و ہدایات فرماتے۔ پھر نماز عشاء اُدا کی جاتی اور آپ رات کا کھانا تناول فرماتے۔ کھانے سے فراغت کے بعد نصیحت و ہدایات کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوتا جو ایک سے دو گھنٹے جاری رہتا۔ اس کے بعد آپ سب کو گھروں کو لوٹنے کا حکم دیتے اور خود آرام فرماتے تھے۔ آپؒ کی زندگی کے آخری عشرے میں تادم وصال آپ کا یہی معمول رہا۔

سالکین طریقت کی تربیتی نشستوں کا اہتمام فرماتے۔ جمعتہ المبارک کو بعد از نماز عشاء باقاعدہ درسِ تصوف کا اہتمام فرماتے اور تشنگان حق کی پیاس بجھاتے۔ آپؒ نے عصر حاضر کے مسائل اور دین اسلام کی خدمت میں مختلف موضوعات پر سینکڑوں علمی خطابات ارشاد فرمائے۔ جو صاحبانِ عشق و مستی اور طالبان راہ حق کے لئے انمول خزانہ ہیں۔ آپؒ اردو اور پنجابی میں بہت خوبصورت شاعری فرماتے تھے۔ آپؒ کا مجموعہ کلام آپ کے چوتھے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر (عزیز جاں) کے نام سے منظر عام پر آیا۔ آپ نے عہد حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے (ادارہ معارف اسلام) کی بنیاد رکھی جو کہ آج ایک تن آور درخت بن

کر دین کی تبلیغ و اشاعت میں اپنے فعال کردار ادا کر رہا ہے۔ 18 جنوری 2010ء کو آپ اس جہان فانی کو خیر باد کہہ کر اپنے رفیق اعلیٰ کے حضور پیش ہوئے۔ آپ نے اپنے وصال سے قبل یہ تلقین فرمائی کہ میری لوحِ مزار پر یہ شعر لکھنا۔

حافظ رند زندہ باش، مرگ کجا و تو کجا

تو شدہ فنائے حمد، حمد بود بقائے تو

''اے رندانہ مزاج حافظ! زندہ رہ، موت کہاں اور تو کہاں، تو حمد باری تعالیٰ میں فنا ہو چکا ہے لہٰذا حمد تیری بقا کا باعث بنے گی۔''

ہر سال 18 جنوری کو آپ کا عرس مبارک پورے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ آپ کا مزار مبارک کچا فتو منڈ میں واقع ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت صوفی محمد شفیعؒ مرید حضرت صوفی عبدالعزیزؒ مرید حضرت سیدنا در شاہؒ مرید حضرت مہر محمد صوبہؒ مرید حضرت غلام مرتضیٰؒ مرید حضرت مولانا بدرالدینؒ مرید حضرت غلام محی الدین قصوریؒ مرید حضرت شاہ غلام علی دھلویؒ مرید حضرت مظہر جانِ جاناںؒ مرید حضرت نور محمد بدایونیؒ مرید حضرت خواجہ سیف الدینؒ مرید حضرت خواجہ محمد معصومؒ مرید حضرت خواجہ مجدد الف ثانیؒ

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت میاں شمس الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ

میاں شمس الحق قادریؒ 1882ء میں بمقام شملہ حافظ غلام قادر قادریؒ کے گھر متولد ہوئے۔ آپؒ کے والد گرامی بڑے جید شیخ طریقت تھے۔ وہ 1844ء کو محلہ خرادیاں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ملٹری ہیڈ کوارٹر شملہ میں ملازم تھے۔ وہیں سے پنشن پر ریٹائرڈ ہوئے۔ بہت حلیم الطبع، دنیاوی معاملات میں محتاط

اور زیرک تھے۔غوث اور قطب مدار کے عہدے پر فائز تھے۔اہل تکوین اور رجال الغیب آپؒ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔آپؒ کے خلفاء میں بابا محمد حسین قادریؒ شملہ والے مشہور ہیں۔میاں شمس الحق قادریؒ طریقت میں اپنے والد گرامی سے مرید تھے۔ظاہری اور باطنی ہر دو طریق سے اپنے والد کے سجادہ نشین تھے۔تقسیم ہند کے وقت شملہ سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے اور گوجرانوالہ میں کالج روڈ پر قیام پذیر ہوئے۔صاحب کشف و کرامات تھے۔سینکڑوں لوگوں کو ان کے توسل سے ہدایت نصیب ہوئی۔آپ کا وصال 1948ء میں گوجرانوالہ میں ہی ہوا اور قبرستان کلاں مزار شریف بنایا گیا۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 25 دسمبر کو محلّہ گوبند گڑھ گلی نمبر 2 کالج روڈ پر منایا جاتا ہے۔آپکا شجرہ طریقت حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ تک حسب ذیل ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت میاں شمس الحق قادریؒ مرید حضرت حافظ غلام قادر قادری حضرتؒ مرید غلام محی الدین خان پسر قادریؒ مرید حضرت نور احمد عرف سائیں منکہ شاہؒ مرید حضرت قلندر عبدالرسول شاہؒ مرید حضرت شاہ غلام غوث بٹالویؒ مرید حضرت غلام قادر شاہ بٹالویؒ مرید حضرت شاہ فاضل دین قادری بٹالویؒ مرید حضرت شاہ محمد افضلؒ مرید حضرت ملا طاہر بندگی لاہوریؒ مرید حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ مرید حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا شمس الدین قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا شمس الدینؒ پام پور سری نگر مقبوضہ کشمیر کے رہنے والے تھے۔وہاں زمینداری کیا کرتے تھے۔وہاں زمین کا معاملہ نہ دے سکے تو کشمیر سے ہجرت کر کے سرگودھا میں آ کر آباد ہو گئے۔پھر آپؒ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آپؒ کے دل میں خیال آیا کہ رب کو دیکھنا ہے۔جب آپؒ صبح اٹھے تو آپؒ پر اس خیال کا شدید غلبہ تھا۔اور رب کو دیکھنے کی اتنی شدت پیدا ہوئی کہ آپؒ نے کام کاج ہی چھوڑ دیا۔اور تلاش مرشد کے لیے مختلف مشائخ کے پاس جانا شروع کر دیا۔پھر آپکو خواب میں ایک بزرگ ملے وہ فرمار ہے تھے کہ رب دیکھنا ہے تو آپؒ نے کہا ہاں جی۔تو ان بزرگوں نے فرمایا میرے پاس آؤ میں تمھیں رب دکھاؤں

گا۔ پھر آپؒ میں رب کو دیکھنے کی طلب اور بھی بڑھ گئی۔ اور آپؒ اس بزرگ کی تلاش میں جلال پور جٹاں چلے گئے۔ وہاں کسی نے حضرت بابا کرم الٰہیؒ المعروف بابا کانواں والی سرکار کے بارے میں بتایا۔ پھر آپؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پتہ چلا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جو خواب میں ملے تھے۔

حضرت بابا کانواں والی سرکارؒ نے آپؒ کو دیکھا تو فرمایا شمس الدین تم آ گئے ہو۔ پھر آپؒ کو بیعت کیا۔ اور اپنی نسبت القا کر دی۔ آپؒ نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ مجھے ایک سفر در پیش ہے۔ تو کسی نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ تو آپؒ نے فرمایا میں لمبے سفر کے لیے بار کی طرف جا رہا ہوں۔ ''جہاں ٹھنڈیاں چھاواں اور کڑوے تمبا کو ہیں۔ جب میرا دل چاہے گا میں واپس آ جاؤں گا'' حضرت سید محبوب شاہ گیلانیؒ بن باجوہ والے آپؒ کے مشہور خلیفہ تھے۔ انھوں نے باغ حقیقت نام کی کتاب بھی لکھی تھی۔ حضرت بابا شمس الدینؒ نے وصیت کی تھی کہ جب میرا وصال ہو جائے تو مجھے دفن نہیں کرنا۔ بلکہ میرے تابوت کو سنگل ڈال کر جھولا بنا کر لٹکانا ہے۔ اس لیے آپکی قبر میں آپؒ کے تابوت کو لٹکایا گیا ہے۔ پھر آپؒ نے مزید وصیت کی کہ میرا مزار نہ بنایا۔ بلکہ میری قبر پر ایک چبوترہ بنانا۔ اور تم لوگ وہاں بیٹھ کر کھانا کھایا کرنا۔ آپؒ کا مزار محلہ شمس آباد کچی میں واقع ہے۔ محلہ شمس آباد آپؒ کے نام پر ہی ہے۔ یہاں کے بہت سے لوگ آپؒ کے مرید تھے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت شاہ شیر محمد غازی قادری رحمۃ اللہ علیہ

شاہ شیر محمد غازیؒ کا شمار بزرگان دین میں ہوتا ہے۔ آپ قطب الاولیا حضرت داتا شاہ جمال نوریؒ کے پوتے تھے۔ ولی کامل اور زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے اپنی خداداد علمی و روحانی صلاحیتوں کی بدولت خود کو داتا شاہ جمال نوریؒ کی مقدس خانقاہ کے روحانی ورثہ کا صحیح معنوں میں جانشین ثابت کر دیا۔ آپؒ کی طبیعت خلوت پسند تھی۔ جب احباب جمع ہوتے تو پھر ان کے درمیان بیٹھ کر وعظ و نصیحت کی باتیں کرتے اور مواعظ حسنہ کے ذریعے ان کی اصلاح فرماتے۔ آپؒ کا زمانہ سکھوں اور چٹھوں کی آویزش کا زمانہ تھا۔ سکھ حکومت اپنے دامن استبداد کو چاروں طرف پھیلا رہی تھی اور اپنے قدم پنجاب سے نکال کر پشاور تک لے جا رہی تھی۔ سکھ بیک وقت انگریز حکومت اور مسلمانوں کے لیے خطرہ تھے۔ انگریز حکومت کے لیے اس

لیے کہ سکھ بھی پوری طرح سے اقتدار کی ہوس میں مبتلا ہو کر انگریزوں سے ٹکرانے کے بہانے ڈھونڈتے رہے تھے۔ مسلمانوں کے لیے اس لیے کہ سکھ مسلم تشخص کو اپنے لیے بہت بڑا خطرہ تصور کرتے تھے اور انہیں احساس تھا کہ جب تک مسلمانوں کے سینوں میں عشق مصطفوی ﷺ کا چراغ روشن ہے۔ اس وقت تک وہ سکھوں کو چین نہیں لینے دیں گے اور مسلمانوں نے سکھوں کا مقابلہ کر کے واقعی ان کے خدشات کو برحق ثابت کر دیا تھا۔

حضرت شاہ شیر محمد غازیؒ شروع ہی سے مجاہدانہ طبیعت لے کر پیدا ہوئے تھے۔ ان کے دل میں دینی حمیت از حد بیدار تھی اور قولاً وفعلاً سکھوں کی مخالفت کر کے اپنی اسلامی حمیت کا ثبوت بہم پہنچایا کرتے تھے۔ چٹھوں کا بھی آپ سے گہرا رابطہ تھا۔ اور برابر آپؒ سے اصلاح مشورہ کرتے تھے۔ سکھوں کو یہ گوارا نہیں تھا کہ گوجرانوالہ جو کہ ان کے اقتدار کا مرکز ہے۔ وہاں کے ایک مقتدر روحانی خانوادہ کا سربراہ سکھوں کے حریفوں یعنی چٹھوں کی امداد کرے۔ جب بات ڈھکی چھپی نہ رہ سکی تو آپ نے علی الاعلان چٹھوں کا ساتھ دینا شروع کر دیا اور صرف زبانی کے ساتھ دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی طور پر بھی چٹھوں کی افواج میں شریک ہو کر سکھوں کے خلاف جہاد کرنے لگے۔ یہ طوائف الملو کی کا زمانہ تھا اور سکھ خود کو مغل سلطنت کا قائم مقام سمجھنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔

چونکہ حضرت شیر محمد غازیؒ نے بذات خود چٹھوں کے ساتھ مل کر سکھوں کے خلاف جنگ لڑی تھی۔ اس لیے ''غازی'' کے لقب سے پکارے جانے لگے۔ یہ لفظ اسقدر زبان زدعام ہوا کہ آپؒ کے اسم گرامی کا مستقل حصہ بن گیا۔ سکھوں کے مظالم اس حد تک بڑھے کہ انہوں نے مسلمانوں کو چن چن کر شہید کرنا شروع کر دیا۔ مساجد میں تالے لگانے لگے حتیٰ کہ بادشاہی مسجد لاہور کی بے حرمتی سے بھی گریز نہ کیا گیا۔ ایسے عالم میں حضرت غازی شیر محمدؒ کی ولولہ انگیز شرکت چٹھوں اور مسلمانوں کے لیے بے پناہ تقویت کا باعث بنی۔

آپؒ کی دیکھا دیکھی آپ کے مریدین، متعلقین اور روحانی سلسلہ سے وابستہ افراد بھی اس جہاد میں شرکت کو اپنے لیے اعزاز تصور کرنے لگے۔ اور چٹھوں کی جمعیت اور قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ سکھوں نے جب مسلمانوں پر دشمنی کی انتہا کر دی تو آپؒ نے خانقاہ قادریہ نوریہ کی طرف سے جہاد کا فتویٰ شائع کرا دیا کہ سکھوں کے خلاف لڑائی عین اسلام ہے اور مسلمان پہلے سے کہیں زیادہ کھل کر چٹھوں اور دیگر مسلمان گروہوں کی امداد کرنے لگے۔

تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؒ نے سکھوں کے خلاف کئی جنگوں میں حصہ لیا۔ آپؒ کے سینکڑوں مریدین بھی ہمراہ ہوتے تھے۔ خاص طور سے علی پور کے نواح میں آپؒ کا سکھوں سے معرکہ ایک یادگار معرکہ تھا۔

آپؒ کی تاریخ پیدائش ۱۰۵۴ھ بمطابق 1244ء ہے اور آپ کی وفات ۱۱۴۳ھ بمطابق 1730ء کو ہوئی۔ آپؒ کا مزار مبارک موضع کھیالی میں ہے۔

اولاد

شاہ محمد غازیؒ کے چار فرزند تھے۔

1 : مولوی محمد فیض

2 : میاں سید محمد

3 : مولانا محمد حاجی

4 : مولوی قل احمد صاحب

مولوی محمد فیضؒ

آپؒ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپؒ کا تذکرہ علیحدہ عنوان کے تحت آئے گا۔

میاں سید محمدؒ

آپؒ بڑے عالم فاضل بزرگ تھے اور چبوترہ شاہی سے مشاہرہ ماہوار بھی پاتے تھے۔

مولانا محمد حاجیؒ

آپؒ عالم فاضل اور سیرت وسیاحت کے شائق تھے۔ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ حج کے بعد مستقلاً جدہ میں آباد ہو گئے۔ ان کی اولاد آج بھی وہیں موجود ہے۔

مولوی قل احمد

علوم عربی اور فن طباعت میں کمال رکھتے تھے اس جہان فانی سے لاولد ہی ملک بقا ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ شیر شاہ ولی چشتی صابری قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کا تعلق اعوان خاندان سے ہے۔ پاکستان بننے کے بعد آپؒ تتلے عالی تشریف لے آئے۔ آپؒ کے شیخ حضرت بابا جوت علی شاہؒ انڈیا کے رہنے والے تھے۔ آپؒ نے بڑی ریاضت وعبادت کی۔ آپؒ کی کرامات بہت مشہور ہیں۔ ایک بڑی کرامت تھی کہ ایک نامرد خواجہ سرا آپؒ کی دُعا سے مرد بن گیا۔ جو آج بھی زندہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپؒ کے چھ لاکھ مرید تھے۔ آپؒ کے سال میں دو عرس ہوتے ہیں۔ پہلا عرس ۲۷ چیتر اور دوسرا ۲۷ مگھر کو ہوتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک تتلے عالی نزد گورنمنٹ ہائی سکول (گلی کے اندر) شیخوپورہ روڈ پر واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆
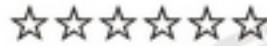
ص

حضرت سخی سید صابر حسین شاہ قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

(المعروف بابا بیری والی سرکار)

روایت کے مطابق آپؒ آج سے تقریباً کم وبیش چار سو سال پہلے عرب سے تشریف لائے تھے اور قلعہ دیدار سنگھ کے نواحی گاؤں گڑھا میں سکونت اختیار کی اور اہل علاقہ کو دین واسلام کی روشنی سے منور کیا۔ آپؒ سلسلہ قادریہ نوشاہیہ کے چشم وچراغ ہیں۔ آپؒ حضرت پاک رحمان بھڑی والی سرکار کے خلفاء میں سے ہیں۔ سکھ وہندو وعیسائی آپؒ کے عقیدت مندوں میں شمار ہوتے تھے۔ جب آپؒ نے دنیا فانی سے رحلت فرمائی تو آپؒ کی قبر کچی تھی اور بیری کا بڑا قدیم درخت آپؒ کی قبر مبارک کے ساتھ تھا۔ جس کی وجہ سے آپؒ بابا بیری والا مشہور ہوئے۔ آپؒ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ روایت ہے کہ پاکستان بننے سے قبل آپؒ کے مزار کے گردونواح میں سکھ بہت بڑی تعداد میں رہتے تھے اور وہ اپنے بیل گائے قبر مبارک کے پاس باندھتے تھے۔ جب رات کو اپنی چھتوں پر سو رہے تھے تو آپؒ نے اُن کو چارپائیوں سے نیچے گرا دیا۔ اس کے بعد پہلی دفعہ اُن سکھوں نے قبر مبارک پکی کی اور نہایت عقیدت کے ساتھ آپؒ کے دربار شریف پر حاضری دینے لگے۔ آپؒ مزار شریف گاؤں کے چوراہے پر واقع ہے۔ آج بھی گاؤں کے اور گردونواح کے لوگ آپؒ کے فیض سے مستفیض ہوتے ہیں۔ آپؒ کے دربار شریف پر کوئی شخص موقہ۔ پھنسی۔ پھوڑے۔ خارش وغیرہ کے لیے دعا کرے اور جھاڑوؤں کی منت رکھے وہ آٹھ دن میں ٹھیک ہو جاتا ہے۔ آپؒ کا مزار اقدس قلعہ دیدار سنگھ کے نواحی گاؤں گڑھا میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سید صابر حسین شاہ حسینی جلالی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ؒ کا اصل نام سید فدا حسین شاہ بخاریؒ نقوی ہے۔ آپؒ امام نقیؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ صابر حسینؒ آپ کا لقب ہے۔ آپ نتھو کیاں ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ آپؒ کے مرشد کا نام بابا ڈورے شاہ ہے۔ جو موکھل کلاں ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ آپؒ نے جوانی کا زیادہ وقت چونگی والے قبرستان حافظ آباد روڈ پر گزارا ہے۔ آپ تین بھائی تھے۔ سارے ہی درویش تھے۔ پہلے بھائی کا نام سید امیر حسین شاہؒ اور دوسرے بھائی کا نام سید اکبر علی شاہؒ ہے۔ آپؒ نے اپنے مرشد سے بیعت کرنے کے بعد تقریباً 15 سال سیہون شریف حضرت شہباز قلندرؒ کے مزار پر گزارے ہیں۔ آپؒ کے پاس نقشبندی سلسلہ کے علاوہ ہر سلسلے کا فیض تھا۔ آپؒ پر زیادہ غلبہ قادری قلندری سلسلہ کا تھا۔ آپؒ اپنے عقیدت مندوں کو نماز کی پابندی اور حلال روزی کی تلقین کرتے تھے۔ آپکو ساری زندگی طالب مولا کی تلاش رہی۔ آپؒ کو کوئی بھی طالبِ مولا اور اہل نہ مل سکا۔ جہاں آج آپؒ کا آستانہ ہے وہاں پر آپ نے چالیس سال گزارے ہیں۔

آپؒ کی ایک کرامت بہت مشہور ہے۔ آپؒ کا ایک عقیدت مند تھا۔ جو اکثر آپ کے پاس آ کر بیٹھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ آپؒ کے پاس آیا اور آپؒ سے اجازت مانگی کہ میں نے بابا کانواں والی سرکارؒ کے مزار پر جانا ہے۔ آپؒ نے پوچھا کیوں جانا چاہتے ہو۔ اس نے کہا میرا دل کرتا ہے۔ آپؒ نے اجازت نہ دی۔ اور تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر آپؒ نے آسمان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کوؤں کا ایک جھرمٹ آپؒ کے سر پر کائیں کر رہا تھا۔ پھر آپؒ نے اپنے عقیدت مند کو کہا کہ جن کے پاس تم جانا چاہتے ہو وہ یہیں موجود ہیں۔ آپؒ کو حکمت کا بھی بہت شوق تھا۔ آپؒ اُمی بزرگ تھے۔ آپ کی عمر 63 برس تھی۔ آپؒ کا وصال 1988ء بروز جمعۃ المبارک کو ہوا۔ آپؒ کا مزار مبارک صدر کالونی ٹمبر مارکیٹ عالم چوک میں واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہاڑ کی پہلی جمعرات کو ہوتا ہے۔ جہاں محفل سماع اور لنگر کا اہتمام ہوتا ہے۔ آپؒ نے شادی نہیں کی تھی۔ اس لئے آپؒ کے بعد آپؒ کا بھتیجا آپ کے مزار پر گدی نشین ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر سید صابر حسین شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ پیر سید صابر حسین شاہ بخاری چشتی صابریؒ آفتاب توحید و تفرید ہیں۔ آپؒ کی ولادت باسعادت سادات بخاری گھرانے میں حضرت خواجہ پیر سید محمد شفیعؒ (چشتیہ آباد شریف والے) کے گھر ہوئی۔ آپؒ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ حضرت پیر سید صابر حسین شاہ بن خواجہ سید محمد شفیعؒ بن سید محمد رضاؒ بن سید صوفی احمد بخشؒ بن سید مولا بخشؒ بن سید خدا بخشؒ بن سید میراں درویشؒ بن سید رضا شاہ عرف رحمان شاہ بن سید خواجہ شاہ عرف معراج شاہ بن سید حمزہ شاہ بن سید نوا شاہ بن سید رجب شاہؒ بن سید نظام شاہ بن سید احمد شاہ بن سید اسماعیل شاہ بن سید بدرالدین شاہ بن سید سلطان صدرالدین شاہ بن سید محمد علیؒ عرف شاہ سوار بن سید بدرالدینؒ قندھاری بن سید محمد شجاع خراسانی بن سید قاسم شاہؒ بن سید حمزہ شاہ بن سید ابراہیم شاہؒ بن سید زیدؒ (زین العابدین) بن سید انور علیؒ بن سید محمد ہارونؒ بن سید عقیلؒ ابی یوسف بن سید محمودؒ (اسماعیل) بن سید محمد علی اصغرؒ بن سید جعفر ثانیؒ بن امام محمد نقی بن امام تقیؒ بن امام علی رضاؒ بن امام موسیٰ کاظمؒ بن امام جعفرؒ صادق بن امام باقرؒ بن زین العابدینؒ بن حضرت سیّد الشہداء امام عالی مقام امام حسین علیہم السلام والرضوان علیہم اجمعین بن حضرت امام المشارق والمغارب حضرت امیر المؤمنین مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

تربیت تعلیم ۔ آپؒ کی تمام تربیت و تعلیم ظاہری و باطنی اپنے والد گرامی حضرت خواجہ سید محمد شفیع چشتی صابریؒ کے زیر سایہ عاطفت میں مکمل ہوئی۔ قبلہ والد گرامی نے بھی تمام زندگی آپؒ کی تربیت کا خصوصی خیال رکھا۔ کسی قسم کی بھی کوتاہی نہ ہونے دی۔ اس لئے کہ ان کی دُور رس نگاہیں اس بات کو بخوبی جانتی تھیں کہ آنے والے وقتوں میں میرا یہ فرزند نیّرِ اُفقِ ولایت ہوگا اور اس امانت کا امین ہوگا۔

بیعت و خلافت ۔ ظاہری و باطنی تعلیم کی تکمیل کے بعد آپؒ اپنے والد گرامی کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور انہی سے خرقہ خلافت پا کر سرفراز و ممتاز ہوئے اور بعد ان کے وصال کے آپؒ ہی سجادہ کی مسند پر جلوہ افروز رہے۔ آپؒ نے اپنے دور میں سلسلہ عالیہ کی بے مثال خدمات انجام

دیں اور اپنی خانقاہ وآستانے میں ایسا نظام قائم کیا جو آنے والوں کے لئے صدیوں تک مشعل راہ رہے گا۔ آپؒ کی زندگی ایک مردِ مومن کی زندگی تھی۔ سیدھی سادھی پاک وصاف اور اپنی واضح زندگی جو کھلی ہوئی کتاب کی شکل میں بغیر کسی داؤ پیچ اور ابہام سے مبرا زندگی تھی۔ آپؒ کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ جو بات دل میں ہوتی وہی زبان پر ہوتی تھی۔ پوری زندگی میں کوئی کام خلاف شرع یا طریقت کے خلاف نہیں ہونے دیا ۔آپؒ شریعت کے آداب کو کما حقہ پورا کرنے کی کوشش میں رہے۔ اس طرح طریقت کے معاملات میں اگر کوئی بات شریعت سے ٹکراتی نظر آتی تو آپؒ نے شریعت کو مقدم سمجھا۔ تمام عمر مخلوق خدا کی خدمت میں وقف کیے رکھی۔ دروازے پر آنے والے سائل کو کبھی مایوس نہیں لوٹایا۔ آنے والے مہمان کی دل و جان سے خدمت اپنا فریضہ سمجھتے تھے۔ اپنے معمولات اور اوراد و وظائف کو ہر حال میں پورا فرماتے تھے۔ مریدین کی تربیت میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔

وصال باکمال

آپؒ کا وصال باکمال 1413ھ مطابق 18 جنوری 1992ء کو ہوا۔ مزار پر انوار چشتیہ آباد شریف نزد کاموں کی منڈی ضلع گوجرانوالہ میں مرجع خاص وعام ہے۔

شجرہ طریقت

آپ کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔ حضرت سید صابر حسینؒ چشتی صابری مرید حضرت خواجہ سید محمد شفیع ؒ مرید بابا خدا بخشؒ (ایمن آباد) مرید حضرت غلام محمدؒ لاڈو آنہ (ننکانہ) مرید حضرت خواجہ مہلے شاہ (ننکانہ) مرید حضرت خواجہ سید محمد شاہ (ایمن آباد) مرید حضرت خواجہ شاہ رمضانؒ (کابل) مرید حضرت خواجہ امام شاہؒ (ایمن آباد) مرید حضرت خواجہ عبدالوہابؒ مرید حضرت خواجہ شاہ محمد حیاتؒ مرید حضرت شاہ امان اللہ پانی پتیؒ مرید حضرت غوث العالم سید محمد سعید المعروف میراں شاہ بھیکھ ٹھسکہ میراں ریاست پٹیالہ مشرقی پنجاب انڈیا۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی ابوداؤد محمد صادقؒ قادری رضوی دسمبر 1929ء میں اپنے ننھیالی گھر محلہ رنگپورہ نزد جامع مسجد صدیقیہ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ جبکہ آپکا اصلی وطن سیالکوٹ کے قریب بستی کوٹلی لوہاراں مشرقی ہے۔ آپؒ کا نام نامی آپکی والدہ محترم نے محمد صادق رکھا۔ ناظرہ قرآن پاک کوٹلی لوہاراں میں ہی پڑھا۔ سکول کی ابتدائی تعلیم بھی یہیں سے حاصل کی۔ بعد میں 1945ء میں بریلی کے مدرسہ جامعہ رضویہ منظرِ اسلام کے شعبہ حفظ میں داخل ہوگئے۔ یہ مدرسہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان محدثؒ بریلوی کے مزار کے متصل واقع ہے۔ درس نظامی کے اسباق حضرت مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلویؒ (خلیفہ اعلیٰ حضرت) اور حضرت علامہ محمد عبدالرشید جھنگویؒ سے پڑھے۔ دورہ حدیث حضرت مولانا محمد سردار احمدؒ قادری چشتی صابری سے مکمل کیا۔ اور دورہ حدیث کے بعد حضرت مولانا سے ہی دست بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔

آپؒ شریعت مطہرہ کے بڑے پابند اور عالم باعمل تھے۔ ساری زندگی دین متین کی ترویج میں گزار دی۔ گوجرانوالہ میں اہل سنت والجماعت کا مرکز آپ ہی کی ذات والا صفات تھی۔ آخر کار تقریباً سات سال صاحب فراش رہنے کے بعد 13 اکتوبر 2015ء بروز ہفتہ بعمر 90 سال کو رحلت فرما کر عالم جاودانی کی جانب تشریف لے گئے۔

آپ کی نماز جنازہ میں اکثر لوگوں نے شرکت کی۔ آپؒ کو آپکی مسجد سے متصل حجرے میں دفن کیا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر سید صادق حسین بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ بخاری سید تھے۔ روایت کے مطابق آپؒ پانچ بہن بھائی تھے۔ جو سب کے سب ولی اللہ تھے۔ آپؒ کا مزار مبارک گاؤں راجہ بھلا کا مونگی روڈ نزد نہر نندی پور تتلے والی میں واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال ساون کی پہلی جمعرات کو منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر محمد صالح قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مزار موضع چندنیاں میں ہے۔ دو سو سال قبل یہاں بحالت جذب و جنون تشریف لائے۔ قوم کے جاٹ ہیں۔ سلسلہ کے مشہور بزرگوں میں شمار ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ عالیہ میں ان کو خاص مقام حاصل ہے۔ مجذوبیت کا عالم عمر بھر طاری رہا۔ مریدوں اور ماننے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مستی کے عالم میں قریہ قریہ گاؤں گاؤں گھومتے رہے۔ ہوش آتا تو پھر گاؤں تشریف لے آتے۔ بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ آپ اللہ کے مقبول ولی تھے۔ اس لیے جو کچھ کہتے وہ ہو جاتا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے مریدوں نے آپ کی قبر پختہ بنوائی۔ آپ کے مزار پر ہر سال ماہ ہاڑ میں میلہ لگتا ہے۔ تقسیمِ وطن سے پہلے ہزاروں سکھ اور ہندو بھی آپ کے مزار پر حاضری دیا کرتے تھے اور منتیں مانگتے تھے۔ آپ کے سجادہ نشین آپ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے عرس پر ہزاروں افراد میں بھنڈارہ تقسیم ہوتا تھا اور مسلسل لنگر جاری رہتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت شیخ صدقی شاہ رسول نگری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ شیخ خان بہادر بن شیخ نور جمال صاحب رسول نگری کے اکلوتے بیٹے تھے۔ بیعت و خلافت شیخ جوائے شاہ بن شیخ فتح الدین صاحب سلیمانی سیدنگریؒ سے پائی۔ جذب و سکر آپ کی طبیعت میں غالب تھا۔ قلندرانہ طریق رکھتے تھے۔

اولاد:

آپؒ کے ایک ہی فرزند شیخ چنن شاہ صاحب رسول نگریؒ تھے۔

یارانِ طریقت:

آپؒ کے خواص مرید یہ تھے۔

(۱) شیخ بہاول شیر بن شیخ چنن شاہ صاحبؒ نبیرہ (رسول نگر)

(۲) شیخ سجاول شیر بن شیخ چنن شاہ صاحبؒ نبیرہ (رسول نگر)

(۳) سید بوٹے شاہ بن سید حافظ الٰہی بخش برخورداری (ساہن پال شریف)

(۴) سید آلہٰ دین بن سید عبداللہؒ برخورداری (پانڈو کے گوجرانوالہ)

(۵) سید گوہر شاہ بن سید قدم الدین صاحب ہاشمی (رُمل شریف)

(۶) فقیر مہتاب شاہ درویشؒ

مدفن

شیخ صدیقؒ شاہ کی وفات ۱۲۷۰ ہجری میں ہوئی۔ قبر موضع سید نگر ضلع گوجرانوالہ میں اپنے پیشوائے طریقت کے قدموں میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت محمد صدیق ڈار توحیدی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ 2 جولائی 1935ء کو گوجرانوالہ کے نواحی قصبہ ''نوکھر'' میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام امام الدین ڈار جبکہ دادا محترم حسن محمد تھے۔ آپؒ کے دادا جان نوکھر آ کر آباد ہوئے۔ دادی جان کی طرف سے خاندان بھی گوجرانوالہ کے نزدیک قصبہ ''مرالی والا'' میں ہے۔ آپؒ کے والد گرامی کی شادی بھی مرالی والہ میں ہوئی۔ آپؒ کا سلسلہ نسب عبدالصبور ڈار کی اولاد سے ہے۔ عبدالصبور ڈاران بزرگ اکابرین میں سے ہیں جو کشمیر سے ہجرت کر کے آئے اور پنجاب میں آباد ہوئے۔ آپؒ کا مزار گوجرانوالہ کے قصبہ ''بلوکی'' میں ہے۔ جہاں ان کا سالانہ عرس باقاعدگی سے منایا جاتا ہے۔ عبدالصبور اپنے روزمرہ کے اذکار

میں ''اللہ الصمد'' کا ورد بکثرت کرتے تھے۔آپ ؒ نے قرآن مجید اپنے تایا زاد بھائی سے گھر میں ہی پڑھا۔ پرائمری تعلیم کا آغاز 1940ء میں کیا۔ابتدائی تعلیم نوکھر سے ہی حاصل کی ۔اس کے بعد نوکھر سے چند کلومیٹر دور واقع قلعہ دیدار سنگھ کے سکول میں داخلہ لیا۔ جہاں روزانہ سائیکل پر پڑھنے جاتے تھے۔آپ ؒ کے اساتذہ میں ایک نام معروف مترجم القرآن جناب مولانا فتح محمد جالندھری ؒ ہے۔ مولانا فتح محمد جالندھری ؒ امرتسر سے ہجرت کر کے گوجرانوالہ آباد ہو چکے تھے۔ مولانا صاحب ؒ درمیانے قد کاٹھ کے تھے۔ داڑھی سر کے بالوں کو مہندی لگاتے ۔سر پر سبز پگڑی باندھتے اور ہاتھ میں کھونٹی رکھتے تھے۔انہی دنوں مولانا فتح محمد جالندھری ؒ قرآن پاک کا ترجمہ بھی لکھ رہے تھے۔ جو تاحال بہت مقبول ہے۔اس وقت سکولوں میں عربی اور فارسی سائنس کے مضامین پڑھائے جاتے تھے مولانا فتح محمد جالندھری ؒ کی شاگردی کے وقت آپ ؒ نویں جماعت کے طالب علم تھے۔آپ ؒ نے 1950ء میں 603 نمبر لے کر میٹرک میں سائنس مضامین کے ساتھ امتیازی پوزیشن حاصل کی۔

آپ ؒ 1959ء میں کارپورل (Corporal) تھے۔اس وقت پی اے ایف لاہور ایئر فورس کا بیس تھا اور آپ ؒ ایئر فورس کی ٹرانسپورٹ کمانڈ میں تھے۔آپ کو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم کا تعارف ہوا اور آپ ؒ نے ایک طالب علم کی حیثیت سے حلقہ میں جانا شروع کیا۔ قاضی غیور احمد خادم حلقہ تھے ۔جن کو حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ کا پہلا مرید ہونے کا شرف حاصل ہے۔حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری نے اس وقت تک صرف ''تعمیر ملت'' ہی لکھی تھی۔ آپ ؒ نے تعمیر ملت کا مطالعہ کیا اور اسے بہت پسند کیا۔ ذکر جوش وخروش سے شروع کر دیا۔ سلسلہ توحیدیہ کا پروبیشن پیریڈ آپ ؒ نے لاہور قیام کے دوران ہی چھ ماہ میں مکمل کر لیا۔ پی اے ایف بیس لاہور سے چکلالہ منتقل ہوا اور آپ ؒ اکتوبر 1959ء میں چکلالہ چلے گئے۔ آپ ؒ نے حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری سے پہلی ملاقات 20 اکتوبر 1959ء کو راولپنڈی میں ہی کی ۔اسی ملاقات میں آپ ؒ نے حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔

اگلے ہی سال آپ ؒ سینئر بھائیوں کے چلے جانے کے بعد خادم حلقہ بنادیئے گئے ۔ان دنوں آپ ؒ راولپنڈی کے محلہ چاہ سلطان کے سول علاقہ میں رہائش پذیر تھے۔ بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاری بنوں سے واپس آتے ہوئے اور سالانہ اجتماع سے واپسی پر آپ ؒ کی رہائش گاہ واقع محلہ چاہ سلطان میں

قیام کرتے تھے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری کی صاحبزادی ہمایوں اوران کے خاوند امتیاز احمد آفاقی راولپنڈی میں رہا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ راولپنڈی میں قیام کے دوران اپنی بیٹی سے ملنے جاتے تھے مگر رات واپس اپنے مریدین کے پاس آجایا کرتے تھے۔ آپؒ 1961ء میں ایک سال کے انتہائی قلیل عرصہ میں حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے مجازین کی صف میں شامل ہو گئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے راولپنڈی میں ہی آپؒ کو مجاز ڈکلیئر کیا اور کہا کہ ''آپؒ تو مجاز کب سے بنے ہیں مگر آپؒ کو پتا نہیں 1964ء میں رسالپور چلے گئے اور حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ تشریف لے گئے مگر آپؒ اپنے گاؤں آئے ہوئے تھے۔ اس لئے ملاقات تو نہ ہو سکی مگر حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے آپؒ کی رہائش گاہ پر قیام کیا۔ ''طریقتِ توحیدیہ'' 1963ء میں شائع ہوئی اور نوشہرہ ورکاں میں ہونے والے سالانہ اجتماع کے موقع پر تقسیم ہوئی۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے مریدین میں سے اکثر نے آٹو گراف لیا۔ آپؒ نے بھی باقی مریدین کی طرح بانی سلسلہ سے ''طریقت توحیدیہ'' پر آٹو گراف لیا۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے لکھا ہے کہ ''محبت اور صداقت تمہیں خدا سے ملا دے گی۔'' حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے لاہور قیام کے دوران آپ وقتاً فوقتاً لاہور ملاقات کیلئے آتے رہے۔ ان دنوں آپؒ کے علاوہ قاضی غیور احمدؒ، علی اصغرؒ، اور غلام قادرؒ، حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے مجازین میں شامل تھے۔ 1992ء میں گوجرانوالہ میں ایک کنونشن کے موقع پر آپؒ نے سب مریدین سلسلہ سے بیعت لی۔ کوٹ شاہاں جی ٹی روڈ گوجرانوالہ میں ایک مرکز بنام تعمیر ملت کی بنیاد رکھی اور وصال تک وہیں قیام پذیر رہے۔ آپؒ کا وصال حسرت آیات 7 جولائی 2013ء بوقت تہجد ہوا۔ آپ کا مزار مرکز تعمیرِ ملت میں مرجع خلائق ہے۔ آپؒ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے مجاز و مریدِ خاص مولوی محمد یعقوب صاحب کو سجادہ نشین و شیخ سلسلہ مقرر فرما دیا تھا۔ آج کل مرکز تعمیرِ ملت سے مولوی محمد یعقوب یہ ذمہ داری بطریق احسن نبھا رہے ہیں۔

مجازین کرام

قبلہ جناب محمد صدیق ڈارؒ صاحب توحیدی نے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب کی ذمہ داری سنبھالی تو درج ذیل افراد کو اپنا مجاز روحانی مقرر کرتے ہوئے تحریری پروانہ جاری کیا۔

1- الحاج محمد مرتضیٰ (اسلام آباد) 2- خالد مسعود (اسلام آباد)

3-غلام مرتضٰی (راولپنڈی)
4-محمد افتخار احمد اعوان (واہ کینٹ)
5-ڈاکٹر میاں علی رضا (گوجرانوالہ)
6-عابد کبیر شاہ (شجاع آباد)
7-مولوی محمد یعقوب (لاہور)
8-منظور قادر بھٹہ (فیصل آباد)
9-لیاقت علی (چوک اعظم)
10-خالد محمود بخاری (ملتان)
11-سید عاشق حسنین مرتضٰی (لسوڑی)
12-محمد حسین (چیچہ وطنی)
13-عبدالحکیم (کراچی)
14-سید رضا علی شاہ (راولپنڈی)
15-راجہ خضر حیات (سرگودھا)
16-ڈاکٹر عبدالرشید وقار (شاہدرہ)
17-آفتاب احمد خان (لاہور)
18-مبارک علی (لیہ)
19- محمد صدیق (گوجرانوالہ)
20- تجمل حسین (کراچی)
21-مولانا حافظ بشیر احمد ڈار (آدکے چیمہ)

شجرہ طریقت

حضرت محمد صدیق ڈارؒ مرید حضرت عبدالستار خانؒ مرید حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری دہلویؒ مرید حضرت مولانا کریم الدین احمد دہلویؒ مرید حضرت عبدالکریمؒ مرید حضرت دوست محمد قندھاریؒ مرید حضرت احمد سعید مجددیؒ مرید حضرت ابوسعید مجددیؒ مرید حضرت غلام علی دہلویؒ مرید حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ مرید حضرت خواجہ نور محمد بدایونیؒ مرید حضرت خواجہ محمد محسنؒ مرید حضرت خواجہ سیف الدین مخدومؒ مرید حضرت خواجہ معصومؒ مرید حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانیؒ مرید حضرت خواجہ باقی باللہؒ مرید حضرت خواجہ امکنگیؒ مرید حضرت خواجہ درویشؒ مرید حضرت خواجہ مولانا محمد زاہدؒ مرید حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ مرید حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ مرید حضرت خواجہ علاؤالدین عطارؒ مرید حضرت بہاؤالدین بخاری شاہِ نقشبندؒ (بانی سلسلہ) مرید حضرت امیر کلالؒ مرید حضرت بابا سماسیؒ مرید حضرت عزیزان علی رامیتنیؒ مرید حضرت خواجہ محمودؒ مرید حضرت خواجہ عارفؒ مرید حضرت شیخ عبدالخالق غجدوانیؒ مرید حضرت ابو یوسف ہمدانیؒ مرید حضرت خواجہ بوعلی فارمدیؒ مرید حضرت مولانا ابوالقاسمؒ مرید حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ مرید حضرت بایزید بسطامیؒ مرید حضرت امام جعفر صادقؒ

مرید حضرت قاسمؒ مرید حضرت سلمان فارسیؓ مرید حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ مرید حضور نبی اکرم ﷺ

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا محمد صدیق قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش ۱۹۱۲ء میں مقبوضہ کشمیر میں ہوئی۔ آپؒ کے والد کا نام محمد ابراہیمؒ مست تھا۔ آپؒ کی طبیعت میں جذب و مستی کی کیفیت والد صاحب کی طرف سے منتقل ہوئی تھی۔ آپؒ کو اپنے والد صاحب کی طرف سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں اجازت و خلافت تھی۔ جب پاکستان بنا تو آپؒ گوجرانوالہ میں تشریف لے آئے مگر یہاں آ کر آپؒ نے حضرت پیر سید جماعت علی شاہ کے خلیفہ محمد حسین کلیر شریفؒ والے کے ہاتھ بیعت کر لی۔ آپؒ سیف الملوک اور ہیر وارث شاہ بڑی مستی میں پڑھتے تھے۔ پڑھتے پڑھتے آپ کی عجیب و غریب حالت ہو جاتی تھی۔ آپؒ پر عشق الٰہی کا بہت زیادہ غلبہ تھا۔ آپؒ ہر ماہ باقاعدہ گیارہویں شریف کا اہتمام کرتے تھے۔ آپؒ مست الست تھے۔ آپؒ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ آپؒ ایک مرتبہ عرس حضرت بابا مادھو لال حسینؒ لاہور والے کے مزار پر حاضری دینے کے لئے گئے تو آپؒ نے اپنے مرید کو حکم دیا کہ تم حضرت بابا جی کی قبر پر بیٹھ جاؤ۔ مرید نے کہا کہ حضور یہ تو بڑی بے ادبی والی بات معلوم ہوتی ہے۔ آپؒ نے کہا کہ تم کو کس نے کہا ہے کہ یہ قبر ہے بلکہ آپؒ تو زندہ ہیں۔ تم اوپر چڑھ کر بیٹھ جاؤ۔ اگر مادھوؒ آپ کے کندھوں پر بیٹھ سکتا ہے تو ہم بھی انہی کی اولاد ہیں ہم کیوں نہیں آپ کے کندھوں پر بیٹھ سکتے۔

آپؒ کو آپ کے شیخ نے فرمایا کہ دیکھو صدیق ہمارے پردہ کرنے کے بعد ایک عورت تمہاری خدمت کیلئے آئے گی۔ ظاہر میں وہ عورت ہی ہوگی مگر حقیقت میں وہ ایک مرد ہوگا۔ تم اس کو اپنی خدمت میں رکھ لینا پھر ایسا ہی ہوا۔ آپؒ کی خدمت میں ایک عورت آئی جس کا نام وہی تھا۔ جو آپ کے شیخ نے بتایا تھا۔ وہ آئی تو آپؒ نے استفسار کیا کہ تم عورت ہو۔ ہم تم کو اپنی خدمت میں نہیں رکھ سکتے۔ اس نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں مجھے لوگ نہیں پہچان سکیں گے۔ آپؒ ایک مرتبہ ایسی محفل میں گئے جہاں عورتوں کا داخلہ ممنوع تھا۔ آپؒ نے کہا یہ عورت نہیں ہے بلکہ مرد ہے۔ انہوں نے تلاشی لی چیک کیا تو واقعی وہ مرد تھی۔ آپؒ نے ایک مرتبہ جذبے میں فرمایا کہ دیکھو یاد رکھو یہ جو ابلیس ہے یہ اس کے حکم کے مطابق ہی اس جہان میں تصرف کر رہا

ہے۔اس کی جو صفت مذّل ہے۔اس کا حامل ہے۔لہٰذا تم نے کبھی بھی اس کی فکر نہیں کرنی کہ یہ شیطان کیا ہے۔اپنے کام میں مصروف رہنا ہے۔کبھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہونا۔اس نے اپنا کام کرنا ہے اور ہم نے اپنا کام کرنا ہے۔نہ اس کو برا بھلا کہنے میں اپنی زندگی کو مصروف کرنا۔آپؒ کی باتیں اسی طرح کی ہوتی تھیں جو عام طور پر سمجھ میں آنے والی نہیں ہوتی تھیں۔آپؒ کا مزار مبارک محلہ حمید پورہ مین بازار گلی نمبر 8 گرجاکھ میں مرجع الخلائق ہے۔آپؒ کا عرس مبارک ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ط

حضرت میاں محمد طفیل رحمۃ اللہ علیہ

نقشبندی مجددی قادری

آپؒ کی پیدائش انڈیا کے ضلع بٹالہ میں ہوئی۔1946ء میں ہی آپؒ پاکستان تشریف لے آئے تھے۔آپؒ کے مرشد کا نام صوفی میاں نذیر احمدؒ تھا۔وہ انڈیا کے رہنے والے تھے۔آپؒ سماع بالکل نہیں سنتے تھے مگر منع بھی نہیں فرماتے تھے۔آپؒ کے ہندوستان اور پاکستان میں عقیدت مند بہت زیادہ تھے۔ آپؒ کی بے شمار کرامات ہیں۔ایک مرتبہ سندھ سے ایک آدمی آیا جو بہت بیمار تھا وہ کہنے لگا کہ حضور میں نے اپنا بڑا علاج کروایا ہے مگر صحت نہیں ہورہی۔ میں بہت پریشان ہوں۔میری طرف کرم کی نگاہ کیجئے۔آپؒ نے اپنے حقہ سے راکھ لی اور کہا کہ لو اس کو اپنے سینے پر مل لو۔اللہ نے چاہا تو تم بالکل تندرست ہو جاؤ گے۔ اللہ کے فضل و کرم سے وہ آدمی بالکل ٹھیک ہو گیا۔آپ کا وصال 13 اکتوبر 1994ء میں ہوا۔آپؒ کا مزار مبارک جامع مسجد غوثیہ (غوثیہ موڑ) نو کھر سٹاپ حافظ آباد روڈ کے احاطہ میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

ظ

حضرت سائیں ظہیرالدین قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

(دربار غوثیہ والے)

آپؒ کا نام ظہیرالدین تھا۔ آپؒ محلہ بخشے والا گلہ غلام محمد ٹھیکیدار کے رہنے والے تھے۔ آپؒ کی پیدائش 1953ء کو ہوئی۔ آپؒ نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی تھی۔ جوانی کے ایام میں سبزی منڈی بازار میں آپؒ کی منیاری کی دوکان تھی اور آپؒ منڈی میں آڑھت کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ نے ساری عمر مجرد زندگی گزاری تھی۔ شادی نہیں کی تھی۔ آپؒ کسی کو اپنے پیرومرشد کے بارے میں نہیں بتاتے تھے۔ اس لئے آپؒ کے مرشد کا کسی کو پتہ نہیں۔ جن لوگوں کو پتہ ہے ان کو بھی خفیہ رکھنے کا حکم تھا۔ آپؒ کا حلیہ مبارک بابا کانواں والی سرکارؒ جیسا تھا۔ آپؒ صرف لنگوٹ پہنتے تھے۔ آپ دن میں دو بار غسل فرماتے تھے اور ہر روز لنگوٹ بدل لیتے تھے اور تولیہ کاندھے پر رکھتے تھے۔ آپؒ کی ساری ساری رات جاگ کر گزرتی تھی۔ کسی نے آپؒ کو سوتے نہیں دیکھا تھا۔ آپؒ دوپہر کو اس جگہ جہاں پر آج آپؒ کی قبر مبارک ہے دو یا تین گھنٹے کے لئے آرام فرماتے تھے۔ کوئی بھی اپنا دنیا کام آپؒ کے پاس لے کر آتا تو آپؒ کے حکم کے مطابق پانی اور چینی لے کر آتا اور جس جگہ آپؒ بیٹھتے تھے وہاں پانی اور چینی تھوڑی دیر کے لئے رکھ دیتا پھر اس کو لے جا کر استعمال کرتا تو اسکا کام ہو جاتا تھا۔ آج بھی آپؒ کے مزار مبارک پر لوگوں کا یہی معمول ہے۔ آپؒ کی ایک کرامت بہت مشہور ہے کہ ایک شخص جس کے دل کا والو بند تھا۔ وہ ایک مرتبہ آیا اور آپؒ نے اس کو اپنے ساتھ کھڑا کر کے نماز ادا کی اور نماز کے بعد فرمایا جاؤ تمہارا کام ہو گیا ہے۔ وہ چلا گیا اور

رپورٹ کروائی تو ڈاکٹر نے کہا تم تو بالکل ٹھیک ہو چکے ہو۔

آپؒ کو کسی نے نماز پڑھتے نہیں دیکھا سوائے اس شخص کے جس کے دل کے والو ٹھیک ہو گئے تھے۔شاید وہ نماز اس لئے ہی پڑھی تھی۔ آپؒ کا وصال 26 جنوری 2005ء کو ہوا۔ آپؒ کا مزار موضع قاضی کوٹ کے ساتھ حافظ آباد روڈ پر واقع ہے۔ جو دربارِ غوثیہ کے نام سے مشہور ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سید ظاہر شاہ قادری سروری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے۔ آپؒ کی وفات 1892ء کو ہوئی۔ آپؒ کا مزار مبارک پرانا نشاط سینما سیالکوٹی پھاٹک جی ٹی روڈ پر واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک 29 28 27 جون کو ہر سال منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ع

حضرت غازی عبدالکریم قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کوٹلی سندھواں ضلع گوجرانوالہ کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد وہاں کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ آپؒ بھی ابتدائی طور پر اپنی آبائی مذہب پر تھے۔ نوجوانی کے عالم میں راجہ رنجیت سنگھ پنجاب کا حکمران تھا۔ اُس کی فوج میں سکھوں کی بھرتی کا خاص انتظام تھا۔ آپؒ بھی اُس کی فوج میں بھرتی ہوگئے اور داد شجاعت دینے لگے۔ یہاں تک کہ اُس کی فوج میں کلیدی عہدے دار بنادئے گئے۔ اُس زمانے میں گوجرانوالہ کے نواح میں مسلمان چٹھوں کے ساتھ مل کر سکھوں کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ گوجرانوالہ میں قادری خانوادے کے عظیم الشان بزرگ حضرت شیر شاہ غازیؒ سکھوں کے خلاف جہاد میں پیش پیش تھے۔ راجہ رنجیت سنگھ نے آپؒ کو حضرت شیر شاہ غازیؒ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ جب آپؒ کھیالی دروازہ حضرتؒ کے آستانہ کے قریب پہنچے تو حضرتؒ کے مریدین نے کہا کہ حضرتؒ امداد فرمائیں سکھوں کا ایک سالار لشکر لے کر آرہا ہے۔ بڑے خون خرابے کا امکان ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو اُسے آنے دو۔ جونہی آپؒ حضرت شیر شاہ غازی کے آستانہ پر پہنچے اور حضرتؒ سے ملے۔ آپؒ نے اُن کو ایسی نظر سے گھائل کیا کے سب کچھ فراموش کر بیٹھے۔ حضرتؒ نے اُن سے پوچھا کیسے آئے ہو۔ کہنے لگے کے مسلمان ہونے کے لئے آیا ہوں۔ حضرتؒ نے آپؒ کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ اور کلمہ طیبہ پڑھا کر ازلی سعادت مندوں میں آپ کا شمار کردیا۔ اُن کو دیکھ کر اُن کے بھائی اور کچھ اور سکھ سردار بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرتؒ نے آپ کا اسلامی نام عبدالکریم رکھا۔ اور آپ کے بھائی کا عبدالرحیم۔ پھر سکھوں کے خلاف جہاد کرنے کا حکم فرمادیا۔

یعنی پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

آپؒ چونکہ پیشہ ور جرنیل تھے۔ اس لیے آپؒ نے مسلمانوں کو منظم کیا اور عملی جہاد کا آغاز کر دیا۔ آپؒ نے سکھوں کو اتنا مارا اور قتل کیا کہ آپؒ کا لقب کوٹو یعنی مارنے والا پڑ گیا اور حضرت شیر شاہ غازیؒ کے صاحبزادے حضرت مولوی محمد فیض کھیالویؒ کے ہاتھ پر قادری سلسلہ میں بیعت کی اور اعزاز خلافت سے نوازے گئے۔ اس زمانے کے مسلمانوں کے لئے آپؒ کا وجود مسعود کسی نعمتِ غیر مترکہ سے کم نہ تھا۔ آپؒ غازی اس لیے مشہور ہوئے کہ ساری عمر جہاد بالسیف اور جہاد بالنفس میں مشغول رہے۔ آپؒ نے علمِ شریعت اپنے مرشد کامل سے حاصل کیا۔ آخری عمر میں موضع بینکے چیمہ میں کاشت کاری کرتے رہے اور وہی وصال فرمایا۔ آپ کا مرقد انور بھی بینکے چیمہ نزد گکھڑ منڈی میں واقع ہے۔ تاریخ وصال اور تاریخ پیدائش کا پتہ نہیں چل سکا۔ آپؒ کے دو صاحبزادے تھے۔ آپؒ راقم الحروف کے جدِّ امجد ہیں۔ آپ تک راقم الحروف کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

شجرہ نسب

میاں علی رضا بن میاں مشتاق احمد طاہر بن میاں عبدالرحمٰنؒ بن میاں محمد عبداللہؒ ٹوپیاں والی سرکار بن میاں احمد دین عالیؒ سرکار بن میاں جی بُوراسر گار بن غازی عبدالکریمؒ کوٹو قادری

☆☆☆☆☆☆

حضرت میاں محمد عبداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

(ٹوپیاں والی سرکار)

آپؒ کا نام نامی اسم گرامی محمد عبداللہ لقب ٹوپیانوالی سرکار اور مرشد کی طرف سے خطاب لال شاہ تھا۔ آپ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ آپ 1890ء میں حضرت میاں احمد دین عالی سرکار کے گھر محلہ طوطیانوالہ گلی نلکے والی نزد گھنٹہ گھر چوک میں پیدا ہوئے۔ جس گھر میں آپ کی پیدائش ہوئی وہاں آج تک کوئی جانور زندہ نہیں رہتا۔ (بسبب گندگی پھیلانے کے) آپ عاشق باللہ برہان اللہ تھے۔ بچپن سے ہی طبیعت میں جذب و مستی غالب تھی دنیا اور اہل دنیا سے طبیعت متنفر تھی۔ ہر وقت اجاڑ و بیابان جگہوں پر ڈیرہ ڈالا کرتے۔ ہر وقت تحیر میں کھوئے رہتے۔ کھانے پینے اور پہننے کا بالکل ہوش نہ تھا۔ آپ کے والد گرامی

اپنے زمانے کے کامل فقیر تھے۔انہوں نے آپ کے سر پر دست شفقت رکھا۔جس کے باعث کچھ طبیعت دنیا کی طرف رجوع ہوئی۔آپ کی تعلیم وتربیت کے پیش نظر بہترین اساتذہ کو مہیا کیا گیا۔اردو، پنجابی ،عربی، فارسی، انگلش میں بہترین دسترس رکھتے تھے۔قرآن مجید کی تعلیم اپنے والد گرامی سے پائی۔حدیث اور تفسیر اس وقت کے جید عالم دین اور جامعہ محمدیہ کے شیخ الحدیث مولانا علاؤ الدین صدیقی سے پڑھی۔ پندرہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی پھر جذب ومستی غالب آ گئی۔آپ کے والد گرامی آپ کو بیعت کے لئے اپنے پیر ومرشد حضرت احمد دین صدیقی قادریؒ کے پاس لے کر آئے۔آپ نے خود تو بیعت نہ فرمایا بلکہ اپنے خلیفہ اور آپ کے والد گرامی کے پیر بھائی حضرت سخی عنایت اللہ قادری صدیقی کے ہاتھ میں آپ کا ہاتھ دے دیا۔حضرت سخی عنایت اللہ قادری صدیقی بھی صاحب جذب ومستی اور کامل فقیر تھے۔آپ بھی اپنے روحانی خانوادے کے پیش نظر ایک ہی نگاہ میں مرید کے حجابات اٹھا دیا کرتے تھے۔آپ نے بیعت کرنے کے بعد حضرت میاں محمد عبداللہ قادری کو اسم ذات کا سبق تلقین فرمایا۔آپ نے اپنے ہاتھ مبارک پر پانچ انگلیوں سے لفظ ''اللہ'' بنا کر حضرت میاں محمد عبداللہ کو دکھایا۔اس اسم کو دیکھتے ہی حضرت میاں صاحب پر سکر طاری ہوگیا۔آپ کے مرشد پاک نے تلقین کے وقت آپ کو فرمایا کہ اپنا وجود اور ہستی مٹا کر اس اسم کی پرورش کرو۔ یہاں تک کہ تیرا وجود ظلی وہ بھی فنا ہو جائے اور اسم باقی رہ جائے پھر اسم سے آگے مسمی تک راہ سمجھائی اور رخصت فرمایا۔ یہ بھی فرمایا کہ اب میرے پاس تربیت کے لئے نہ آنا یہی ایک ملاقات کافی وشافی ہے البتہ اپنے والد گرامی کو بمنزلہ مرشد حقیقی سمجھنا۔اس ملاقات کے بعد آپ بحالت سکر جنگلوں اور بیابانوں کی طرف چلے گئے اور کامل گیارہ سال ویرانوں میں بسر فرمائے۔ وہاں ایسے مجاہدات فرمائے کہ عقل انسانی کے لئے باعث حیرت ہیں۔ جو ایک دو لوگ اس دوران آپ سے ملتے رہے ان میں ایک حکیم ملتانی بھی تھے۔ جو دارے والی مسجد کی گلی میں رہتے تھے۔ان لوگوں کے بقول اس زمانے میں آپ کی ذات مبارکہ سراپا کرامت تھی۔زبان مبارک حرف کن کی کنجی تھی۔کسی سے بھی کوئی حاجت طلب نہ فرماتے۔ جو کہتے غیب سے ظہور میں آتا۔وضو کے لئے کنویں پر جاتے تو پانی اُبل کر باہر آ جاتا۔ دریا کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلاتے تو موجوں کا رخ بدل دیتے۔ چرند، پرند، درندے اطاعت کا حلقہ گلے میں ڈالے رہتے۔ ہر وقت جلال خداوندی کا مظہر تھے۔ننگی تلوار تھے جو فرماتے ویسے

ہی مشاہدہ میں آ جاتا۔ (اس کا تفصیلی ذکر کرامات کے باب میں آئے گا) ہر وقت عالم بے خودی میں رہتے۔ چہرہ مبارک آثار جلال خداوندی سے سرخ اور حدت آمیز رہتا۔ نگاہ بارگاہ الوہیت میں ہر وقت باریابی کے باعث مست ومخمور رہتی۔ حضرت پیران پیر غوث دستگیر الشیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی ؒ کی روح پرفتوح آپ کی نگران وسرپرست تھی۔ پھر آپ کو حضور نبی کریم (ﷺ) کے زیر قدم معراج ہوئی اور آپ ''قاب قوسین اوادنیٰ'' کے راز سے واقف ہوئے۔ ''الصلوٰۃ معراج المومنین'' کی حقیقت اصلی پر فائز ہوئے اور دائمی حضوری اور مشاہدہ میں چلے گئے۔ استغراق میں رہتے مدت گزر گئی کہ بارگاہ الوہیت سے واپسی کا حکم صادر ہوا اور مقام دعوت کی طرف کھینچ لئے گئے۔

شادی خانہ آبادی

گیارہ سال کے بعد گھر تشریف آوری ہوئی تو والد گرامی نے شادی کا خیال ظاہر فرمایا۔ آپ نے الامر فوق الادب کے تحت منظور فرمایا۔ اس سے پہلے آپ کے چھوٹے بھائی میاں برکت علی ؒ کی شادی ہو چکی تھی آپ کے لئے رشتہ آپ کے استاد محترم حضرت علاؤ الدین صدیقی نے ڈھونڈا۔ اہل حدیث مکتبہ فکر کے بڑے عالم دین مولوی مولا بخش (شاگرد رشید عبدالمنان وزیر آبادی) کی بھتیجی آپ کے عقد میں آئیں۔ ان سے آپ کے تین بیٹے (عبدالرحمٰن۔ محمد صدیق۔ عبدالغنی) اور ایک بیٹی (مریم بی بی) تولد ہوئیں۔ آپ کی اہلیہ مبارکہ کا وصال جلد ہی ہو گیا لیکن پھر آپ نے شادی نہ فرمائی اور نہ ہی گھر تشریف لاتے۔

نماز عاشقاں ترک وجوداست

آپ کے والد گرامی نے جامع مسجد فارقیہ رضویہ المعروف دارے والی مسجد کی بنیاد رکھی اور خود بھی وہاں امامت اور خطابت فرماتے تھے۔ ایک دن آپ کو فرمانے لگے کہ آج نماز عصر کی امامت آپ کروائیں گے۔ آپ نے عذر پیش کیا لیکن والد گرامی نے حکماً ارشاد فرمایا۔ اس پر آپ امام کی جگہ کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لئے۔ ہاتھ باندھتے ہی دائم حضوری میں چلے گئے اور وجود سے بے خبر ہو گئے۔ نمازی پیچھے سے رخصت ہوتے رہے یہاں تک کہ پیچھے آپ کے والد گرامی ہی رہ گئے۔ آخر

جب مغرب کی اذان کا وقت ہوا تو آپ کے والد گرامی نے نماز توڑی اور آپ کو ہاتھ سے جھنجھوڑا لیکن آپ بے حس و حرکت ویسے ہی کھڑے رہے۔ بڑی مشکل سے آپکو اس کیفیت سے نکالا اور گھر لائے اور کہا آج سے امامت تیرا چھوٹا بھائی کیا کرے گا۔

نماز زاہداں سجدہ سجود است
نماز عاشقاں ترک وجود است

سجادہ نشینی

آپ کے والد گرامی نے طویل عمر پائی۔ بوقت وصال آپ کو طلب فرمایا۔ سینے سے لگایا اور بھینچا اور تمام مریدین بشمول انسان و جنات کو آپ کی اطاعت کا حکم دیا اور چارپائی پر لیٹ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس طرح وراثتاً اور حقیقتاً آپ اپنے والد گرامی کے سجادہ پر بیٹھے اور اس سجادہ کا حق ادا کر دیا۔

تکوینی امور

آپ کو اللہ عزوجل نے حضور غوث الثقلین کے توسل سے تکوینی امور پر فائز فرمایا۔ آپ غوث دھر تھے۔

حضور غوث پاکؒ کی کچہری میں

میرے مرشد کریم حضرت میاں عبدالغنی قادری فرماتے ہیں کہ آپ حضور غوث الثقلین کی کچہری میں اوّل صف میں بیٹھتے ہیں آپ حضور غوث پاک کے جرنیل فقیروں میں سے ہیں حضور غوث پاک کی کچہری میں آپ کی کرسی حضرت میاں میر بالا پیر لاہوری کے ساتھ پہلی صف میں ہے۔

طریقہ تعلیم

آپ کا طریقہ تعلیم رواجی تلقین کا نہ تھا۔ آپ ایک نگاہ سے ہی حجابات اٹھا دیا کرتے تھے۔ علم الیقین عین الیقین اور حق الیقین ایک ہی نگاہ ناز سے بخش دیا کرتے تھے۔ چونکہ مظہر جلال الٰہی تھے اس لئے لوگ آپ کے پاس آنے سے ڈرتے تھے کہ مبادا کچھ زبان اطہر سے نکل گیا ویسا ہی ظہور پذیر ہو جائے گا۔

مجھے حضرت یوسف صدیقی قادری آپ کے مرشد کے پوتے کہتے کہ ویسا کلمہ پڑھاؤ جیسا میاں صاحب پڑھاتے تھے میں نے پوچھا کہ حضرت وہ کیسا کلمہ پڑھاتے تھے۔ آپ فرمانے لگے کہ جب وہ کلمہ پڑھاے تھے ایمان بالغیب ایمان شہودی میں بدل جاتا تھا حجابات اٹھ جاتے تھے اور بندہ اپنی نگاہِ ظاہری و باطنی سے سب کچھ بے حجاب دیکھ لیتا تھا۔ یہ واقعہ تفصیلاً باب کرامت میں آئے گا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

آپ پر ساری زندگی عشق الٰہی کا ایسا غلبہ اور سوز رہا کہ آتش دنیا بھی اس کے سامنے ہیچ معلوم ہوتی تھی۔ میرے والد گرامی شاہد ہیں کہ آپ حالت جذب میں دہکتے کوئلے ہاتھوں میں پکڑ لیتے تھے۔ جلتی آگ اپنے اوپر گرا لیتے تھے اور جب جذب سے بے قابو ہو جاتے تو کارخانے کی جلتی بھٹی میں ''جس میں سرامکس کا مال پکایا جاتا تھا'' چلے جاتے اور کافی وقت کے بعد باہر آتے لیکن آپ اندر سے ایسے نکلتے جیسے آگ سے نہیں کسی ریفریجریٹر سے نکلے ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا کہ آپ کی آتش عشق کے آگے آتش دنیا حقیر و بے معنی ہے۔ آپ فرمایا کرتے کہ آگ آگ کو کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔

مشرب

آپ کا مشرب خاص قلندریہ تھا۔ ہر سلسلہ کے کچھ شہباز قلندریہ مشرب رکھتے ہیں۔ شاہ نعمت اللہ ولی رسالہ قلندریہ میں فرماتے ہیں کہ ''صوفی منتہی جب مقصد کو پہنچتا ہے قلندر ہو جاتا ہے۔ ذکر قلندر حق ہے جس سے تمام جہاں مستحق یعنی مستفیض ہوتے ہیں۔ قلندر کا دین دانا ہے۔ جو تمام جہاں پر توانا ہے قلندر کی دنیا تفرید یعنی ذات حق میں محویت خاصہ تھے جو توحید کی بشارت دیتی ہے یعنی جس کی وجہ سے قلندر ذات حق میں ایک ہو جاتا ہے۔ قلندر کا علم سہو ہے۔ یعنی اپنے آپ کو بھول جاتا اور حق رہ جاتا ہے۔ قلندر کا عمل محو ہے یعنی ذات حق میں محو ہو جانا اور قلندر کا طریق عشق ہے۔ عشق کیا ہے اللہ ہے۔ آپ نے ترک و تجرید اختیار فرمائی تھی۔ ساری زندگی دنیاوی کسب کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور نہ ظاہریت پسند تھی۔ ہر لمحہ باطن کو سنوارنے کی طرف متوجہ رہے۔ محویت حد درجہ تھی یہاں تک کہ اپنے بچوں اور پوتے پوتیوں سے لاعلم رہتے تھے۔

کرامات قبل از وصال

آپ کی کرامات بے حد و حساب ہیں۔ صرف چند واقعات پر اکتفا کروں گا۔ اس کرامت کے راوی میرے مرشد کریم میاں عبدالغنی صاحبؒ آپ کے مرید میاں صاحب کچی والے اور بھی بیسیوں لوگ ہیں۔ جو اس وقت موجود تھے۔

کرامت نمبر 1

آپ کے بڑے بیٹے میاں عبدالرحمٰن کا نوشہرہ روڈ پر کارخانہ تھا۔ جہاں پر آپ کا مستقل قیام تھا۔ اس کارخانے کے ساتھ ہی بابا عبدالحق کا روئی کا کارخانہ تھا۔ بابا عبدالحق ایک روحانی خانوادے میں ایک مشہور بزرگ کے مرید تھے اور مرشد کا بتایا ہوا ذکر نفی اثبات جہر کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ چونکہ دونوں کارخانوں کی دیوار ایک ہی تھی اس لئے میاں صاحب بھی یہ ذکر جہر سنا کرتے۔ ایک دن آپ نے ذکر کے بعد بابا عبدالحق کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ عبدالحق بڑے عرصے سے ذکر کرتے ہو کیا کبھی کچھ حاصل بھی ہوا ہے یا کچھ دیکھا بھی ہے۔ وہ کہنے لگے کہ میں تو مرشد کا حکم سمجھ کر ذکر کرتا ہوں مگر مجھے کچھ نظر نہیں آیا نہ ہی میں نے کچھ کیفیت محسوس کی ہے۔ آپ نے پوچھا پھر تمہیں کچھ دیکھائیں؟ عبدالحق کہنے لگے کہ ضرور دکھائیں۔ اس پر آپ نے اپنی چادر مبارک اس کے چہرے پر پھینکی۔ چادر پھینکتے ہی عبدالحق صاحب کا حال متغیر ہو گیا نظر سے حجابات اٹھ گئے۔ میاں صاحب پوچھنے لگے کہ عبدالحق کہاں ہو۔ وہ کہنے لگے خانہ کعبہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا طواف کرلو۔ پھر توقف کے بعد پوچھا اب کہاں ہو۔ کہنے لگے مسجد نبوی میں مواجہہ شریف کے سامنے ہوں۔ آپ نے فرمایا صلوٰۃ و سلام عرض کرلو پھر پوچھا اب کدھر ہو کہنے لگے مسجد اقصیٰ میں ہوں پھر پوچھا اب کہاں ہو کہنے لگے پہلے آسمان پر ہوں۔ پھر پوچھا کہنے لگے دوسرے آسمان پر اس طرح لگاتار پوچھا وہ ساتویں آسمان کے حالات بتانے لگے۔ پھر پوچھا اب کہاں ہو۔ وہ کہنے لگے یہ مقام سدرہ ہے۔ پھر الا اللہ کی ضرب لگائی اور جلال میں فرمایا کہ آگے چلو یہ تو جبریل کی حد ہے۔ فقیر کی منزل تو یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ اس پر عبدالحق چیختے ہوئے بے ہوش ہو گئے۔ آپ نے چادر اتاری اور قریب بیٹھے لوگوں کو کہا اس پر پانی ڈالو یہ جل گیا ہے۔ روایت کے مطابق کئی گھنٹے ٹھنڈا پانی ڈالا گیا پھر

ہوش میں آئے لیکن اللہ کے عشق کی آگ ایسی سینے میں موجزن ہوگئی کہ ہر چیز فراموش کر دی۔ ہر وقت سوز و گداز طاری رہتا۔ آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور فرمایا کرتے سینے میں آگ دہک رہی ہے۔ اسی حالت میں 1992ء میں وصال فرمایا اور اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ مجھے نہر کے کنارے دفن کرنا کیونکہ میرا رُواں رُواں اللہ کے عشق میں جل رہا ہے۔ بابا عبدالحق کو ان کی وصیت کے مطابق پیپلز کالونی قبرستان جو کہ نہر کے کنارے ہے دفن کیا گیا۔ آپ کی اس کرامت سے شور مچ گیا اور لوگوں پر ظاہر ہوگیا کہ آپ کیسے عظیم بزرگ ہیں۔ اسی کرامت کے بعد رجوعات خلق ہوا۔ اس سے پہلے آپ کے احوال مستور تھے کیونکہ اخفا کے آپ بہت قائل تھے یہ واقعہ 1964ء کا ہے اس کرامت کے عینی شاہد اب بھی موجود ہیں۔

کرامت نمبر 2

راقم الحروف 2009ء میں ایک بار کامونکی میں حضرت میاں عبداللہ کے مرشد کے پڑپوتے حضرت یوسف صدیقی قادری سے ملنے کے لئے گیا۔ عتیق الرحمٰن قادری صاحب مجھے ان سے ملانے کے لئے ساتھ لے گئے اور میرا تعارف نہ کرایا۔ وہ قلندر مشرب بزرگ تھے۔ گالیاں بہت دیتے تھے۔ روایتی پیروں کے بہت خلاف تھے اور مسلسل ایک گھنٹہ ڈھونگی پیروں کو گالیاں نکالتے رہے۔ آخر کار مجھ سے ضبط نہ ہوسکا اور میں نے ان سے پوچھ لیا کہ آپ تو سب کو ہی گالیاں نکالتے ہیں کیا آپ نے کبھی کوئی فقیر اور انسان کامل بھی دیکھا ہے۔ میری اس بات پر کہنے لگے کہ میں نے تو نہیں دیکھا اور یہی سوال میں نے اپنے چچا اختر صدیقی سے کیا۔ وہ بیمار تھے۔ میں ان کی عیادت کے لئے گیا حال احوال پوچھنے کے بعد میں نے کہا کہ چچا ہم فقیروں کی اولاد ہیں؟ انہوں نے کہا ہیں تو۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ نے کبھی کوئی کامل فقیر بھی دیکھا ہے۔ میری یہ بات سن کر رونے لگے۔ کہنے لگے کہ ہاں دیکھا ہے لیکن افسوس ان سے فائدہ حاصل نہ کر سکا۔ میں نے پوچھا وہ کون تھے؟ تو چچا کہنے لگے کہ ہمارے والد پیر انوار الحق صدیقی گوجرانوالہ میں اپنے والد کے خلیفہ کو ملنے جاتے تھے۔ ان کا نام میاں محمد عبداللہ قادری تھا۔ ایک دن میں بھی والد گرامی کے ساتھ گوجرانوالہ گیا تو وہ میاں عبداللہ صاحب کو ملنے چلے گئے جبکہ میں باہر ہی کھڑا رہا اور دل میں سوچنے لگا کہ اباجی خواہ مخواہ ان سے ملنے آجاتے ہیں جبکہ یہ تو ہمارے دادا کے مرید ہیں۔ ان کو ہم سے ملنے آنا چاہیے۔ ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ اندر سے آواز آئی کہ اختر باہر کیوں کھڑے ہو اندر آجاؤ۔ میں

آواز سن کر اندر چلا گیا۔ وہاں دیکھا ایک بزرگ اکڑوں بیٹھے ہیں اور سامنے برتن میں آگ جل رہی ہے۔ مجھے کہنے لگے میرے قریب آجاؤ میں قریب گیا تو میرا ایک ہاتھ اپنے داہنے گھٹنے پر اور ایک بائیں گھٹنے پر رکھ کر دبایا تو میں نے دیکھا کہ میں خانہ کعبہ میں ہوں۔ مجھے کہتے ہیں طواف کرلو۔ میں نے طواف کیا پھر منظر بدلا۔ میں نے دیکھا کہ میں مسجد نبوی میں مواجہہ شریف کے سامنے ہوں۔ مجھے فرمانے لگے کہ صلوۃ وسلام پیش کرو۔ میں نے صلوٰۃ وسلام پیش کیا پھر منظر بدلا۔ میں خانہ کعبہ میں مقام ملتزم پر کھڑا تھا۔ وہاں آپ نے مجھ سے معانقہ فرمایا اور پیچھے دھکا دیا تو میں نے دیکھا کہ وہیں ان کے سامنے بیٹھا ہوں۔ بے حد حیران ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہوا ہے۔ مجھے پاس بلا کر کہنے لگے کہ اسے ''عبداللہ'' کہتے ہیں۔ کہنے لگے اس کے بعد میں حج پر چلا گیا۔ وہاں جا کر ظاہری آنکھوں سے دیکھا کہ یہ تو وہی منظر ہے جو میاں صاحب نے دیکھایا تھا۔ بلکہ دوران حج وہ میرے ساتھ ہی رہے اور میں نے مصمم ارادہ کیا کہ واپسی پر ان سے بیعت ہو جاؤں گا۔ جب حج سے واپسی پر گوجرانوالہ بیعت کی نیت سے گیا تو ان کا وصال ہو چکا تھا اور اس دن چالیسویں کا ختم شریف تھا۔ طبیعت بہت پژمردہ اور بے قرار ہوئی کہ ایسے مرد کامل سے استفادہ نہ کر سکا۔ پھر مرشد کامل کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا لیکن ویسا مرد نہ دیکھا نہ سنا۔ ناچار دل کی تسلی کے لئے حضرت سید نفیس شاہ صاحب سے دست بیعت ہوا۔ لیکن جو بات میاں صاحب میں تھی وہ ان میں بھی نہ تھی۔ اور افسوس کرتے ہوئے ان کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

جب حضرت یوسف صدیقی نے یہ واقعہ سنایا تو میں نے کہا کہ میں انہی میاں محمد عبداللہ قادریؒ کی اولاد ہوں۔ سن کر کھڑے ہو گئے۔ میرے ہاتھ چومے اور گھر لے گئے خاطر مدارت فرمائی اور کہنے لگے کہ مجھے بیعت کرلو اور ویسا کرو جیسے تمہارے دادا کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ میں اتنے جوگا ہوتا تو آپ کے پاس آتا۔ فرمانے لگے کہ میں اپنے دادا کو اتنا نہیں مانتا جتنا تمہارے دادا کو مانتا ہوں۔ غائبانہ انہی کو مرشد سمجھتا ہوں۔ اور ہر روز رات گیارہ ہزار دفعہ درود شریف پڑھ کر آپ کو ایصال ثواب کرتا ہوں۔

کرامت نمبر 3

راقم الحروف حضرت حافظ کرم دین صاحب مرحوم کی اہلیہ کے ختم مبارک پر نکے وال بوسال ضلع منڈی بہاؤالدین گیا۔ نماز فجر کے بعد آنکھیں بند کر کے لیٹا ہوا تھا کہ اچانک میں نے محسوس کیا کہ

کسی نے میرے پاؤں کو چھوا ہے۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو ایک بزرگ آدمی ہیں جو میری قدم بوسی کر کے واپس چلے گئے۔ میں نے سوچا پتہ نہیں یہ بزرگ کون تھے۔ جب دوپہر کو ختم پاک کا وقت شروع ہوا تو وہی بزرگ دوبارہ تشریف لائے۔ انہوں نے دوبارہ دست بوسی کی اور کہا کہ سرکار کیا حال ہے۔ میں نے عرض کی کہ الحمدللہ بڑا اللہ کا احسان ہے۔ میں نے کہا کہ بزرگو میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے نہیں پہچانا مگر میں نے تو آپ کو خوب پہچانا ہے کہ آپ کون ہیں۔ وہاں پر حاضرین مجلس میں سے ایک صاحب نے کہا کہ حضرت یہ بزرگ ہمارے علاقے کے بہت بڑے زمیندار چوہدری غلام محمد صاحب ہیں اور ان کے بھتیجے سیشن جج فیصل آباد ہیں۔ اور جو اِن کے داماد بھی ہیں۔ بعد میں بزرگ چوہدری صاحب مجھ سے مخاطب ہوئے۔ ان کی عمر تقریباً 85 برس ہوگی۔ کہا میں حضرت میاں جی محمد عبداللہ ٹوپیاں والی سرکار کا مرید ہوں۔ حضرت میاں صاحب اکثر و بیشتر ہمارے گاؤں تشریف لاتے تھے۔ میرے ساتھ حضرت باباجی بڑی محبت کیا کرتے تھے۔ بڑی تعریفیں کرنے لگے۔ ختم پاک کے بعد چوہدری صاحب نے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ میں نے انکار کرنے کی کوشش کی تو بڑی محبت سے فرمایا کہ آپ کے بڑے حضرت میاں جی جب بھی یہاں تشریف لاتے تھے تو ضرور ہمارے گھر قدم رنجا فرمایا کرتے تھے۔ مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ میں چاہنے کے باوجود بھی انکار نہ کر سکا چوہدری صاحب سے کافی گفتگو ہوئی انہوں نے حضرت میاں جی کے کئی واقعات سنائے چند واقعات میں ضرور ناظرین کی خدمت میں پیش کروں گا۔

واقعہ نمبر 1

چوہدری صاحب نے کہا میں اس علاقے میں الحمدللہ بڑا زمیندار تھا۔ بڑی جائیداد تھی۔ اللہ کے فضل سے بڑی عزت و اکرام تھا۔ لوگوں نے حسد کرنا شروع کر دیا۔ میرے عزیز رشتہ دار نے میرے اوپر جھوٹا قتل کا مقدمہ درج کروا دیا۔ اسی مقدمے میں مجھے سزائے موت ہوگئی۔ جب حضرت میاں جیؒ کو حضرت حافظ کرم دین صاحب گاؤں لے کر آئے تو انہوں نے میرے بارے پوچھا تو حافظ صاحب نے کہا میاں جی اس کو سزائے موت ہوگئی ہے اور وہ اس وقت گجرات جیل میں ہے۔ اس بات کا سننا تھا کہ میاں جی کو غصہ آ گیا اور جذب طاری ہو گیا فرمایا کہ ہمارے مرید پر جھوٹا قتل کا مقدمہ کرنا کس کی جرات

ہے۔اس وقت سہ پہر چار بجے کا وقت ہوگا۔ میاں صاحب نے حافظ صاحب کو کہا اسی وقت نکلو۔ میں نے چوہدری سے ملاقات کرنی ہے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ اس وقت تک تو ملاقات کا وقت بھی ختم ہونے کو ہے۔ کیسے ملیں گے؟ فرمایا کہ ہمارے آنے جانے پر کوئی پہرا نہیں ہے۔

حافظ صاحب نے کہا حضرت میاں جی نے میرا ہاتھ دبایا تو ہم گجرات جیل کے باہر کھڑے تھے ڈیوٹی پر موجود سپاہی کو کہا کہ اپنے افسر سے کہو کہ گوجرانوالہ سے محمد عبداللہ آیا ہے اور آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ پیغام کا پہنچنا تھا کہ وہ جیلر بھاگتا ہوا باہر آ گیا اور آتے ہی حضرت میاں جی کی قدم بوسی کر کے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا۔ حضرت میاں جی نے کہا کہ ہمارا مرید آپ کی جیل میں ہے؟ جیلر نے کہا کہ کون؟ میاں جی نے کہا کہ غلام محمد۔ جن کو سزائے موت کے آرڈر ہوئے ہیں۔ وہ جیلر صاحب ان کو دفتر میں لے گئے۔ میں جیل میں افسردہ اور غمگین بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک سپاہی کے آواز نے مجھے چونکا دیا کہ آپ کی ملاقات آئی ہے۔ میں نے کہا ملاقات کا وقت تو ختم ہوگیا ہے۔ میں جب دفتر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں جی اور حافظ صاحب دفتر میں تشریف فرما ہیں۔ میں دیکھتے ہی پاؤں میں گر گیا۔ آپ کی قدم بوسی کی۔ آپ نے مجھے گلے لگایا اور میری ہتھکڑی دیکھ کر میاں صاحب کی آنکھوں میں آنسو رواں ہو گئے فرمایا کہ غلام محمد ہم چاہیں تو ابھی آپ کو یہاں سے لے جائیں اور کوئی روک بھی نہ سکے۔ مگر ہم ایسا نہیں کر سکتے شریعت کی حد لگتی ہے۔ بہر حال تم یہ وظیفہ پڑھو۔ اللہ پاک نے چاہا تو چالیس دن پورے نہیں ہونگے کہ تم کو رہائی مل جائے گی۔ بے فکر ہو جاؤ۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ 35 واں یا 36 واں دن تھا۔ میں تہجد کی نماز کے بعد وظیفہ پڑھ رہا تھا۔ اچانک مجھے اونگھ آ گئی حضرت میاں جی کی زیارت ہوئی اور فرما رہے تھے کہ غلام محمد تمہاری ضمانت ہوگئی ہے اٹھو اور تیاری کرو۔

میں صبح اٹھا غسل کیا اور اپنا سامان پیک کرنا شروع کر دیا۔ میرے ساتھی بڑے حیران و پریشان تھے کہ صبح صبح چوہدری صاحب کو کیا ہوگیا ہے کہ سامان باندھ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ آج میری ضمانت ہے شاید ان کا دماغ چل گیا ہے بھلا ایسے کیسے ہوسکتا ہے جس کی سزائے موت قریب ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ میری آج ضمانت ہونی ہے۔ یہ اطلاع کہاں سے آئی ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے پتہ نہیں کہ کیسے رہائی ہونی ہے۔ بس مجھے میرے مرشد پاک نے فرمایا ہے اور میں تیاری کر رہا ہوں۔ دوستوں نے کہا کہ

چھوڑو غلام محمد خوابوں خیالوں کو۔ ایسا بھی کبھی ہوا ہے کچھ بھی نہیں ہونا۔ آرام سے بیٹھ جاؤ۔

بس پھر الحمد للہ اسی دن تین بجے مجھے خوشخبری مل گئی کہ غلام محمد تمہاری ضمانت ہوگئی ہے پھر میں خوشی خوشی اپنے گھر واپس آ گیا۔

واقعہ نمبر 2

چند دن بعد پھر حضرت میاں جی گاؤں میں تشریف لائے۔ 1960ء کی بات ہے۔ میں نے حضرت کی آمد کا سن کر اسی وقت بازار سے دس کپڑے کے تھان منگوائے۔ ایک من مٹھائی اور نقد 500 روپے آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیے۔ آپ نے اسی وقت کپڑے حافظ کرم دین صاحب کو دے دیئے اور فرمایا کہ یہ تمام مستحق اور نادار اور مسکین لوگوں میں تقسیم کر دیں اور مٹھائی بھی تمام کی تمام تقسیم کر دیں پھر 500 روپے بھی تقسیم فرما دیئے۔ 200 ایک بیوہ کو اور 200 ایک اور آدمی کو اس طرح 100 روپے جو باقی بچا تھا وہ بھی میرے سامنے بیٹھے بیٹھے تقسیم فرما دیے۔

یہ دیکھ کر میں نے اونچی اونچی آواز سے رونا شروع کر دیا۔ حضرت میاں جی نے فرمایا کہ غلام محمد کیوں رو رہے ہو۔ میں نے عرض کیا میاں جی میری کمائی تو خالص حلال ہے۔ میری نذر آپ نے کیوں قبول نہیں فرمائی۔ حضرت میاں جی بڑے رقیق القلب تھے۔ چوہدری صاحب کو روتا دیکھ کر آپ کی آنکھیں بھیگ گئیں اور فرمایا کہ تمہاری نذر قبول ہوئی ہے تو لوگوں میں تقسیم کر دی ہے۔ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے اور اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ یہ واقعہ سناتے ہوئے پھر چوہدری صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں ماضی کے دریچوں میں وہی زخم تازہ ہوگیا۔

واقعہ نمبر 3

ایک مرتبہ حضرت میاں جی ہمارے گاؤں تشریف لائے۔ میں حسب معمول آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ میں نے خوشگوار موڈ دیکھ کر کہہ کہ آج مجھے بھی کچھ خاص چیز عنایت فرمائیں۔ حضرت میاں جی نے فرمایا کہ اچھا۔ پھر آپ نے اپنا دائیں ہاتھ میرے سر پر رکھا فرمایا کہ آنکھیں بند کر لو۔ میں

نے اپنے آپ کو خانہ کعبہ میں موجود پایا اور میں نے طواف کعبہ کیا پھر منظر تبدیل ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں مسجد نبوی میں ہوں اور درود و سلام پڑھ رہا ہوں پھر پہلے آسمان سے دوسرے یہاں تک کہ چھٹے آسمان تک پہنچا اسی دوران حضرت حافظ صاحب جو آپ کے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ میاں صاحب کا ہاتھ دبایا اور کہا کہ حضرت آپ غلام محمد کو فقیر نہ بنانا یہ یہاں کا زمیندار اور چوہدری ہے۔ سارا نظام دھرم بھرم اور خراب ہو جائے گا۔ اچانک میاں صاحب نے اپنا دست مبارک میرے سر سے ہٹا دیا۔ ہاتھ مبارک کا ہٹنا تھا کہ میری ساری کیفیت کافور ہو گئی۔ اس بات پر میں ساری عمر حضرت حافظ صاحب سے ناراض رہا کہ میری اللہ رب العزت کے ہاں حضوری ہونے لگی تھی آپ نے یہ کیا کر دیا۔ حافظ صاحب نے مجھے بتایا کہ چوہدری صاحب یہ فقیری ''میٹھی کھیر نہیں ہوتی۔ یہ کانٹوں، دکھوں اور مصیبتوں سے بھرا راستہ ہے۔ اگر آپ فقیر ہو جاتے تو یہاں کے تمام معاملات گڑ بڑ ہو جاتے۔

کرامت نمبر 4

حضرت میاں محمد عبداللہ کے مرید مردوں میں تو تھے ہی۔ اکثر عورتیں بھی آپ کے دست بیعت تھیں۔ آپ کی ایک مریدنی جس کا نام رشیداں بی بی تھا۔ پیار سے تمام لوگ آپا شیداں کہہ کر پکارتے تھے۔ آپا بڑی پاک باز حیا والی اور متقی پرہیز گار تھیں۔ تہجد ساری زندگی قضا نہیں کی۔ ان کی خاص کیفیت تھی کہ روزانہ روحانی طور پر تہجد خانہ کعبہ میں پڑھتی تھی اور فجر گھر میں ادا کرتی تھی۔

راقم الحروف کو جب ان کی روحانی کیفیت اور ذوق وشوق کا اپنے گھر والوں سے علم ہوا تو دل میں خواہش ہوئی کہ ضرور ایسی پاکیزہ ہستی کی زیارت کرنی چاہیے۔ اس وقت اِن کی عمر تقریباً 82 سال تھی۔ جب راقم الحروف اِن کی خدمت میں حاضر ہوا تو زیارت کے بعد آپ سے پوچھا کہ اماں جی کیا آج بھی وہی جذب و مستی ہے اور تہجد کی نماز خانہ کعبہ میں ادا کرتی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ الحمد للہ آج بھی وہی معاملہ ہے۔ یہ میرے پیر و مرشد کا کرم اور اللہ رب العزت کا خاص فضل ہے ورنہ میں کیا اور میری کیا حیثیت ہے۔ میں نے عرض کی کہ پھر یہ معاملہ کیسے ہوتا ہے کہ آپ تہجد کی نماز وہاں ادا کرتی ہیں؟ فرمایا کہ یہ راز کی بات ہے اب آپ پوچھ رہے ہو تو بتا دیتی ہوں۔ میرے پیر و مرشد ہر روز دو بجے رات کو روحانی طور پر مجھے آواز دیتے ہیں۔ کہ ''شیداں اٹھو'' تہجد کا وقت ہو گیا ہے۔ بس اسی دوران میں اٹھ کر باوضو ہو کر

نماز تہجد ادا کرنا شروع کرتی ہوں تو سامنے کعبہ ہوتا ہے۔ جیسے جاگتی آنکھیں زیارت کرتی ہیں۔ نماز ختم ہوتی ہے تو میری کیفیت دوبارہ لوٹ آتی ہے بعد میں نماز فجر ادا کرتی ہوں۔

کرامت نمبر 5

راقم الحروف کے والد محترم میاں مشتاق احمد طاہر صاحب اپنے دادا حضرت میاں محمد عبداللہؒ کی باتیں اکثر بتاتے رہتے ہیں چونکہ آپ کو ان سے بڑی محبت تھی۔ اکثر و بیشتر آپ کے ساتھ رہتے اور رات بھی انہی کے پاس سو جاتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارا چونکہ کارخانہ تھا اور بھٹی روزانہ چلتی تھی۔ جس میں کوئلہ کا استعمال ہوتا تھا۔ اکثر حضرت میاں جی کو جذب و مستی کی کیفیت ہوتی تھی۔ کپڑوں سمیت بھٹی کے اندر چلے جاتے اور واپسی بھی آ جاتے۔ کبھی کبھی آگ اور کوئلے کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیتے اور سر پر بھی ڈال لیتے تھے مگر آگ آپ کے جسم اطہر کو بالکل نہیں جلاتی تھی۔ کوئی آبلہ اور نشان نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ جذب وشوق و مستی میں فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کو اس دنیا کی آگ نہیں جلاتی تو پھر وہاں کی آگ کیا اثر کرے گی۔

کرامت نمبر 6

حضرت میاں جیؒ کے پاس اکثر و بیشتر لوگ حاضر خدمت ہوتے اور اپنی دنیاوی حاجات لیکر آتے اور بامراد لوٹتے۔ ایک دن ایک عورت آپ کے پاس دعا کی غرض سے حاضر ہوئی اور خاموش بیٹھی رہی۔ منہ سے کچھ نہ کہا۔ حضرت میاں جیؒ کے پاس اس وقت کچھ بتاشے پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے اس عورت سے کہا کہ یہ لو بتاشے کھا لو۔ اس نے ایک بتاشہ کھایا۔ پھر آپ نے کہا اور کھا لو۔ وہ کھاتی رہی آپ نے پوچھا کہ کتنے کھائے ہیں؟ اس نے کہا کہ تین کھائے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اللہ کے حکم سے تین ہی بیٹے ہونگے۔ بعد میں ایسا ہی ہوا کہ اللہ کے فضل و کرم سے تین بیٹے ہی ہوئے۔

کرامت نمبر 7

راقم الحروف کی دادی اماں سنایا کرتی تھیں کہ میرے سسر حضرت میاں عبداللہؒ ایک دفعہ مجھے میکے سے لینے کے لئے آئے۔ چونکہ اس وقت زیادہ تر سفر پیدل ہوتا تھا۔ میں آپ کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی کہ آپ نے مجھے فرمایا مجھ سے دس قدم کے فاصلے پر میرے ساتھ ساتھ چلتی رہو اور دیکھو آگے آنے

کی کوشش نہ کرنا۔ میں ذرا مصروف ہونے جارہا ہوں۔ میں بے خیالی میں چلتی چلتی آپ کے کچھ قریب ہوگئی۔ اسی دوران میں کیا دیکھتی ہوں کہ کوئی بارات ہے۔ ہزاروں لوگوں حضرت میاں جی ؒ کے گرد گھیرا ڈالا ہوا ہے۔ جن میں بڑے بڑے لمبے قد والے لوگ ہیں۔ کچھ کے قد چھوٹے اور شکلیں بڑی عجیب و غریب تھیں۔ کچھ کے قد گھنٹہ گھر کے ٹاور کے برابر تھے۔ کچھ دیر تو میں یہ منظر دیکھتی رہی مگر زیادہ دیر نہ دیکھ سکی اور گر کر بے ہوش ہوگئی۔ گھر آ کر بڑا تیز بخار ہوگیا۔ بعد میں حضرت میاں جی ؒ نے فرمایا کہ منع کیا تھا کہ قریب مت آنا۔ جو منظر تم نے دیکھا وہ جنات کی بارات تھی۔

کرامت نمبر 8

حضرت میاں عبداللہؒ کے پیرومرشد حضرت سخی شاہ عنایت اللہ قادریؒ کا نارنگ منڈی نزد اُچا پنڈ میں سالانہ عرس ہوتا ہے۔ راقم الحروف بھی ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا۔ سالانہ عرس میں آئے ہوئے ایک بزرگ مجھے ملے اور پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ گوجرانوالہ سے۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ صاحب مزار سے آپ کا کیا تعلق ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارے بڑوں کا یہ مرشد خانہ ہے۔ کہا کہ بڑوں کا نام تو بتائیں۔ میں نے کہا کہ حضرت میاں عبداللہؒ تو پیاں والی سرکار۔ یہ سننے کے فوراً بعد اس بزرگ نے میرے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور کہا کہ اچھا آپ ان کی اولاد ہیں۔ میرا نام محمد بوٹا ہے۔ میں چھوٹا سا تھا۔ جب سے دربار پر حاضری دینے کے لئے آتا ہوں۔ میں پیر انوار الحق صدیقیؒ کا مرید ہوں۔ یہاں سالانہ عرس پر اردگرد کے تقریباً چودہ دیہاتوں کا میلہ لگتا ہے۔ بڑی خلقت اکٹھی ہوتی ہے۔ بڑی رونق ہوتی ہے۔ پورا بازار سجتا ہے۔ دکانیں سجتی ہیں۔ میں نے حضرت میاں جی ؒ کی زیارت یہاں ہی کی تھی۔ اسی درخت کے نیچے جہاں آپ کھڑے ہیں۔ اس درخت کے نیچے میرے پیرومرشد بھی ہمراہ تھے۔ حضرت میاں جیؒ کے دونوں بیٹے میاں محمد صدیق اور میاں عبدالغنی صاحب بھی ساتھ تھے۔ میرے پیرومرشد انوار الحق صدیقیؒ نے کہا کہ آؤ میاں جی ؒ دربار کے اندر چل کر فاتحہ پڑھتے ہیں تو میاں صاحب نے فرمایا کہ آپ جاؤ مجھے انہوں نے زندگی میں منع کیا تھا کہ میرے پاس مت آنا۔ اس لئے میں دور سے ہی حاضری لگوا کر واپس جاؤں گا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ آپ یہاں تک تو آ گئے ہیں چلو کوئی بات نہیں ۔ہم اندر چلتے ہیں پھر وہ میاں صاحب کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے آپ کو مزار کی طرف لے گئے۔ پیر انوار

الحق صدیقیؒ اندر داخل ہو گئے مگر جب میاں جیؒ نے اپنا پاؤں اندر رکھا ہی تھا کہ زلزلہ آ گیا۔آپ فوراً باہر تشریف لے آئے۔اتنی زور کی آندھی اور تیز ہوا چلی کہ سارا بازار دھرم بھرم ہو گیا۔میاں جیؒ تیز قدموں کے ساتھ اسی درخت کے نیچے آ گئے۔آپ کا چہرہ سرخ اور سانس تیز ہو گئی اور جذب کا غلبہ ہو گیا۔پیر انوار الحق صدیقیؒ نے پوچھا کہ عبداللہ یہ کیا ہوا ہے۔آپؒ نے فرمایا کہ آپ کو منع کیا تھا کہ مجھے اندر نہ لے کر جائیں۔انہوں نے دوبارہ پوچھا کہ بتائیں تو سہی کیا معاملہ ہوا ہے۔آپؒ نے فرمایا کہ جونہی میں نے اپنا پہلا پاؤں دربار شریف کے اندر رکھا تو میرے پیرومرشد استقبال کے لئے اپنی قبر مبارک سے نکلنے لگے تھے۔میں نے فوراً پاؤں باہر نکال لیا اور اگر دوسرا پاؤں اندر رکھ لیتا تو لوگ دیکھ لیتے کہ میرے پیرومرشد مجھے ملنے باہر آ گئے ہیں۔اسی لئے شریعت مطہرہ کا بھرم رکھا ہے۔پردہ چاک نہیں ہونے دیا۔وہاں پر موجود بڑا مجمع آپ کے اردگرد اکٹھا ہو گیا۔

کرامت نمبر 9

راقم الحروف کی دادی اماں نے دو بھائیوں کو اپنا بیٹا بنایا تھا۔ایک کا نام غلام مصطفیٰ اور دوسرے کا نام محمد دین تھا۔چونکہ یہ دونوں بھائی ہمارے ہی گھر میں رہتے تھے۔اس لئے ہم ان کو تایا ابو غلام مصطفیٰ اور تایا ابو محمد دین کہتے تھے۔یہ رہتے تو ہمارے گھر میں تھے مگر مرید حضرت کرمانوالےؒ کے تھے۔ان کے ایک بڑے خلیفہ مولوی قربان علی منٹ پارک لاہور میں رہتے تھے۔یہ دونوں اکثر و بیشتر ان سے ملنے لاہور جایا کرتے تھے۔ان کے بڑے بھائی محمد دین صاحب نے حضرت میاں عبداللہؒ سے تجدید بیعت کر لی تھی۔ایک مرتبہ یہ دونوں بھائی مولوی قربان علی صاحب سے ملنے گئے۔تو انہوں نے محمد دین صاحب سے کہا کہ تم اپنے مرشد کو چھوڑ کر حضرت میاں جیؒ کے مرید کیوں ہو گئے ہو۔ایسا کیا دیکھا ہے جو ہمارے بڑوں میں نہیں ہے۔

محمد دین صاحب نے کہا کہ میرے مرشد ہر وقت حضوری کی کیفیت میں ہوتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں حضوری کروا دیتے ہیں۔ٹھیک ہے بابا جی کرمانوالےؒ بہت بڑے بزرگ ہیں اور بھی بہت سے خصائل اور باتیں ہیں مگر میں نے یہ بات کہیں نہیں دیکھی جو میرے پیرومرشد میں ہے۔

یہ باتیں سن کر مولوی قربان علی صاحب کو بہت جلال آ گیا اور کہا کہ وہ تو بہت حقہ پیتے ہیں ایسے

کیسے وہ حضوری کرواسکتے ہیں اور بہت سے نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ محمد دین صاحب کو یہ باتیں سن کر بہت غصہ آیا۔ پریشان بھی بہت ہوئے۔ واپسی پر سیدھے گوجرانوالہ آئے اور آتے ہی حضرت میاں جیؒ کے پاس آکر بیٹھ گئے اور زاروقطار رونا شروع کردیا۔

حضرت میاں جیؒ نے پوچھا کیا ہوا ہے۔ کیوں رو رہے ہو۔ محمد دین کچھ بتاؤ گے بھی کہ نہیں۔ محمد دین صاحب نے ساری بات سنادی اور کہا کہ حضرت میاں جیؒ مجھے بہت دکھ ہوا ہے۔ اس نے آپ کے بارے میں بہت باتیں کی ہیں کہ حقہ پینے والا کیسے خود حضوری میں ہوسکتا ہے اور دوسروں کو بھی کرواسکتا ہے۔ میرا تو دل ٹوٹ گیا ہے۔ بہت پریشان ہوا ہوں۔ یہ باتیں سن کر حضرت میاں جیؒ کو بہت جلال آگیا اور کہا محمد دین یہاں سے الٹے پاؤں واپس لاہور جاؤ اور مولوی قربان علی سے کہو کہ جگہ اور وقت کا تعین تم کرو۔ دس ہزار آدمی اکٹھے کرلو جو فاسق وفاجر ہوں۔ یہ فقیر اپنے اسی حقے کے ساتھ آئے گا اور سب کو حضوری کروائے گا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو اس فقیر کا سرتن سے جدا کردینا۔

محمد دین صاحب نے ایسا ہی کیا فوراً لاہور چلے گئے اور مولوی صاحب کو سارا ماجرا سنایا۔ مولوی صاحب نے بدھ کا دن متعین کیا اور جس مسجد کا تعین کیا گیا حضرت میاں جیؒ ظہر کی نماز سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے۔ جب مولوی قربان علی کو اطلاع ملی کہ حضرت میاں جیؒ تشریف لائے ہیں تو دور سے ہی دیکھ کر الٹے پاؤں وہاں سے بھاگ گئے۔ حضرت میاں جیؒ عشاء کی نماز تک وہاں انتظار کرتے رہے مگر مولوی صاحب نہ آئے۔ بعدازاں حضرت میاں جیؒ نے جلال میں فرمایا کہ مولوی صاحب اب تو سر کے بدلے سر ہی ہوگا۔ تم نے فقیر کا لنگ دیکھا ہے یعنی پردہ چاک کردیا ہے۔ بعد مولوی صاحب کے اپنے بھتیجے نے ان کو گولی ماردی اور وہ اس جہاں سے رخصت ہوگئے۔

کرامت نمبر 10

گوجرانوالہ مہاجر کیمپ گورونانک پورہ کے ایک بزرگ شاہ صاحب جو اہل سادات میں سے تھے۔ بیعت تو کہیں اور تھے مگر حضرت میاں جیؒ کا شہرہ سنا تو آپ کی زیارت کا شوق ہوا۔ ایک مرتبہ شاہ صاحب آپ کی صحبت میں بیٹھے تھے کہ نماز عصر کا وقت ہوگیا۔ شاہ صاحب نے کہا حضرت میاں جیؒ عصر کی نماز ادا کرلیں۔ حضرت میاں جیؒ نے کہا ٹھیک ہے پڑھ لیتے ہیں۔ وقت گزرتا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر کہا

حضرت میاں جیؒ نماز پڑھ لیں عصر کا وقت تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ شاہ صاحب نے جب تیسری بار کہا تو حضرت میاں جیؒ نے کہا شاہ جی میرا حقہ تازہ کر کے لائیں۔ جب شاہ صاحب حقہ تازہ کر رہے تھے تو حضرت میاں جیؒ کو جذب ہو گیا اور زور سے اِلَّا اللہ کا نعرہ لگایا۔ نعرہ لگنا تھا کہ شاہ صاحب بے ہوش ہو کر گر گئے۔ حضرت میاں جیؒ نے تھوڑی دیر بعد پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ اس پر پانی چھڑکیں اور ہوش دلائیں۔ جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا شاہ جی کیا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا کہ جس وقت حضرت میاں جیؒ نے اِلَّا اللہ کی ضرب لگائی تو میں ہوش کھو بیٹھا تھا۔ اس حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ حرم شریف میں اس وقت جماعت ہو رہی ہے اور امامت حضرت میاں جیؒ کروا رہے ہیں۔ میں آپ کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہوں۔ جب نماز مکمل ہو گئی تو اب آپ لوگوں نے مجھے اٹھا دیا ہے۔

کرامت نمبر 11

انہی شاہ صاحب کا ایک دوسرا واقعہ ہے۔ ایک مرتبہ شاہ صاحب نے حضرت میاں عبداللہؒ سے سوال کیا کہ حضرت یہ فنا و بقا کیا ہوتی ہے؟ حضرت میاں جیؒ نے فرمایا کہ شاہ جی صرف قال پوچھنا چاہتے ہیں یا حال؟ شاہ صاحب نے کہا کہ قال تو بہت سنا ہے مگر حال نہیں دیکھا ہے۔ آپ حال ہی بتائیں۔ حضرت میاں جیؒ نے فرمایا کہ کبھی وقت آئے گا تو بتا دیں گے۔ پھر جب حضرت میاں جیؒ کا وصال ہوا تو یہی شاہ صاحب جنازہ میں بھی شریک تھے۔ اس دوران کیا دیکھتے ہیں کہ جنازہ میں خود حضرت میاں جیؒ بھی شریک ہیں۔ شاہ صاحب بڑے متحیر اور پریشان ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ حضرت میاں جیؒ نے فرمایا کہ یہ جو جنازہ دیکھ رہے ہو یہ فنا ہے اور جو میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں یہ بقا ہے۔

کرامت نمبر 12

راقم الحروف کے والد محترم میاں مشتاق احمد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت میاں عبداللہؒ بہت صاحبِ کشف بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ میں آپ کے حضور حاضر خدمت تھا۔ آپ کے پاؤں دبا رہا تھا کہ حضرت میاں جیؒ نے اچانک کہا کہ چھوڑ دو، پیچھے ہٹو ہمیں کوئی دیکھ رہا ہے۔ میں نے پاؤں فوراً چھوڑ دیئے۔ اچانک باہر تانگہ رکنے کی آواز آئی۔ پھر ایک بزرگ اندر تشریف لے آئے۔ یہ بزرگ خانقاہ

حضرت میاں میرؒ لاہوری قادری کے سجادہ نشین تھے آپ لاہور سے حضرت میاں جیؒ کو ملنے کے لئے تشریف لائے تھے۔

کرامت نمبر 13

حضرت میاں عبداللہؒ کے چھوٹے بھائی میاں برکت علیؒ اپنے والد محترم حضرت احمد دینؒ عالی سرکار کے مرید تھے۔آپ بڑے متقی پرہیزگار متبع شریعت وسنت تھے۔اور حضرت میاں جیؒ زیادہ جذب و مستی میں رہتے تھے۔جو کہ شریعت میں معذوری کی حالت ہوتی ہے۔اسی وجہ سے میاں برکت علیؒ کا آپ کے بارے میں قلبی اطمینان نہیں تھا۔میاں برکت علیؒ نے حج پر جانے کا قصد کیا اور دونوں بھائیوں کی اکٹھی درخواستیں جمع کروادیں۔اس وقت قرعہ اندازی ہوتی تھی اور حج بھی بذریعہ بحری جہاز ہوتا تھا۔مسلسل دوسال تک میاں برکت علیؒ یہ درخواستیں جمع کرواتے رہے مگر قرعہ نہ نکلا۔اس وجہ سے میاں برکت علیؒ اور بھی پکے ہوگئے کہ حضرت میاں جیؒ کی وجہ سے قرعہ حج نہیں نکل رہا۔اس سال ان کے نام کے بغیر حج کی درخواست دوں گا۔پھر جب آپؒ کے نام کے بغیر درخواست دی تو ان کا قرعہ نکل آیا۔پھر میاں برکت علیؒ حج کیلئے روانہ ہوگئے۔

دورانِ سفر حجاج کرام کا جہاز منجدھار میں پھنس گیا۔سمندری طوفان اس قدر شدید تھا کہ تمام حجاج کرام نے کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کردیا اور یہ سمجھ لیا کہ اب آخری وقت آ گیا ہے۔اسی دوران میاں برکت علیؒ کی طبیعت خراب ہوگئی بخار اور ہیضے کی کیفیت ہوگئی۔آپ پر نیم بے ہوشی چھاگئی۔آپ کے ہمراہ آپ کی زوجہ محترمہ بھی سفر میں شریک تھیں۔وہی بتاتی ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت میاں عبداللہؒ بحری جہاز کے اندر تشریف لارہے ہیں۔میں بڑی حیران ہوئی اور پوچھا کہ حضرت میاں جیؒ آپ بھی ہمارے ساتھ حج پر جارہے ہیں تو انہوں نے مسکرا کر فرمایا کہ ہمارے آنے جانے کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔آپ ایسا کرو کہ یہاں سے پیاز کا پانی نکال کر میاں برکت علیؒ کو پلاؤ اللہ رب العزت نے چاہا تو یہ پانی پینے سے فوراً ٹھیک ہوجائیں گے۔میں نے ایسا ہی کیا۔پانی پلایا تو ان کو ایک اور قے آئی اور وہ بالکل تندرست ہوگئے۔ہوش میں آتے ہی انہوں نے پوچھا کہ مجھے کیا ہوگیا تھا۔زوجہ محترمہ نے کہا کہ حضرت میاں جیؒ آئے تھے۔انہوں نے ہی مجھے بتایا تھا کہ آپ کو پیاز والا پانی پلاؤں۔میں نے آپ کو پلایا تو اللہ رب العزت نے

آپ کو شفا عطا فرمادی ہے۔

ہوش میں آنے کے بعد دوبارہ حضرت میاں جیؒ جہاز میں تشریف لائے اور کہا کہ میاں برکت علی تم حج کو جارہے ہو تو میاں برکت علیؒ نے فرمایا کہ جا تو رہے ہیں مگر معلوم نہیں کہ پہنچ بھی پاتے ہیں یا نہیں۔ سمندر میں طغیانی اور طوفان بہت زیادہ ہے۔ لگتا ہے جہاز ڈوب جائے گا۔ حضرت میاں جیؒ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو اللہ نے چاہا تو آپ بخیریت منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے۔

حضرت میاں برکت علی صاحب نے پوچھا کیا آپ بھی حج کے لئے ہمارے ساتھ جارہے ہیں تو حضرت میاں جیؒ نے فرمایا کہ میں نے بھی سوچا ہے کہ چلو میں بھی حج کرلوں۔ پھر تمام سفر میں حضرت میاں جیؒ ہمارے ساتھ ہی رہے اور فرمایا کہ اچھا کل جہاز جدہ پہنچ جائے گا۔ پھر دوران طواف حضرت میاں برکت علیؒ نے دیکھا کہ میاں عبداللہؒ ہمارے ساتھ بھی طواف کررہے ہیں۔ میاں برکت علی نے پوچھا کہ جدہ میں آپ کہاں چلے گئے تھے کہ آج دوبارہ ملاقات ہورہی ہے۔ حضرت میاں جیؒ نے فرمایا کہ ہمارے نہ آنے کا پتہ چلتا ہے اور نہ جانے کا پتہ لگتا ہے۔ حضرت میاں جیؒ نے تمام مناسک حج بھی آپ کے ساتھ ادا کیے۔ سفر حج کی واپسی پر آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ حضرت میاں جیؒ بھی حج سے واپس آ گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ تو کارخانہ سے باہر ہی نہیں نکلے آپ حج کی بات کررہے ہیں۔ وہ تو یہاں ہی تھے۔ یہ باتیں سن کر میاں برکت علیؒ صاحب بڑے متحیر ہوئے۔

اس طرح کا معاملہ دیکھ کر پھر میاں برکت علیؒ کا انشراح قلبی ہوگیا۔ اطمینان ہوگیا کہ واقعی میرا بھائی اللہ کا دوست اور مقرب بارگاہ الٰہی ہے۔ فقیر آدمی ہی بالکل سیدھے راستے پر ہیں۔ میں نے یوں ہی ان کے بارے میں اپنے دل میں بدگمانی پیدا کرلی تھی۔ اللہ مجھے معاف فرمائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میاں برکت علیؒ کے فیض کو عام کردیا۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے بیعت بھی کی اور اللہ کی محبت بھی پائی۔

کرامت نمبر 14

حضرت میاںؒ محمد عبداللہ کے درمیان والے بیٹے میاں محمد صدیق تھے۔ آپ اپنے والد گرامی کے مرید بھی تھے۔ حضرت میاں جیؒ بہت سادہ آدمی تھے۔ سادگی کو پسند فرماتے تھے۔ مگر آپ کے یہ بیٹے اس کے بالکل برعکس تھے۔ بڑے خوش لباس اور باؤ ٹائپ کے تھے۔ آپ کے ہاں ایک مرتبہ کچھ لوگ

آپ کی بیٹی کا رشتہ دیکھنے کے لئے آئے۔ حضرت میاں جیؒ بھی گھر میں تشریف لے گئے تو میاں محمد صدیق نے کہا کہ ابا جان آپ اوپر والے کمرے میں تشریف لے جائیں چونکہ کچھ لوگ رشتہ دیکھنے کے لئے آئے ہیں۔ان کو یہ لگتا تھا کہ شاید میاں صاحب کی وجہ سے یہ لوگ واپس نہ چلے جائیں اور رشتہ نہ طے ہو سکے۔آپؒ نے غصے سے فرمایا کہ اچھا میری وجہ سے ایسا ہوگا کہ لوگ رشتہ سے انکار کر دیں گے۔آپ اوپر والے کمرے میں تشریف لے گئے۔ جب رشتہ دیکھنے والے آئے تو اسی دوران نیچے سے آوازیں آنی شروع ہو گئیں اور ان کی آپس میں تلخ کلامی ہو گئی اور اسی دوران میاں محمد صدیق نے غصے میں ان کے بیٹے کو ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ جھگڑا بڑھا تو وہ واپس چلے گئے۔ان کے جانے کے بعد میاں محمد صدیق کو شدید قولنج پیٹ میں اٹھا۔درد بند ہی نہ ہوا تو ڈاکٹروں کو بہت دکھایا۔دوائیاں بھی دیں مگر درد تھا کہ ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔تین دن اسی طرح گزر گئے۔اسی دوران میاں جیؒ اوپر والے کمرے میں ہی رہے۔نیچے بالکل نہیں اترے۔تین دنوں کے بعد گھر والوں کو پتہ چلا کہ حضرت میاں جیؒ تو اوپر ہی ہیں۔پھر گھر والوں کو احساس ہوا ہم نے بہت بڑی بھول کر دی۔ان کی شان میں گستاخی کر دی ہے۔اب جب تک وہ معاف نہیں کریں گے افاقہ بالکل نہیں ہوگا۔پھر انہوں نے میاں برکت علیؒ کو بلوایا کہ اباجی سے معاف دلوا دیں۔ ہم سے بڑی بھول ہو گئی ہے۔میاں برکت علیؒ نے کہا کہ چھوڑیں آپ کی اپنی اولاد ہے۔غلطی ہو جاتی ہے۔آپ معاف کر دیں۔ان کو آپ کے مقام کا پتہ نہیں۔لہٰذا مہربانی فرمائیں اور کرم کریں۔فقیر تو بڑا مہربان اور شفیق ہوا کرتا ہے۔حضرت میاں جیؒ نے جلال میں آ کر فرمایا کہ ''فقیر اور کنجر کسی کے یار نہیں ہوتے۔

میاں برکت علیؒ صاحب میاں محمد صدیق کو اوپر کمرے میں لے گئے اور معافی کی خود بھی درخواست کی اور محمد صدیق آپ کے پاؤں میں گر گئے اور رونا شروع کر دیا۔پھر حضرت میاں جیؒ کو ترس آ گیا اور معافی دے دی۔معافی دینے کی دیر تھی کہ میاں محمد صدیق بالکل تندرست ہو گئے اور تمام درد کافور ہو گیا۔

وصال

''حضرت میاں محمد عبداللہؒ نے وصال سے چالیس دن پہلے ہی کھانا پینا اور بولنا ترک فرما دیا تھا۔استغراق کی

حالت میں شدت آ گئی تھی مگر ہوش میں رہتے تھے۔ اگر کوئی بندہ سوال پوچھتا تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتے تھے۔ اس کے علاوہ بالکل نہیں بولتے تھے۔ زیادہ وقت خاموشی میں ہی گزارتے تھے۔

راقم الحروف کے والد محترم میاں مشتاق احمد کہتے ہیں کہ جب حضرت میاں جیؒ کی حالت زیادہ استغراق والی ہوگئی تو حضرت حافظ کرم دینؒ ہمارے گھر تشریف لائے اور والدہ محترمہ کو کہنے لگے کہ آپا جی یوں لگ رہا ہے کہ حضرت میاں جیؒ کا وقت وصال قریب آ گیا ہے۔ آپ حضرت میاں جیؒ سے درخواست کریں کہ اپنا کوئی نائب مقرر کردیں تاکہ ہم آپ کے بعد ان کو دیکھیں یا کوئی وصیت ہی فرما دیں۔ والدہ محترمہ نے کہا کہ حافظ صاحب ہم میں تو اس کی جرأت نہیں ہے آپ خود ہی پوچھ لیں۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے پھر خود ہی کہا کہ حضرت میاں جیؒ آپ اپنا کوئی نائب مقرر فرما دیں۔ تاکہ ہم آپ کے بعد ان سے رجوع کریں۔ یہ باتیں سنتے ہی حضرت میاں جیؒ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور تمام لوگوں کو بڑے غور سے دیکھا۔ میاں برکت علیؒ اور آپ کی تمام اولاد اور مریدین بھی موجود تھے۔ آپؒ نے جلال میں آ کر فرمایا کہ حافظ صاحب جو چیز میرے پاس ہے آپ سب میں سے ''کوئی بھی اس کا اہل نہیں ہے۔'' اور نااہل کو میں یہ نسبت نہیں دے سکتا۔ پھر حضرت میاں محمد عبداللہؒ نے فرمایا کہ جو چیز میرے سینے میں ہے۔ میرے ساتھ میری قبر میں ہی جائے گی۔ میری اولاد میں سے کوئی آئے گا اور وہ میری قبر سے ہی اخذ کریگا۔

آخری وقت میں آپ بالکل ہوش میں تھے نہ طبیعت خراب ہوئی اور نہ ہی بے ہوشی ہوئی۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ میاں جی کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ تمام لوگ باہر چلے جاؤ۔ جگہ کھلی کردو کہ فرشتے آ گئے ہیں۔ پیچھے ہٹ جاؤ فرشتوں کو آگے آنے دو۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ پھر فرمایا کہ فرشتے تو آ گئے ہیں مگر سرکار نہیں آئے پھر تھوڑی دیر بعد آپ کے چہرۂ انور پر مسکراہٹ آ گئی فرمایا کہ سرکار آ گئے ہیں۔ آپ نے اپنے دونوں بازو اوپر اٹھائے اور اپنے منہ مبارک سے کلمہ کہا اور اسی حالت میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون یہ 26 دسمبر 1973ء کا دن تھا۔ جب فقیر ہنستا مسکراتا اپنے اللہ کے حضور پیش ہوگیا۔

آپؒ کا جنازہ مفتی غلام فرید ہزارویؒ نے پڑھایا۔ نماز جنازہ پڑھانے کے بعد مفتی صاحبؒ نے کہا کہ جس نے کسی ولی اللہ کو نہیں دیکھا تو آؤ دیکھ لو۔ آپ کے چہرہ انور پر بڑا اطمینان اور سکون تھا۔

اولاد

آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔

(۱) میاں عبدالرحمٰن (جو راقم الحروف کے دادا جان ہیں)

(۲) میاں محمد صدیق

(۳) میاں عبدالغنی صاحب (اوّل سجادہ نشین)

آپ کا مزار مبارک محلہ محمد نگر گلی نمبر 9 مسجد میاں محمد عبداللہؒ والی نزد کارخانہ لالہ ادریس جناح روڈ گوجرانوالہ میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 12 دسمبر کو آستانہ عالیہ قادریہ میں منایا جاتا ہے۔

بعداز وصال کرامات

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اہل اللہ چونکہ اپنی تمام عمر اللہ رب العزت کے یاد میں گزار دیتے ہیں اور اسی کی یاد میں فنا ہو کر بقاباللہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بات تاریخِ تصوف میں سند کا درجہ رکھتی ہے کہ یہی اولیاء اللہ بعد از وصال بھی لوگوں کو فیض یاب کرتے ہیں اور روحانی طور پر دستگیری باامرالٰہی کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح لوگ آپ کی حیات میں فیض یاب ہوتے ہیں۔ بلکہ مشائخ نے لکھا ہے کہ جس طرح سورج پوری کائنات کو روشن کرتا ہے اور اپنی روشنی بکھیرتا ہے بعد از وصال یہی ولی اللہ اپنی قبر میں مثل سورج ہو کر زیادہ منور ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو ان کی قبور سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ جو بھی کوئی طالب مولا ان کی قبر پر آتا ہے فیض یاب ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے ان کی تمام دنیوی اور دینی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ حضرت میاں جیؒ بھی ایسے ہی ولی اللہ تھے آج بھی لوگ آپ کے مزار شریف پر حاضری دیتے ہیں۔ آپ کے وسیلہ اور واسطے سے اللہ سے مانگتے ہیں تو طالبین کی مرادیں بر آتی ہیں۔ آپ کی بعد از وصال کرامتیں بے شمار ہیں جن کو احاطہ تحریر میں لانے کے لئے ایک کتاب لکھنی پڑے گی۔ چند ایک برکت کے لئے لکھی جاتی ہیں۔

کرامت نمبر 1

حضرت میاں محمد عبداللہؒ کے بیٹے میاں محمد صدیق کو ایک مرتبہ دل کی تکلیف ہوگئی۔

ڈاکٹروں سے چیک کروایا تو انہوں نے کہا کہ آپ کے دل کی شریانیں بند ہیں۔ جن کا علاج بغیر آپریشن سے ممکن نہیں ہے۔ آپریشن کے لئے ہسپتال میں داخل ہوگئے۔ دو دن بعد آپ آپریشن والے بیڈ میں سوئے ہوئے تھے اچانک اٹھ کر گھر والوں کو کہا کہ چلو اپنے گھر چلیں۔ گھر والے حیران ہوگئے کہ آپ کا تو دل کا آپریشن ہے اور آپ گھر جانے کی بات کر رہے ہیں تو میاں محمد صدیق نے کہا کہ میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے والد محترم میاں عبداللہؒ تشریف لائے ہیں اور میرا سینہ اپنی انگشت سے چاک کیا۔ میرے دل کو باہر نکالا اور فرمایا کہ یہ خراب ہوگیا لاؤ نیا لگا دیتے ہیں۔ میرے سینے پر دوبارہ ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ صدیق اب تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔ گھر چلے جاؤ۔ اس کے بعد چالیس سال تک میاں محمد صدیق زندہ رہے اور دل کی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

کرامت نمبر 2

میاں محمد صدیق کے بیٹے میاں صلاح الدین جب جدہ میں کام کرتے تھے وہاں کی انٹیلی جنس نے غلط فہمی کی بنا پر آپ کو گرفتار کر لیا۔ جھوٹا مقدمہ کر کے ہتھکڑیاں لگا کر جیل میں بند کر دیا۔ خواب میں میاں صلاح الدین کیا دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت میاں جیؒ تشریف لائے ہیں اور فرمایا کہ تم ہم کو بھول گئے ہو۔ آپ کو بھولنا نہیں چاہیے تھا۔ مگر چلو خیر کوئی بات نہیں۔ ہم نے آپ کو بری کر دیا۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو انٹیلی جنس والوں نے معمولی تفتیش کی اور انہیں باعزت گھر چھوڑ گئے۔

کرامت نمبر 3

احاطہ دربار کے ساتھ منسلک مسجد میں ہر سال باقاعدہ نماز تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جو حافظ صاحب نماز تراویح پڑھاتے ہیں انہوں نے راقم الحروف سے کہا کہ میں نے آپ کو مسجد کا بڑا عجیب وغریب واقع سنانا ہے چونکہ وہ ستائیسویں شب تھی۔ حافظ صاحب نے بتایا کے رات تقریباً دو بجے کا واقع ہے کہ احاطہ دربار اور مسجد میں گھپ اندھیرا تھا۔ میں تلاوت قرآن کر رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ باہر صحن میں ایسی روشنی ہوئی کے جیسے سورج نکل آیا ہو۔ روشنی اتنی تیز تھی کہ آنکھیں چندیا گئیں۔ ایسی روشنی میں نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ مسجد کے ساتھ ملحقہ حجرہ مبارک میاں محمد عبداللہؒ کے قریب دو بزرگ آسمان سے

اترے ہیں۔جن کا لباس اور پگڑیاں سفید تھیں۔ان میں سے ایک بزرگ نے کالے رنگ کی واسکٹ پہن رکھی تھی اور ہاتھ میں عصا پکڑا ہوا تھا۔میں سویا ہوا بالکل نہیں تھا۔میں نے اندر سے اٹھ کر باہر دیکھا تا کہ میں بزرگوں کی زیارت کرلوں۔میں ان کے پیچھے گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ دیوار میں سے گزر گئے۔میں کیونکہ ان کے پیچھے پیچھے تھا اس لیے سیدھا دیوار کے ساتھ ٹکرایا۔میں خوف سے گھبرا کر گر گیا۔جب آنکھ کھلی تو پہلے کی طرح اندھیرا تھا۔میں بہت خوف زدہ ہوا اور اسی وجہ سے مجھے تیز بخار ہوگیا۔یہ میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے؟ میں نے کہا کہ حافظ صاحب ہر رات حضور سیدنا غوث پاکؓ کی جو کچہری لگتی ہے وہ دو بجے اختتام پذیر ہوتی ہے۔ان دو بزرگوں میں سے ایک حضرت میاں عبداللہؒ تھے اور دوسرے بزرگ وہیں سے تشریف لائے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت میاں عبدالغنی قادری رحمۃ اللہ علیہ

(سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ)

آپؒ 1928ء میں غوث الدہر میاں محمد عبداللہؒ قادری نظامی کے گھر محلہ طوطیانوالہ گلی نلکے والی میں پیدا ہوئے۔قرآن مجید اپنے دادا جان سے پڑھا پھر سکول میں داخلہ لے لیا اور میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔اپنے والدین کے سب سے چھوٹے بیٹے ہونے کی وجہ سے بہت لاڈلے تھے۔گھر کے ماحول کی وجہ سے بچپن سے ہی فقر کی طرف طبیعت کا میلان تھا۔والد گرامی کی مثالی شخصیت کے پیشِ نظر انہی سے دست بیعت ہو کے جملہ تعلیم وتزکیہ اپنے والد سے حاصل کیا۔ابتدائی دور میں طبیعت پر قلندری مشرب کا غلبہ تھا۔اسی لیے ساری زندگی توکل پر گزران رہی۔کوئی بھی مستقل کسب اختیار نہیں فرمایا۔آپؒ کو آپؒ کے والد گرامی کے وصال کے بعد متفقہ طور پر سجادہ نشین مقرر فرمایا گیا۔جوں ہی آپؒ دربار شریف پر رونق افروز ہوئے طبع مبارک میں تبدیلی واقع ہوئی۔اور باقاعدہ سلوک میں داخل ہوئے۔راقم الحروف سے بہت محبت فرماتے تھے اور بہت بے تکلف بھی تھے۔بہت کم لوگوں کو بیعت فرماتے تھے۔ریاضت بہت تھی۔راقم الحروف کو دوبار آپؒ کے ساتھ

اعتکاف بیٹھنے کا موقع ملا۔نوجوانوں سے زیادہ عبادت فرماتے تھے۔دن میں ایک قرآن مجید پڑھنے کا معمول تھا۔تمام نمازیں باجماعت ادا فرماتے اور تراویح میں پورا قرآن مجید سنتے تھے۔ مجھے فرماتے کہ سب کچھ قرآن مجید میں ہی ہے۔اس کی تلاوت وترجمہ سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔2008 میں راقم الحروف کو اپنے آبائی سلسلہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔اور فرمایا کہ اس سلسلہ میں مرید کیا کرو۔وصال سے پہلے میرے والد والدہ اور اپنی بڑی بیٹی کے سامنے مجھے سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ مقرر فرمایا اور فرمایا کے میرے وصال کے بعد اسے میری جگہ دیکھنا۔آپؒ نے 10 شوال کو مختصر علالت کے بعد وصال فرمایا۔آپؒ کا مزار پر انوار قبرستان کلاں گوجرانوالہ میں آپؒ کے دادا جان کے پاس ہے۔آپؒ کے دو بیٹے تھے (1) محمد الیاس (2) محمد شجاع۔ دونوں بیٹے آپکی ظاہری حیات میں ہی وصال فرما گئے تھے۔

خلفاء

ڈاکٹر میاں علی رضا قادری (سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ)

میاں صلاح الدین قادری

عرس

آپ کا عرس مبارک ہر سال شعبان کی گیارہویں تاریخ کو ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت قاضی عالم الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

(مترجم مکتوباتِ مجددیہ)

حضرت خواجہ حافظ عبدالکریمؒ کی نگاہ پر تاثیر نے جہاں اوروں کی قسمت کو جگایا وہاں سیالکوٹ کے موضع بھڈیار میں پیدا ہونے والے حضرت مولانا قاضی عالم الدینؒ کو بھی شریعت وطریقت کی تکمیل وتعلیم کے

لئے پسند فرما کر اوجِ ثریا پر پہنچا دیا۔ آپؒ کے والد ماجد کا نام قاضی غلام مصطفیٰؒ تھا۔ آپؒ کا گھرانہ ایک علمی خانوادے کی حیثیت سے مشہور و معروف تھا۔ اسی لئے پورا خاندان مختلف مجاذیب و اہل اللہ سے عقیدت و محبت رکھتا تھا۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپؒ سیالکوٹ سے لاہور تشریف لے گئے اور وہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر ہمیشہ نمایاں پوزیشن حاصل کرتے رہے۔ شروع ہی سے اہل اللہ سے قلبی عقیدت کی بناء پر ہی آپؒ خصوصی طور پر وقت نکال کر لاہور ہی میں کشمیری بازار کے ایک درویش بابا چراغ سبزی فروشؒ کے پاس جایا کرتے تھے۔ وہیں ایک دفعہ ایک مجذوب فقیر کی کرامت دیکھ کر آپؒ کے دل میں اللہ والوں سے عقیدت رکھنے کے صلہ میں ہی یہ خیال پختہ ترین ہوگیا کہ اب مجھے کوئی مردِ خدا ملے تو اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں۔ چنانچہ آپؒ نے تلاش و جستجو شروع کر دی۔ اسی اثنا میں لاہور سے فارغ التحصیل ہو کر گوجرانوالہ میں جب فارسی کی تعلیم دینے لگے تو شہر کے ایک کتب فروش کے ہاں آپؒ کی ملاقات حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ کے ممتاز خلیفہ بابو کرم دینؒ سے ہوئی۔ بس پھر ان ہی کی وساطت سے عیدگاہ شریف تک رسائی ہوگئی۔ واقعہ یوں ہوا کہ ایک دن حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ اپنے مریدین کی قلبی خواہش کو قبول فرماتے ہوئے اپنے دورے کے دوران جب گوجرانوالہ تشریف لائے تو آپ کے خلیفہ بابو کرم دین آپؒ سے یوں عرض گزار ہوئے حضور! یہ قاضی صاحب آپؒ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں''۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے قاضی صاحب کی طرف نگاہ ولایت اٹھائی اور ان کے قلبِ منتظر کا تزکیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا پڑھے لکھے مولوی آزمائش اور امتحان کے لئے آتے ہیں۔ خالص نیت سے نہیں آتے۔

حقیقت میں حضرت حافظ صاحبؒ نے ان کے عالمِ باطن کا فوراً ہی قبلہ درست کر دیا۔ پھر اس کی تاثیر یوں نظر آئی کہ قاضی صاحبؒ عرض کرنے لگے کہ حضور عالی! بندہ محض خالصتاً لوجہ اللہ حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں۔ چنانچہ حضرت حافظ صاحبؒ نے آپؒ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں شامل کرتے ہوئے بیعت کر لیا اور ساتھ ہی خصوصی توجہ سے سرفراز فرمایا۔ پھر قاضی صاحبؒ نے اپنے پیر و مرشد کے ارشادات عالیہ پر عمل کرتے ہوئے ملازمت کو ترک کر کے علاقہ حافظ آباد میں بندگانِ خدا کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کریم ﷺ کی طرف اور سلف صالحین کے طریقے کی طرف بلانا شروع کر دیا اور حضرت حافظ صاحبؒ نے آپ کو باقاعدہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں منصب خلافت سے سرفراز

فرمایا۔اس طرح حافظ آباد اور دور ونزدیک کی کثیر تعداد آپؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئی۔

حضرت خواجہ حافظ صاحبؒ نے تعلیمات مجددیہ عام کرنے کے لئے قاضی صاحب کو مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ کرنے کے لئے حکم فرمایا۔آپؒ نے نہایت محنت اور انتہائی محبت سے اردو ترجمہ مکمل کیا۔ آپؒ قادر الکلام شاعر بھی تھے۔فارسی، پنجابی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔آپؒ نے اپنا تخلص مسکین رکھا اور آپؒ کے کلام سے سہ حرفیاں بھی شائع ہو چکی ہیں۔

خالق حقیقی سے جب ملنے کا وقت آیا تو اپنی تین سال کی بیماری کے دوران جس میں آپؒ کے جسم کے نیچے کے حصے نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔کبھی بھی نہ اپنی آنکھ کے اشارے سے اور نہ ہی اپنی زبان کے کسی لفظ سے کسی ناشکری کا اظہار فرمایا۔کسی نے عرض کیا کہ آپؒ مکتوبات شریف کے اردو ترجمہ کی رائلٹی وصول کرتے تو آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا مجھے اپنے پیر و مرشد کا حکم مانتے ہوئے فقط مجدد پاک کی رضا و خوشنودی کی ضرورت تھی۔جو مجھے مل چکی ہے۔وصال سے ایک دن پہلے اپنے بیٹے کو کچھ رقم دی اور فرمایا کہ کل تمہارے کام آئے گی۔اسی دن ظہر کی نماز کے بعد حالت بدلنی شروع ہوگئی اور ہر پندرہ منٹ کے بعد فرماتے کہ میں نے نماز نہیں پڑھی۔میں نماز پڑھ لوں۔پھر تہجد کی نماز ادا کرنے کی حالت میں ہی 31 جولائی 1942ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔آپؒ کو گوجرانوالہ کے قبرستان کلاں میں دفن کر دیا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت میاں محمد عالم قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

(المعروف فقیر صاحب)

حضرت میاں محمد عالمؒ کی پیدائش 1920ء کو کالے والا گاؤں میں ہوئی۔آپؒ نے 1938ء میں میٹرک پاس کیا اور پھر حضرت پیر محمد بختیار گجراتیؒ کی خدمت اقدس میں چلے گئے پھر تمام عمر اپنے شیخ کی خدمت میں گزار دی۔آپؒ یہاں کے زمیندار تھے اور آپؒ کے آباؤ اجداد اسی گاؤں میں تیرہ پشتوں سے مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔آپؒ نے کبھی کسی کے گھر کا کھانا تناول نہ فرمایا۔جو بھی کوئی آپؒ

سے ملنے کیلئے آتا آپ ؒ کو کشف کے ذریعے تمام حاجات کا پتہ چل جاتا تھا۔ آپ ؒ کا ایک مرید تھا اس نے آپ ؒ کی خدمت میں گزارش کی کہ میرے گھر میں بہت لڑائی رہتی ہے۔ روزانہ بیوی اور بچے جھگڑے ہیں۔ بیٹا کہتا ہے کہ میں نے علیحدہ ہونا ہے۔ بڑی پریشانی ہے۔ آپ ؒ نے فرمایا کہ دیکھو اگر تم ٹھیک ہو جاؤ تو تمام لڑائی ختم ہو سکتی ہے۔ اس نے آگے سے کہا کہ حضور آپ ؒ ٹھیک کر دیں اور لڑائی بھی ختم کر دیں۔ آپ ؒ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے آئندہ جب تم آؤ گے تو دیکھیں گے۔ ٹھیک آٹھ دن بعد وہ روتا گڑگڑاتا آپ ؒ کے قدموں میں آیا اور کہا کہ حضور مجھے معاف فرما دیں۔ آخر معلوم ہوا کہ یہ شخص کسی کے ساتھ ناجائز تعلقات بڑھانا چاہتا تھا جس کی وجہ سے گھر میں لڑائی ہوتی تھی۔ آپ ؒ کی دعا سے ایسا اثر ہوا کہ پھر تائب ہو گیا اور کافی عرصہ تک صحبت اختیار کی اور نیک صالح بن گیا۔

ایک مرتبہ آپ ؒ کا ایک مرید جو بھینسوں کا دودھ فروخت کرتا تھا۔ آپ ؒ کی مجلس میں آیا تو آپ ؒ نے اس سے کہا کہ اگر تم نے بھینسوں کو چوری کا چارہ ڈالنا بند نہ کیا تو پھر ہمارے پاس نہ بیٹھا کرو۔ وہ یہ سن کر حیران رہ گیا۔ بہرحال اس نے گھر جا کر کہہ دیا کہ میں نے بھینسوں کو نہ چارا ڈالنا ہے نہ پانی آپ جانیں اور بھینسیں۔ پھر کام چھوڑ دیا۔ اسی دوران گاؤں میں ایک قتل ہو گیا اور قاتلوں میں اسی مرید کا نام بھی آ گیا اور وہ کہیں چھپ گیا پولیس والے اس کو ڈھونڈتے دربار پر آ گئے اور کہا کہ مجرم آپ کے پاس ہے۔ اس کو ہمارے حوالے کرو آپ نے کہا کہ ہمارے پاس نہیں ہے مگر ڈھونڈ لیتے ہیں۔ آپ نے اس کو بلایا اور کہا کہ تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ پولیس والے نے ہتھکڑی لگا کر تانگے پر بٹھایا اور تھانے لے گئے۔ راستے میں ہتھکڑی کھل جاتی وہ پھر تالا لگاتے مگر پھر کھل جاتی۔ آخر کار ایس ایچ او نے خود ہتھکڑی بڑے دھیان سے لگائی مگر پھر کھل گئی۔ اس مرید نے کہا یہ کڑی نہیں لگنے والی۔ آپ میرے کپڑے کے ساتھ مجھے باندھ لیں پھر انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر پہلی ہی پیشی پر قتل کے مقدمے میں ضمانت ہو گئی اور بعد ازاں مکمل رہائی ہو گئی۔

آپ ؒ کا عرس مبارک ہر سال 9 ستمبر کو منایا جاتا ہے۔ آپ ؒ کا مزار مبارک آپ ؒ کے مرشد کے ساتھ واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت عبدی کیسر شاہی قادری رحمۃ اللہ علیہ

بابا عبدیؒ جن کا اصل نام شیخ عبداللہ خان تھا۔1833ء میں رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔انہوں نے سکھ حکومت کے زمانہ اقتدار میں ہوش سنبھالا۔جوان ہوئے اور تعلیم سے فارغ ہوئے تو مہاراجہ دلیپ سنگھ کے دربار میں ملازم ہوگئے۔جب مہاراجہ دلیپ سنگھ کو تخت حکومت سے اتار کر1849ء میں فرخ آباد لے جایا گیا تو انہیں بھی مہاراجہ کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ان کے باپ کا نام شیخ محمد یار اور دادا کا نام شیخ گل محمد تھا۔

انگریز کے عہد میں وہ مختلف عہدوں پر فائز رہے،۔کچھ عرصہ گکھڑ منڈی میں تھانیدار رہے ہیں۔ ان پر فقر و استغناء اور درویشی کا غلبہ ہوا اور انہوں نے نزدیک ہی ''وایاں والی'' کے پیر کیسر شاہؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی اور پھر اپنے مرشد روحانی کے رنگ میں یوں رنگے گئے کہ آہستہ آہستہ ان کا نام ہی عبدی کیسر شاہی مشہور ہوگیا۔

اپنے مرشد سے ان کی تعلق روحانی اور ارادت قلبی کا یہ حال تھا کہ روزانہ چھ میل کا پیدل سفر کر کے اپنے پیر کے آستانہ روحانی پر پہنچتے اور ان کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزار کر روحانی مدارج طے کرنے کی کوشش کرتے تھے۔چونکہ تھانیداری اور درویشی کا کوئی جوڑ نہیں ہے اس لئے یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا اور انہوں نے پولیس کا محکمہ چھوڑ کر ڈسٹرکٹ ناظم کی حیثیت سے ملازمت کر لی اور گوجرانوالہ چلے آئے۔اب پیر طریقت سے ان کی عقیدت اور ارادت پر مزید رنگ آگیا تھا۔

انہوں نے1882ء میں پنشن پائی اور1918ء میں نوے سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا۔ان کی طبیعت میں مستی اور رندی کا خاص اثر تھا اس لئے ان کی شاعری بھی ان کے قلبی سوز و ساز کا نمونہ ہے۔ان کی شاعری سادگی اور سلاست کی تصویر ہے۔ان کی اپنی زندگی تصنع اور نمائش سے پاک تھی۔اس لئے ان کے اشعار بھی ان کے پر خلوص روحانی گداز کے غماز ہیں۔انہوں نے وحدت الوجود کے خیال کو اپنا لیا تھا۔اسی لئے اس کی جھلکیاں ان کے کلام میں بھی ملتی ہیں۔ان کا مجموعہ کلام ''یار نامہ'' پنجابی ادبی بورڈ لاہور نے شائع کیا ہے۔کالی داس نے بھی چرخہ نامہ میں ان کی ایک سی حرفی شائع کی تھی۔

نمونہ کلام

پرے ہٹا نہ مول سانوں	ساڈا تدھ سوا نہ ہور یارا
اوڑک تیرا ای مان تران سانوں	بھانویں سادھ تے بھاویں آں چور یارا
مہر کریں تے تیری اے مہربانی	کیہا اساں نمانیاں زور یارا
عبدی کسے دے کجھ نہ وس دسّے	تیرے ہتھ اساڈی ڈور یارا

شجرہ طریقت

حضرت عبدِ کسیر شاہیؒ مرید شیخ کیسر شاہ ساکن وایا نوائیؒ مرید شیخ غلام حسین وایا نوائیؒ مرید شیخ عبدالکریم المعروف بھاون شاہ لاہوریؒ مرید شاہ بلاق لاہوریؒ مرید شاہ عبدالرشید لاہوریؒ مرید شیخ محمد محسن شاہؒ مرید ملاں شاہ بدخشائیؒ مرید حضرت میاں میر لاہوری قادریؒ

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے حالات کا علم نہیں نہ ہو سکا۔ روایت کے مطابق آپؒ بڑے کرنی والے اور مستجاب الدعوات تھے۔ جو کوئی بھی آپؒ کے مزار پر اپنی منت مانگتا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے پوری ہوتی ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک کچا فتو منڈ روڈ نزد قبرستان برلب سڑک واقع ہے۔ آپؒ کے مزار پر ہر سال عرس مبارک بھی ہوتا ہے

☆☆☆☆☆☆

حضرت شاہ عبدالرحیم قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ حضرت داتا شاہ جمال نوریؒ کے بڑے بیٹے تھے۔ آپؒ کی تربیت اپنے والد محترم اور برادر بزرگوار کے ہاتھوں ہوئی۔ دونوں کی باطنی اور روحانی توجہ نے آپؒ کو میدان معرفت کا شہسوار

بنا دیا تھا۔آپؒ نے دینی علوم کی تکمیل اپنے چھوٹے بھائی شاہ عبدالکریمؒ سے کی۔آپؒ اپنے بھائی سے ہی بیعت تھے اور حضرت شاہ عبدالرحیمؒ سے ہی خلافت حاصل کی۔اس خاندان کا امتیاز خاص ہی یہی ہے کہ اس کے تمام فرزندان روزگار علوم شریعت کے ماہر اور ان پر سختی سے کار بند ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی علوم میں بھی یکتا ہوتے تھے۔

اس علاقے میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو آگے بڑھانے میں آپؒ کا خاص حصہ ہے۔آپؒ کے فیوض کا سلسلہ بے اندازہ تھا۔گوجرانوالہ اور اس کے گردونواح ہی سے نہیں بلکہ تمام پنجاب اور دوسرے علاقوں کے حق وصداقت کی روشنی کے متلاشی آپؒ کی خدمت اقدس میں حاضری دینا وجہ صدِ افتخار سمجھتے تھے۔آپؒ کے مریدین کی کثیر تعداد تھی جو صرف گوجرانولہ ہی سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ مریدین کا سلسلہ گجرات، شیخوپورا، سیالکوٹ اور دوسرے اضلاع تک دراز تھا۔اپنے بھائی کی طرح آپؒ نے بھی دل وجان سے اس خانقاہ کے فیوض کا سلسلہ آگے بڑھانے کی کوشش کی۔آپؒ صدق وصفا کے پیکر اور اعلیٰ انسانی اقدار سے بہرہ ور تھے۔آپ کے زمانے میں اس خانقاہ کا نام دور دور تک پھیل چکا تھا اور اطراف واکناف سے یہاں حاضری دینے والے حضرات سلسلہ عالیہ قادریہ کے اس بطلِ جلیل کے لطف وکرم کی چھاؤں میں ایمانی عظمتوں سے ہم کنار ہو رہے تھے۔وصال کے بعد آپؒ کو اپنے والد اور بھائی کے قرب میں دفن کیا گیا۔

اولاد

شاہ عبدالرحیمؒ کے چار فرزندان تھے۔

1 : مولوی شیر محمد غازیؒ

اپنے والد کے سجادہ نشین تھے۔آپؒ کا تذکرہ علیحدہ عنوان کے تحت آئے گا۔

2 : مولوی محمدؒ

لاولد فوت ہوئے۔

3 : شاہ الہ دینؒ

آپؒ کے حالات میسر نہیں ہو سکے۔

4 : حافظ خدا بخشؒ

آپؒ گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ حافظ قرآن تھے۔ بڑے زاہد ، عابد اور پارسا تھے۔ بیرون کھیالی دروازہ کی مسجد میں امامت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپؒ عید کی نماز سے پہلے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ اچانک شاہی سواری نمودار ہوئی۔ سب لوگ اس سے ڈر کر بھاگ گئے۔ آپؒ نے منادی کرائی کہ سب لوگ واپس آ جائیں۔ سب لوگ واپس آ گئے اور آپؒ کی اقتدا میں نماز عید ادا فرمائی۔ سرکار کی طرف سے ایک کنواں چاہ بکرانوالہ عطا ہوا۔ آپؒ کے دو فرزند تھے:

1 : میاں محمد یار

2 : میاں محمد سعد

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت سید عبدالسلام شاہ قادری مجددی علیہ رحمۃ اللہ

حضرت شاہ صاحبؒ پابندِ شریعت اور حامل طریقت تھے۔ آپؒ کے حالات سے آگاہی نہیں ہو سکی۔ جتنا ہو سکا لکھ دیا ہے۔ آپؒ حضرت ولی محمدؒ صاحب کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ مجددیہ میں بیعت تھے۔ شیخ کے حکم پر سرہند شریف حضرت شیخ احمد سرہندیؒ المعروف مجدد الف ثانیؒ کے دربار اقدس پر مقیم ہو گئے۔ اور کافی سال حضرت کے دربار کے کلید بردار بھی رہے۔ حضرت مجدد پاکؒ سے آپ کو خاص نسبت حاصل تھی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے عاشق تھے۔ قادری نسبت کا خاص غلبہ تھا۔ انسانوں کے علاوہ جنات بھی آپؒ کے مریدین میں شامل تھے۔ ساری زندگی آپؒ نے سیاحت میں بسر فرمائی۔ بہت سے لوگوں کو آپؒ سے ہدایت کا نور میسر ا ہوا۔ سرتاپا سنت نبویؐ میں ملبوس تھے۔ بعد از وصال بھی آپؒ کے مزار اقدس سے فیضان جاری ہے۔ آپؒ کا مزار اقدس جی ٹی روڈ پر چند اقلعہ بائی پاس سے تھوڑا آگے ہوٹل مغل محل کے متصل واقع ہے۔ آپؒ کا شجرہ طریقت حضرت مجدد الف ثانیؒ تک حسب ذیل ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت محمد عبدالسلامؒ شاہ مرید حضرت ولی محمدؒ مرید حضرت حافظ محمد امیرؒ باز مرید حضرت شاہ عبدالرحیمؒ

سہارنپوریؒ مرید حضرت عبدالغفور سواتیؒ قطبِ عالم مرید حضرت شعیبؒ مرید حضرت صدیق بشواڑیؒ مرید حضرت مومن گگرولویؒ مرید حضرت طفیل شاہؒ مرید حضرت حبیبؒ مرید حضرت شیخ آدم بنوریؒ مرید حضرت مجدد الف ثانیؒ

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت سائیں عبدالشکور چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ 1918ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کا اصل نام عبدالشکور تھا مگر آپؒ سائیں صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ آپؒ اکثر پیدل سفر کرتے تھے آپ کے والد صاحب کا نام عبدالغفور تھا۔ جو لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ جب پاکستان بنا تو آپؒ اپنی فیملی کے ساتھ پاکستان ہجرت کر گئے۔ آپ کی شادی لدھیانہ میں ہی ہو گئی تھی۔ آپؒ کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ آپؒ بالکل اُمی تھے۔ آپ کا بچپن ہی سے اللہ کی طرف لگاؤ تھا۔ جب جوان ہوئے تو اللہ کی محبت میں خوب روتے تھے۔ آپؒ پر عشق کا بہت غلبہ تھا۔ آپؒ کی ظاہری بیعت جن بزرگوں سے ہے۔ وہ حیدر آباد سندھ میں تھے۔ ان کا نام آپ نے ذکر نہیں کیا۔ آپؒ دو تین ماہ بعد ان کے پاس جاتے تھے۔ آپؒ نے بچپن میں بھی ایک بیعت کی تھی۔ اس وقت آپؒ ہندوستان میں تھے۔ اس کے علاوہ آپؒ کو حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے نسبت اویسی تھی۔ آپؒ لوگوں سے بڑی خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور بہت خدمت کرتے تھے۔ آپؒ کے پاس بہت سے ایسے لوگ بھی آتے تھے جن کی زندگی غفلت اور گناہوں میں گزر رہی ہوتی تھی۔ آپؒ ان سے محبت کرتے اور سچی توبہ کرواتے تو ان کی زندگی بدل جاتی۔ بہت سے لوگوں کو آپؒ نے اللہ کی یاد میں لگایا اور ان کی زندگی بدل دی۔ آپؒ نے کبھی کسی کو بیعت نہیں کیا۔ جو بھی آتا اسے توبہ کرنے کا کہتے۔ آپؒ کے پاس بیٹھنے والے اکثر عقیدت مند روحانی سکون محسوس کرتے تھے۔ آپؒ اکثر تلاوت قرآن تہجد کے وقت کرتے تھے۔ آپؒ کی تلاوت بہت پُرکشش تھی۔ جو بھی سنتا تھا۔ اس کا بار بار سننے کو دل کرتا تھا۔ آپؒ حافظ نہیں تھے مگر اکثر تلاوت زبانی کرتے تھے۔ آپؒ اکثر سیر و سیاحت میں رہتے تھے اور دو دو تین تین ماہ گھر سے غائب رہتے تھے۔ کیونکہ آپؒ حکمت بھی کرتے تھے۔ اس لئے جڑی بوٹیوں کی تلاش میں سفر کرتے

تھے۔آپؒ لنگر خود تیار کرتے تھے۔آپؒ کا لنگر کبھی کم نہیں ہوتا تھا چاہے جتنے بھی لوگ آ جائیں۔آپؒ اکثر و بیشتر کھانا خود تیار کر کے خود ہی لوگوں میں تقسیم کرتے تھے۔ایک مرتبہ آپؒ نے اپنے خادم خاص سراج پہلوان سے فرمایا کہ تم کو خدمت کرتے ہوئے سات سال ہوگئے ہیں۔مانگو کیا مانگتے ہو۔خادم نے کہا مجھے کچھ نہیں چاہیے۔مجھے آپؒ کے پاس بیٹھ کر سکون ملتا ہے۔میرے لئے یہی کافی ہے۔پھر سات سال بعد دوبارہ آپؒ نے پوچھا کہ سراج مانگو کیا مانگتے ہو۔خادم نے پھر کہا میں تو عاشق ہوں۔تیری دید کا اور کسی چیز کا طلبگار نہیں ہوں۔آپؒ کو دیکھتے رہنا ہی مجھے اچھا لگتا ہے۔آپؒ کا وصال 9 اکتوبر 1983ء کو ہفتے کے دن ہوا۔آپؒ کا مزار مبارک چونگی والے قبرستان حافظ آباد روڈ میں ہے۔آپؒ کا عرس مبارک 17 صفر کو ہر سال آپؒ کی رہائش گاہ پر ہوتا ہے۔آپؒ کا آستانہ کمہاروں والا گلہ حافظ آباد روڈ نزد گھوڑے شاہ میں ہے۔آپؒ کے بعد آپؒ کے بیٹے صوفی عبدالعزیز صاحب جانشین ہیں۔جو خدمتِ خلق میں مصروف ہیں۔آپؒ کے مشہور عقید تمندوں میں حاجی عبدالکریم عرف کیلا پہلوان، محمد طفیل عرف باؤ بوریاں والا اور عبدالرحمٰن چائے والا شامل ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت عطا محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ بوقتِ تہجد بروز جمعۃ المبارک ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ بمطابق 15 جنوری 1911ء کو جٹ وڑائچ خاندان میں موضع ہریا والہ نزد گجرات پیدا ہوئے۔گورنمنٹ پرائمری سکول ہریانوالہ سے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول کچہری روڈ گجرات سے میٹرک پاس کیا پھر اسی سکول سے ایف ایس سی فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔اس کے بعد اوورسیز کا کورس دو سال میں مونگ رسول کالج سے کیا۔ اس کے بعد 1932ء میں بحثیت اوورسیر ضلع فیصل آباد میں ملازمت اختیار کی۔ملازمت کے دوران ہی 1934ء میں آپکو اپنے پیرو مرشد حضرت امام جلویؒ کا دروازہ نصیب ہوا۔آپؒ 13 اکتومبر 1934ء بروز ہفتہ بوقت عصر حضرت امام جلوی سے دستِ بیعت ہوئے۔آپؒ پر عشق کا بہت غلبہ تھا اس لئے 1942ء میں ملازمت ترک کردی۔پھر اپنے پیرو مرشد کے حکم کے مطابق ملازمت اختیار کی۔1955ء میں جناب کے

مرشد نے بلا کر ملازمت ترک کرنے کا حکم دیا اور توکل پر قائم رہنے کی تلقین کی۔ اِس کے بعد مجاہدات شدیدہ کو اختیار کیا۔ 3 اگست 1973 گجرات شہر سے گوجرانوالہ ہجرت فرمائی۔ اوراسی شہر میں سفرِ آخرت اختیار فرمایا۔ 9 اپرایل 1984ء بروز سوموار وصال فرمایا۔ تدفین 10 اپریل 1984ء کو ہوئی۔ آپکو آستانہ عالیہ بغدادیہ گلشن کالونی شیخوپورہ روڈ گوجرانوالہ میں دفن کیا گیا۔ بعدازاں آپکے خلیفہ مجاز و داماد چوہدری محمد اقبال (ایم۔ پی۔ اے) نے آپکا عالی شان مقبرہ جی ٹی روڈ پر تعمیر کروایا اور حضرت کو پہلی جگہ سے یہاں منتقل کیا گیا۔ 29 خلفاء کا تذکرہ آپکی سوانح حیاتِ ذکرِ عطا میں ملتا ہے۔ آپؒ صاحبِ تصنیف بزرگ تھے۔ 10 تصنیفات کی فہرست بھی ملتی ہے۔ جن میں سے اسرار القدم من فصوص الحکم مشہور کتاب ہے۔ اس میں ابن عربی کی دقیق کتاب فصوص الحکم کی شرح کی گئی ہے۔

حضرت فقیر میاں عطا اللہ ساگر وارثی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عطا اللہ ساگر وارثیؒ 1935ء میں ہوشیار پور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد حضرت بابا رحمت علی چشتی صابریؒ حضرت خواجہ محمد دیوان چشتیؒ صابری کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ جب میاں ساگر وارثی ساتویں جماعت میں تھے تو آپؒ کے والد بزرگوار نے ہندوانہ ظلمیت کی وجہ سے اپنا آبائی وطن چھوڑ کر گوجرانوالہ میں موضع اروپ آ کر سکونت اختیار کی۔ آپؒ نے یہاں آ کر اپنی تعلیم مکمل کی اور ملازمت کے سلسلے میں کراچی روانہ ہو گئے۔ آپؒ کو بچپن ہی سے بزرگوں کی صحبت پسند تھی۔ کراچی میں ملازمت کے دوران آپؒ کو سلسلہ وارثیہ کے بزرگ میاں حیرت شاہ وارثیؒ ملے۔ آپؒ ان سے بیعت ہو کر حضور وارث شاہؒ عالم پناہ کے سلسلہ میں شامل ہو گئے۔ آپؒ اپنے مرشد سے ایسا وابستہ ہو گئے کہ تاعمر ان کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا۔ آپؒ کئی کئی دن اپنے مرشد کے ساتھ محفلوں میں جاتے اور صبح کو اپنے ملازمت کے کام سرانجام دیتے۔ اپنے مرشد کے وصال کے بعد آپؒ لاہور آ گئے اور سلسلہ وارثیہ کا بہت کام کیا۔ آپؒ بزرگوں کے ادب کے معاملے میں نہایت محتاط رہتے۔ جب کسی بزرگ کی محفل میں جاتے تو برابر نہیں بیٹھتے تھے۔ آپؒ فرماتے کہ اگر کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو تو فقراء کا ادب واحترام کرو۔ سب کچھ ان کے قدموں سے ہی ملتا ہے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ سلسلہ وارثیہ میں محبت کا درس ملا ہے اور محبت کو ہی بانٹنے کا

حکم ہے۔آپؒ کے مرشد میاں حیرت شاہؒ فرمایا کرتے تھے کہ میاں ساگر شیر بن کر رہنا ہے یہی وجہ تھی کہ سچی بات آدمی کے منہ پر ہی کہہ دیتے تھے۔آپؒ کے تین بیٹے میاں خالد وارثی۔میاں شہزاد ساگر وارثی۔اور میاں غلام فرید وارثی ہیں۔آپؒ کا وصال 7 فروری 2000ء پیر کو صبح 8 بجے ہوا۔آپؒ کی اپنے والدین سے بڑی محبت تھی۔اس لئے آپؒ کو آپؒ کی خواہش کے پیش نظر آپؒ کے والدین کے قدموں میں اروپ میں سپرد خاک کیا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت سید عبدالعزیز مداری رحمۃ اللہ علیہ

(شاہِ مدار)

حضرت سید عبدالعزیز شاہ مدارؒ کے حالات پردہ اخفا میں ہیں۔جو کچھ سینہ بہ سینہ ہم تک پہنچا ہے بیان کر دیتے ہیں۔آپؒ حضرت بدیع الدین شاہ مدار مکنپوریؒ بانی سلسلہ عالیہ مداریہ کے مرید و خلیفہ تھے۔آپؒ سے تربیت و تکمیل کے بعد اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور مرشد کے حکم سے کوٹلی مغلاں نزد فیروز والا پل گوجرانوالہ میں قیام پذیر ہوئے اور یہیں وصال فرمایا۔آپؒ کی اس علاقے میں آمد تقریباً 600 سال پہلے بتائی جاتی ہے۔آپؒ نے یہاں رشد و ہدایت کے چراغ جلائے رکھے اور یہیں وصال فرمایا اور روضہ تعمیر ہوا۔آپؒ بہت صاحبِ جلال بزرگ ہیں۔ساری زندگی کسی کو نزدیک نہیں آنے دیا۔آخر کار حضرت دیوان خواجہ عمر مست قادری نوشاہیؒ جنیدی کو یہاں رہنے کا اذن فرمایا۔تب سے اب تک یہ علاقہ مرجع خلائق ہے۔

☆☆☆☆☆☆
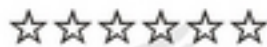
حضرت حکیم عبدالعزیز چشتی نظامی قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کرنال ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کی۔اعلیٰ تعلیم

کرنال شہر سے حاصل کی۔ تقسیم ہندوستان کے وقت کرنال سے گوجرانوالہ شہر تشریف لے آئے اور یہاں ہی طب کے شعبے سے منسلک ہو گئے۔ آپؒ حضرت بابا تاج محمد مودودیؒ چشتی نظامی سے بیعت تھے۔ پیرو مرشد کی تلقین کے بعد شب و روز اسی میں مشغول رہا کرتے۔ مرشد کے وصال کے بعد ان کے مقبرہ بنانے میں مشغول رہے۔ اور مقبرہ کی تکمیل کے بعد اسے ترقی دینے کی غرض سے بہل شریف میں عارضی سکونت اختیار کی۔ آپؒ کے مرشد کے سجادہ نشین اور پیر بھائی حضرت سید حنیفؒ نے آپ کو اس سلسلہ عالیہ میں اجازت بیعت سے مشرف فرمایا۔ اور سلسلہ کی ترویج کیلئے گوجرانوالہ شہر بھیج دیا۔ آپؒ اپنے وصال تک یہ ڈیوٹی بخوبی سنبھالتے رہے۔ آپؒ کا وصال بھی گوجرانوالہ شہر میں ہوا۔ آپ کا مقبرہ لوہیانوالی نہر کے ساتھ واقع ہے۔ آپؒ کا شجرہ چشتی نظامی حضرت پیر جی اشتیاق علیؒ شاہ قلندر کے حالات میں لکھا ہے۔ آپ کا شجرہ قادریہ حضرت غوث پاکؒ تک حسب ذیل ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت حکیم عبدالعزیزؒ مرید حضرت باباجی سید محمد حنیفؒ مرید حضرت بابا تاجؒ محمد مرید حضرت مولانا خواجہ نور محمد چشتی نظامی نیاویؒ مرید حضرت مولانا سید احمد حسنؒ سوختہ جاں مرید حضرت شاہ محب اللہؒ مرید حضرت مرزا بخش اللہ بیگؒ مرید حضرت حاجی لعل محمد چشتی نظامیؒ مرید حضرت شیخ شمس الدین جونویؒ مرید حضرت شیخ فخر الدین دہلویؒ مرید حضرت شیخ نظام الدینؒ اورنگ آبادی مرید حضرت کلیم اللہ جہاں آبادیؒ مرید حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ مرید حضرت مولانا محمد اعظم قطبؒ گجراتی مرید حضرت مولانا شیخ حسن محمد چشتی نظامیؒ مرید حضرت شیخ محمد غیاث نور بخشیؒ مرید حضرت شیخ محمد علی نور بخشیؒ مرید حضرت سید السادات نور بخشؒ مرید حضرت شیخ اسحاق جیلانیؒ مرید حضرت شیخ سید علی ہمدانیؒ مرید حضرت شیخ محمودؒ مرید حضرت علاؤالدولہ سمنانیؒ مرید حضرت احمد خورفانیؒ مرید حضرت رضی الدینؒ مرید حضرت مجد الدینؒ بغدادی مرید حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ مرید حضرت عمار یاسرؒ مرید حضرت ضیاء الدین عبدالقادرؒ ابو نجیب سہروردی مرید حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولوی عبدالعزیز قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولوی عبدالعزیزؒ خاص اولیاء پور میں اپنے نانا میاں عمرالدینؒ صاحب کے گھر تولد ہوئے۔ عقیقہ بڑی دھوم دھام سے کیا گیا۔ گوجرانوالہ میں فارسی اپنے چچا سے پڑھی اور منشی فاضل کا امتحان دیا۔ پھر تحصیلداری کے امتحان میں بھی اعلیٰ پوزیشن حاصل کی۔ تلہ گنگ اور ضلع جہلم میں تحصیلدار رہے۔ بڑے انصاف سے اپنی ڈیوٹی انجام دیتے رہے باوجود ایسی علمی لیاقت اور رتبے کے فقر میں بھی کامل تھے۔ آپؒ کی دستِ بیعت مولانا مولوی محبوبؒ عالم قادری کھیالوی سے تھی۔ اس خاندانِ عالی شان قادریہ کا شجرہ بھی آپؒ کی تصنیف ہے گوجرانوالہ میں وصال فرمایا اور اپنے جدامجد کے پاس دفن ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سائیں عاشق علی شاہ قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ چھوٹی عمر میں اپنے پیر حضرت بابا نواب شاہ نوشاہی قادری کے ساتھ ہی ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تھے۔ ساری عمر اپنے شیخ کی خدمت کی اور شادی نہ کی۔ آپؒ بڑے قدآور اور خوبصورت تھے۔ ایک مرتبہ آپؒ اپنے گھر والوں سے ملنے کیلئے بڑے بے تاب تھے۔ آپکے شیخ نے فرمایا ہے کہ تم رات کو چلے جاؤ مگر جلدی آ جانا۔ آپؒ کی رہائش قریب ہی گاؤں میں تھی۔ آپؒ جب رات کو گھر گئے۔ گھر والے سب سوئے ہوئے تھے۔ آپؒ نے اپنے والد کے سر سے چادر اٹھائی تو دیکھا کہ تو آپؒ کے مرشد تھے۔ پھر دوسرے کے چہرے سے چادر اٹھائی تو وہ بھی آپ کے مرشد تھے۔ پھر آپ جس طرح خاموشی سے گئے تھے اسی طرح خاموشی کے ساتھ بغیر بتائے واپس آ گئے۔ صبح حضرت بابا نواب شاہ صاحب نے پوچھا کہ کیا ہوا تم بڑی جلدی واپس آ گئے ہو۔ آپؒ نے فرمایا کہ حضور ہر جگہ آپ ہی تھے۔ میں کیا کرتا۔ اس لئے آپ کی خدمت میں واپس آ گیا ہوں۔ اب نہیں جاؤں گا۔ آپؒ 1989ء یکم جولائی کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ آپؒ کا مزار اپنے شیخ کے ساتھ ہی کچا فتو منڈ نزد قبرستان میں برلب سڑک واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک 17 ہاڑ کو ہر سال منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالغفور ہزارویؒ ضلع ہزارہ کے ایک دور افتادہ گاؤں چمبہ میں 9 ذوالحجہ ۱۳۳۷ھ بمطابق یکم اپریل 1915ء بروز جمعۃ المبارک پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام عبدالحمید تھا۔ اپنے والد سے ابتدائی کتابیں پڑھیں مزید تحصیل علم کے لئے لاہور پہنچے۔ کچھ عرصہ لاہور کی مختلف درس گاہوں میں گزارنے کے باوجود جب تحصیل علم کا شوق بڑھتا گیا تو برصغیر کی ممتاز دینی درس گاہ دیوبند کا رخ کیا۔ ان کی علم سے محبت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ لاہور سے پیدل دیوبند پہنچے مگر امتحان شروع ہونے کی بنا پر وہاں داخلہ سے محروم رہے۔ یہی علمی لگن ان کو دہلی لے گئی اور یہ وہاں کی مختلف درس گاہوں میں تحصیل علم کرتے رہے۔

ایک عرصہ دہلی میں حصول علم میں صرف کر دینے کے بعد یہ برصغیر کی ایک اور بڑی دینی درس گاہ جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی پہنچے اور وہاں مولانا محمد حامد رضا خانؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ جن کی خصوصی توجہ اور تربیت کی بدولت انہوں نے جلد ہی تعلیم مکمل کر لی۔ جس درسگاہ میں پڑھتے رہے تھے وہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اسی درس گاہ میں مسندِ درس و تدریس پر فائز کر دیئے گئے۔ اسی دوران استادِ محترم کی بارگاہ سے ''ابوالحقائق'' کا خطاب عطا ہوا۔

وہاں سے واپس آنے کے بعد گجرات کے مشہور دینی مدرسہ (خدام الصوفیہ) میں مدرس مقرر ہوئے اور اسی شہر میں خطابت بھی فرمانے لگے۔ 1935ء میں وزیر آباد تشریف لائے اور پھر ساری زندگی یہیں گزار دی۔

مولانا ہزارویؒ نے بچپن میں حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ سے بیعت کرنے کے علاوہ حضرت سائیں صاحبؒ جنید ہڑ شریف سے بھی فیض حاصل کیا تھا اور اجازت و خلافت سے بھی نوازے گئے تھے۔ آپؒ کو آخری دم تک خانقاہ گولڑہ شریف سے والہانہ عقیدت رہی۔ جونہی کسی نے حضرت گولڑوی کا نام لیا آپؒ دیوانہ وار جھومنے لگتے۔

مولانا ہزارویؒ ہمہ صفت موصوف شخصیت تھے۔ قدرت نے ان کو بہت سی صفات سے نواز رکھا تھا۔ آپ عالم کامل، فاضلِ اجل، صوفی باصفا اور مفسر قرآن ہی نہیں بلکہ اپنے وقت کے نامور استاد اور سیاست

دان بھی تھے۔ برصغیر کے گوشے گوشے میں طویل عرصہ تک آپ کی جادو بیانی کا ڈنکا بجتا رہا۔ آپؒ کی تقریر کے دوران سامعین پر وجد طاری ہو جاتا تھا۔

مسلم لیگ کے پیغام کو مقبول بنانے کے لئے آپ نے پشاور سے کلکتہ تک سینکڑوں اجتماعات سے خطاب کیا۔ جیلیں کاٹیں۔ راہ آزادی میں ہر قسم کی صعوبتیں کاٹیں مگر کوئی آزمائش آپؒ کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکی۔ انہوں نے مسلم لیگ کے پرچم تلے آزادی کی جنگ لڑنے کے لئے رضائے الٰہی کے تحت حصہ لیا تھا اور اپنے شب و روز حصول آزادی کے لئے وقف کر رکھے تھے۔ آپؒ نے قائداعظم کو وزیر آباد میں مدعو کیا اور اپنی مسجد سے ملحقہ وسیع و عریض گراؤنڈ میں تاریخی اجتماع کا اہتمام کیا۔ اس سے مخالف صفوں میں سراسیمگی پھیل گئی اور ان کا زور ٹوٹ گیا۔

1953ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی آپ کا کردار فدا کارانِ ناموسِ محمدیؐ کے لئے باعثِ صدِ افتخار تھا۔ آپؒ نے ملک کے طول و عرض میں اپنی ولولہ انگیز تقاریر کے ذریعہ تحریک ختم نبوت کے حقیقی مقاصد اجاگر کیے۔ آپؒ کو داخلِ زندان کر دیا گیا اور سات ماہ کا عرصہ آپؒ نے راولپنڈی جیل میں بڑے صبر واستقلال کے ساتھ گزارا۔

مولانا ہزارویؒ اپنے کردار اور گفتار کے لحاظ سے سنت مصطفیٰ ﷺ کا نمونہ اور صحیح معنوں میں عاشق رسول تھے۔ آپؒ نے کچھ نعتیں بھی کہی ہیں۔ جن سے آپؒ کے ایمان کی پختگی کا واضح طور پر اظہار ہوتا ہے۔ یہ بھی اتباع سنت نبویؐ ہی کا کمال تھا کہ آپؒ نے کلمہ حق بلند کرنے سے کبھی گریز نہ کیا۔ آپؒ کا جگمگاتا ہوا کردار گواہ ہے کہ آپؒ نے کبھی کسی حکمرانِ وقت کی کاسہ لیسی نہیں کی۔ بلکہ علماء اور مشائخ کو ہمیشہ یہ تلقین فرماتے رہے کہ انہیں اپنے مقام و مرتبہ کو پہچانتے ہوئے تقرب سرکار سے احتراز کرتے ہوئے ہمیشہ حق و صداقت کی پاسداری کرنی چاہئے۔ شاعری میں آپؒ چشتی تخلص کرتے تھے۔ آپؒ کے قلم سے فارسی اور اردو میں نہایت خوبصورت نعتیں وجود میں آئیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

بشارت شدم قاصدِ کجکلا ہے

پیامے ببر از گدائے بشا ہے

اے سلطانِ خوباں دوعالم پناہے
خدارا سوئے بدنصیباں نگاہے
دوعالم فروزاں چوں شمس الضحائے
دوزلف درازش چو مار سیاہے
جبینش منور چو صبح سعادت
بقد سرو سیمیں بہ رخ ہمچو ماہے
چہ می پرسی از حال بے چارہ چشتی
سراپا خطائے مجسم گناہے

☆//////////////////☆

محمد مصطفیٰ ﷺ اور رحمۃ اللعالمیں تم ہو
حبیب کبریا تم ہو امام المرسلیں تم ہو

ستارے ہیں تمامی انبیاچرخِ نبوت کے
مگر اے والی ہر دوجہاں ماہ مبیں تم ہو

شب دیجور میں کوہ الم جب ٹوٹ پڑتے ہیں
قرار بے قراراں مونسِ قلب حزیں تم ہو

شب اسریٰ کے دولہا رونقِ بزم جہاں تم ہو
شہنشاہ دوعالم زینت عرشِ بریں تم ہو

ہوا دل مطمئن اور شاد چشتی کا سنا جب ہے
سہارا روز محشر کا شفیع المذنبیں تم ہو

صبح کی سیر مولانا ہزارویؒ کے معمولات کا حصہ تھی۔ 19 اکتوبر 1970ء بمطابق 7 شعبان المعظم 1390ھ بروز جمعۃ المبارک حسب معمول سیر کرتے ہوئے آپؒ وزیر آباد کے نواحی نالہ پلکھو سے جی ٹی روڈ پر گزر رہے تھے کہ اچانک ایک تیز رفتار ٹرک کی زد میں آگئے۔ شدید زخمی حالت میں آپؒ کو ہسپتال لے جایا گیا۔ آپؒ کے زخمی ہونے کی خبر فوراً ارد گرد کے شہروں اور دیہات میں پھیل گئی۔ وزیر آباد میں مکمل ہڑتال کر دی گئی۔ لوگ شدتِ غم سے چیختے چلاتے ہسپتال کی طرف بھاگے۔ ہسپتال میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ ہر طرف لوگ اشکبار آنکھوں سے دست بدعا تھے۔ مولاناؒ ایسے عالم میں بھی صبر و تحمل کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ آخری لمحات میں آنکھیں کھول کر فرمایا ''میں نے اپنے مجرم کو معاف کیا'' پھر کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

مولاناؒ کی وفات کی خبر فوری طور پر ملک بھر میں پھیل گئی۔ دوسرے دن تین بجے سہ پہر ایک لاکھ سے زائد عقیدتمندوں کی آہوں اور سسکیوں کے درمیان سپرد خاک کر دیا گیا۔ مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہیؒ نے قطعہ تاریخ وصال لکھا

ز دنیا رواں سوئے فردوس شد
ورا جملہ افلاک پابوس شد
شرافت بہ سال مسیحی ضرور
بخوانی کرم پیشہ عبدالغفور

☆☆☆☆☆

حضرت علامہ مفتی عبدالکریم نقشبندی مجددی مچھلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد محترم حضرت پیر غلام رسول نقشبندیؒ سے حاصل کی۔ آپؒ کے والد محترم بہت بڑے عالم دین شیخ الحدیث تھے۔ آپ ضلع امرتسر کے ایک گاؤں مچھل کے رہنے والے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ نقشبندی مچھلوی کہلاتے ہیں۔ آپ نے بڑی تعداد میں سکھوں اور ہندوؤں کو

مسلمان کیا۔ جب ہندوستان تقسیم ہوا تو آپؒ کے والد صاحب وفات پا چکے تھے۔آپؒ پورے خاندان کے ساتھ پاکستان میں آ کر آباد ہو گئے ۔گوجرانوالہ میں آپؒ جس حویلی میں رہتے تھے اس کو حویلی مولویاں والی کہتے ہیں۔ پاکستان آ کر آپؒ نے ایک مدرسہ قائم کیا اور آپؒ ساری عمر دینی تبلیغ کیلئے شہر شہر قریہ قریہ پھرتے تھے۔ جو بھی غیر آباد مسجد ہوتی تھی اس کو آباد فرماتے تھے۔خود مسجد صاف کرتے۔ پانی بھرتے اور نماز کی تلقین فرماتے تھے۔ حلال حرام جائز ناجائز غرضیکہ ضروری مسائل بیان کر کے واپس آ جاتے تھے۔آپؒ نے ساری عمر اسی کام میں صرف کی۔ جگہ جگہ مساجد اور مدرسے قائم کیے۔آپؒ ہر وقت اپنے ہاتھ میں تھیلا رکھتے تھے۔ جس میں پھلیاں ہوتی تھیں۔ بعد وعظ کے آپؒ لوگوں میں پھلیاں اپنے ہاتھوں سے تقسیم فرماتے۔ بیعت بھی فرماتے اور کہتے کہ ہم نے پھلیوں میں یہ توجہ ڈال دی ہے کہ جو بھی کھائے گا وہ پکا نمازی اور تہجد گزار ہو جائے گا۔آپ کی بہت بڑی کرامت تھی جو بھی وہ پھلیاں کھا لیتا وہ واقعی نمازی و پرہیز گار بن جاتا تھا۔آپؒ کا وصال بھی دورانِ سفر ہی ہوا۔آپؒ کے بعد آپ کی اولاد بھی یہی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔آپؒ کے بیٹے مولانا محمد ابراہیم کا مزار بھی آپ کے پہلو میں ہے۔ آپؒ کا وصال 23 جولائی 1976ء بروز جمعۃ المبارک کو ہوا۔مزار مبارک گوندلانوالہ روڈ پر واقع ہے۔آپؒ کا عرس مبارک ہر سال منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت شاہ عبدالکریم قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ کے دو صاحبزادے تھے۔حضرت شاہ عبدالرحیمؒ اور حضرت شاہ عبدالکریمؒ ۔دونوں ہی صاحبِ حال اور صاحبِ قال بزرگ تھے۔حضرت شاہ عبدالکریمؒ حضرت شاہ جمال نوریؒ سے بیعت تھے۔عظیم باپ نے انہیں علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم روحانیت میں بھی طاق کر دیا تھا۔شاہ جمال اللہ نوریؒ کی وفات کے بعد آپ کے کندھوں پر بہت بڑا بوجھ آ پڑا تھا۔ایک عظیم المرتبت ہستی کا اٹھ جانا قیامت سے کم نہیں ہوتا۔حضرت شاہ عبدالکریمؒ نے اس نازک موقع پر نہ صرف اپنے والد محترم کے مریدوں کی دلداری کی بلکہ اس سلسلہ کو مزید آگے بڑھانے کے لیے پوری روحانی توجہ صرف کر دی۔آپؒ کا

شمار اپنے دور کے نامور اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔اہل دل دور دور سے آتے اور آپ کی روحانی توجہ سے فیض یاب ہوتے تھے۔حضرت شاہ عبدالکریمؒ کا وجود ان اصحابِ نظر کے لیے باعثِ رحمتِ خداوندی تھا جوحقائق کے جویا اور رحمت خداوندی کے متلاشی ہوتے ہیں۔آپؒ صاحبِ جذب واستغراق تھے۔عالمِ سرمستی میں ہوتے تو بھی شریعت کا دامن ہاتھوں سے نہ چھوٹنے پاتا۔آپؒ کے فیوض کا سلسلہ بڑھتا تو بڑھتا ہی چلا گیا۔آپؒ کی نگاہ پرتاثیر تھی اور آپؒ کا کردار دلوں کو موہ لیتا تھا۔آپؒ کی بھرپور کوشش یہی تھی کہ اس خانقاہ کی روایاتی تب وتاب ماند نہ پڑنے پائے اور آپؒ بلاشبہ اس میں کامیاب بھی ہوئے۔ایک عرصہ تک اہل نظر کے دلوں کوعقیدت آشنا کرنے کے بعد بالآخر آپؒ وصال فرماگئے اور اپنے والد محترم شاہ جمال اللہ نوریؒ کے مزار کے پاس ہی مدفون ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت حاجی عاشق حسین جیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ

حاجی عاشق جیلانیؒ مولوی غلام جیلانیؒ کے خادم خاص اور محرم راز تھے۔ان کے والد بھی حضرت مولوی صاحبؒ سے بیعت تھے۔ان کے گھر اولاد نہ تھی تو انہوں نے مولوی صاحبؒ کے آگے دعا کی درخواست پیش کی۔مولوی صاحبؒ نے فرمایا کہ دعا کردیتے ہیں لیکن ایک شرط ہے پہلا بیٹا ہمارا ہوگا۔ حاجی صاحبؒ کے والد نے شرط منظور فرمائی تو مولوی صاحبؒ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔آپؒ مستجاب الدعوات تھے۔ٹھیک نو ماہ بعد حاجی عاشقؒ پیدا ہوئے۔آپؒ کے والد گرامی وعدہ کے مطابق آپؒ کو خانقاہ پر حضرت مولوی غلام جیلانیؒ کے پاس چھوڑ گئے۔حاجی صاحبؒ کی والدہ سارا دن خانقاہ پر رہتیں اور بچے کی ضروریات پوری کرتیں اور رات کو گھر واپس چلی جاتیں۔حاجی صاحبؒ کے لئے خانقاہ کھیالی دروازہ ہی مدرسہ،سکول اور یونیورسٹی تھی۔حضرت مولوی غلام جیلانیؒ کی پاک صحبت کے زیر اثر آپؒ نے بچپن کا سارا وقت گزارا۔حضرتؒ نے وصال کے وقت آپؒ کو اپنے مرید محمد فضل چک 82 والوں کے سپرد کیا اور فرمایا کہ عاشق ابھی چھوٹا ہے اس پر نظر شفقت رکھنا۔حاجی صاحبؒ جب جوان ہوئے تو خانقاہ کھیالی دروازہ میں ہی مرشد کی تربت کے پاس قیام پذیر ہوگئے اور لوگوں کی حاجت روائی کرنے لگے۔

کچھ عرصہ بعد ناگزیر وجوہات کی بنا پر درگاہ حضرت مبارک شاہؒ پر تشریف لے گئے اور پھر زندگی کی آخری سانس تک وہیں مخلوق خدا کی خدمت کرتے رہے۔ آپؒ کے تعویزات بے مثال ہوا کرتے تھے۔ راقم الحروف کو بھی آپؒ کی مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملا ہے۔ حضرت وسیم گل صدیقی سجادہ نشین خانقاہ کھیالی دروازہ کے حکم پر آپؒ نے مولوی غلام جیلانی کی طرف سے سلسلہ بیعت شروع فرمایا۔ حضرت وسیم گل صدیقی نے اپنے لختِ جگر وارث خانقاہ کھیالی دروازہ حافظ عادل شاہ جیلانی کو بھی آپؒ سے مرید کروایا۔ آپؒ کا وصال 2004ء میں ہوا اور آپؒ کی وصیت کے مطابق آپؒ کے مرشد کی نشست گاہ واقع خانقاہ کھیالی دروازہ دفن کیا گیا۔ آج کل وہاں آپؒ کا مقبرہ زیر تعمیر ہے۔ آپؒ کے بعد آپؒ کے سجادہ پر حاجی محمد گوہر صاحب متمکن ہیں۔

خلفاء آپ کے چند مشہور خلفاء کے نام حسب ذیل ہیں۔

(1) حافظ محمد عادل شاہ جیلانی صدیقی قادری
(سجادہ نشین دربار حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ گوجرانوالہ)

(2) سید محمد مبین شاہ قادری
(سجادہ نشین دربار حضرت میاں میر لاہوریؒ لاہور)

(3) سید چن پیر شاہ قادری
(سجادہ نشین دربار حضرت میاں میر لاہوریؒ لاہور)

(4) سید ہارون جیلانی لاہور

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا سید شاہ علی سرکار رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ عرب کے علاقے سے تشریف لائے تھے اور قریباً پانچ سو سال سے آپؒ کا مزار مبارک ہے۔ آپؒ کے حالات زندگی کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا۔ ایک مرتبہ آپؒ کے مزار کے قریب سے

اونٹوں کی قطار گزر رہی تھی ۔ ایک اونٹ آپؒ کے مزار کے ساتھ والے درخت کی ٹہنی کھانے لگا تو وہاں موجود لوگوں نے منع کیا۔ مگر اونٹ کے مالک نے کہا کہ کچھ نہیں ہوتا کیا اونٹ نے کسی کی ٹانگ توڑ دی ہے۔ جب اونٹ نے ٹہنی توڑ کر کھائی تو اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ۔ پھر اونٹ کے مالک نے اونٹ ذبح کر کے سارے علاقے میں گوشت تقسیم کیا اور آپؒ کے مزار پر جا کر آپؒ سے معافی مانگی ۔ آپؒ کے مزار پر دو نکلے لگے ہیں۔ جن لوگوں کو خارش دھدر اور سوکڑا کی بیماری ہوتی ہے تو وہ تین اتوار وہاں آ کر نہاتے ہیں تو ٹھیک ہو جاتے ہیں ۔ ہر جمعرات کو کثرت سے لوگ آپؒ کے مزار پر آتے ہیں۔ اور لنگر تقسیم کرتے ہیں۔ آپؒ کے مزار پر دو عرس ہوتے ہیں۔ 27 مگھر کو آپؒ کا عرس اور 9 بھادوں کو سائیں شریفؒ کا عرس ۔ آپ کا مزار پرانا کھیالی کے قبرستان میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ میاں علی محمد چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی ولادت باسعادت 1912ء میں موضع اروپ گوجرانوالہ میں ایک زمیندار گھرانے میں ہوئی ۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اروپ سے حاصل کی ۔ بعدازاں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ڈسکہ جانا شروع کیا۔ وہاں آپؒ نے درس و تدریس کی پیشہ وارانہ تعلیم مکمل کی اور اپنے ہی گاؤں اروپ میں بطور ٹیچر تعینات ہوئے ۔ آپؒ پر بچپن سے ہی اللہ کی محبت کا غلبہ رہتا تھا۔ آپ کا اپنے مرشد خواجہ برکت علی چشتی صابری (اروپ والے) سے ملاقات کا ذریعہ آشوب چشم کی بیماری بنی ۔ آپؒ کی والدہ محترمہ آپؒ کو لے کر حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچی ۔ چنانچہ آپؒ کی دعا سے آپؒ کی ظاہری آنکھ تو ٹھیک ہوگئی مگر ساتھ ساتھ باطنی آنکھ بھی کھل گئی ۔ آپؒ نے بیعت کی درخواست کی تو آپؒ نے قبول فرمائی اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں آپؒ کو بیعت فرمالیا۔ آپؒ نے اپنے شیخ کی بڑی خدمت کی ۔ بعدازاں آپؒ نے بحکم شیخ ملازمت ترک کر دی ۔ کچھ عرصہ کپڑے کا کام کیا مگر پھر اپنے آبائی پیشہ کاشتکاری کو ہی مستقل بنالیا۔ 1951ء کو حضور برکت علی چشتی صابریؒ نے آپؒ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور ہدایت کی کہ اپنے کنوئیں پر جا کر خلقِ خدا کی خدمت اور رہنمائی فرمائیں ۔ آپؒ کے ہزاروں مرید اور ارادت مند ہوئے ۔ سلسلہ چشتیہ

صابریہ کے علاوہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ سے بھی فیض یاب ہوئے۔ آپ حضور سیدنا غوث پاکؒ سے بڑی محبت تھی۔ آپؒ اکثر حضرت بابا شاہ پٹن قادری کی درگاہ پر مراقب رہتے۔ جو اروپ میں ہی واقع ہے۔ آپؒ نے کثیر رقم سے حضرت بابا پٹن شاہؒ کا دربار بھی بنوایا تھا۔

آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں جن میں چند درج ذیل ہیں۔ آپؒ کے چھوٹے بھائی چودھری محمد خان کے مثانے میں رسولی بن گئی۔ جس سے آپ نہ چل سکتے تھے۔ نہ بیٹھ سکتے تھے۔ جب زیادہ تکلیف ہوئی تو حضرت میاں علی محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے دعا فرمائی۔ تو رات کو ہی تمام مواد پیشاب کے ذریعے نکل گیا اور آپ کو راحت ملی۔

آپؒ کے ایک عقیدت مند کی بیٹی کو ٹی بی ہوگئی۔ شادی نہیں ہو رہی تھی۔ جہاں نسبت طے تھی وہ انکار کرنے لگے تو وہ آپؒ کے پاس حاضر ہوئے تو آپؒ نے دعا فرمائی اور چند ہی دنوں میں وہ لڑکی شفایاب ہوئی اور اس کی شادی ہوگئی۔

آپؒ کے پاس اکثر بے اولاد اور نرینہ اولاد سے محروم لوگ حاضر ہوتے تو آپؒ کی دعا سے لوگ صاحب اولاد ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ عرس پاک کے موقع پر محفل سماع ہو رہی تھی کہ کسی نے آ کر آپؒ کے کان میں کہا کہ آپؒ کے بھائیوں کی بھینسیں چوری ہوگئی ہیں اور آپ محفل سماع میں مگن ہیں۔ محفل میں تھوڑی سی بے چینی ہوئی تو آپؒ نے جلال میں فرمایا کہ سب لوگ بیٹھ جائیں۔ محفل سماع سنیں۔ بھینسیں کہیں نہیں جاتیں۔ فکر نہ کرو۔ محفل ختم ہوئی تو آپؒ نے فرمایا کہ جاؤ اپنی بھینسیں پکڑ لو۔ دیکھا تو باہر چھپڑ میں ساری بھینسیں پہنچ چکی تھیں۔

آپؒ نے 19 ستمبر 1958ء میں وصال فرمایا۔ آپؒ کا عرس مبارک مگھر کی پہلی جمعرات اور جمعہ کو منعقد ہوتا ہے۔ آپ کے چار صاحبزادگان تھے۔ آپؒ کے بیٹے نذیر احمد اور جناب جمال حسن صاحب آپؒ کے وصال کے بعد خدمت پر مامور ہیں۔ آپؒ کا مزار مبارک جوہر ٹاؤن سیالکوٹ روڈ میں مرجع الخلائق ہے۔

☆☆☆☆☆☆

غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادری رحمۃ اللہ علیہ

سرتاجِ اولیا حضرت خواجہ محمد عمر قدس اللہ اسرارہ 1864 بکرمی میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت میاں محمد جیون اور والدہ محترمہ کا نام بی بی عائشہ تھا۔ آپؒ کے والدین قائم اللیل اور صائم الدہر تھے اور بارگاہِ ایزدی میں اولادِ صالح کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور ان کو ایسا فرزندِ ارجمند عطا فرمایا جس کی نورانی پیشانی سے آثار نجابت اور انوار ولایت ہویدا تھے۔ حضرت خواجہ محمد کریم اللہؒ قادری سے حضرت خواجہ محمد عمر نے اپنے والدین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میرے والدین شریفین زہد وتقویٰ میں اس قدر بلند پایہ تھے کہ بارہ سال تک آپ ہرگز نہ سوئے اور بلا امتیاز موسم ہر رات دوصد رکعات نوافل ادا کیا کرتے تھے اور آپؒ نے بارہا لیلۃ القدر کا مشاہدہ بھی کیا تھا''۔

حضرت خواجہ محمد عمرؒ کے بڑے بھائی حضرت سخی احمد یارؒ تھے جو صحیح معنوں میں عارف کامل اور اوصافِ ولایت میں اپنی مثال آپ تھے۔ یہی فخر اسخیاء حضرت سخی احمد یارؒ حضرت خواجہ محمد عمرؒ کے پیر ومرشد بھی تھے۔ حضرت سخی احمد یارؒ کا دربار پر انوار کوٹ پیرو شاہ نزد قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ میں واقع ہے۔

آپؒ کی پیدائش کے وقت آپ کی ہمشیرہ محترمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ میدانِ حشر میں ہیں اور ایک بے نظیر، بدر منیر ان کے دائیں طرف ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ انہوں نے برادر معظم حضرت سخی احمد یارؒ سے خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ خواہر محترمہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چاند ہمارے قبیلہ سے ہوگا اور تیرا چھوٹا بھائی جو آج خداوندِ کریم نے عطا فرمایا ہے وہی ماہتاب ہے جو تم نے عالم خواب میں دیکھا تھا۔ ہزاروں لوگ اس سے راہ ہدایت پائیں گے اور واصل باللہ ہوں گے۔

آپؒ کا اسم گرامی محمد عمر بخش رکھا گیا۔ آپؒ کو بعض لوگ میاں محمد عمر بعض صرف میاں عمر اور بعض سائیں محمد بخش کے نام سے پکارتے رہے۔ لیکن بعد میں آپ کا اسم گرامی حضرت خواجہ محمد عمر مشہور زمانہ ہوا۔ حضرت خواجہ محمد عمر عالم روحانی کے قطب، حکمتِ ربانی کی کان اور اہل تحقیق کے سلطان تھے۔ چشمۂ وحدت کے ساقی، بحر وفا کے موتی، طریقت کے قاضی اور حقیقت کے مفتی تھے۔ آپؒ کے چشمۂ فیض سے ہزارہا

تشنگان سیراب ہوئے۔

جب آپؒ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو سر سے سایۂ پدری جاتا رہا۔ چونکہ طفولیت میں ہی آپؒ کی تمام حرکات وسکنات نیک و پسندیدہ اور عادات وخصائل سنجیدہ تھے اس لئے ہر کوئی محبت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ آپ کا حسبی تعلق، غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ساتھ تھا اور نسبی تعلق حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے ساتھ تھا اسی لئے آپؒ قادری عباسی کہلاتے تھے۔

خواجہ محمد عمرؒ کی عمر بارہ سال کی تھی کہ مولوی کریم اللہ تحصیل علم کے بعد موضع علی پور تشریف لائے ۔عیدالفطر کے موقع پر مولوی صاحب نے وعظ فرمایا۔ سامعین میں خواجہ محمد عمرؒ بھی شامل تھے۔ مولوی صاحب نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر نیک اور بد کو اس کے اعمال کے موافق جزا اور سزا دیں گے اور ارشاد فرمائیں گے؛ اے لوگو! جو نیک عمل تم نے کیا تھا۔ اس کی جزا پالی ہے یا نہیں؟ سب مومنین اقرار کریں گے کہ خدایا! تیرا وعدہ سچا ہے۔ ہم نے جو کچھ کیا تھا بلکہ جو کچھ ارادہ بھی کیا تھا اس کا اجر پالیا ہے۔ اس پر بارگاہ الٰہی سے خطاب ہوگا کہ اے میرے بندو! جو کچھ تم نے کیا تھا۔ اپنے نفس کے لئے کیا تھا۔ جس کا تم نے اجر پالیا ۔ میں نے تم کو پردہ نیستی سے دائرہ ہستی میں متجلی کیا اور اپنے فضل وکرم سے خلعت انسانی پہنا کر مکرم کیا۔ دریائے رحمت سے عقل کا گوہر بے بہا اور علم کا موتی عطا کر کے دانا وبینا کیا۔ چراغ ہدایت کو تمہارے راہ میں رکھا اور توفیق کو تمہارا ساتھی بنایا۔ باوجود اتنے احسانات کے اب میرے لئے کیا لائے ہو۔

جب حضرت خواجہ محمد عمرؒ نے سنا کہ خداوند کریم ہم سے اس عبادت کے علاوہ بھی کچھ اور چاہتے ہیں اور وہ کیا چیز ہے جو خدا کو مطلوب ہے۔ اسی حیرت میں آپؒ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ عیدگاہ میں دامن دیوار میں گر پڑے اور بے ہوش ہوگئے ۔ جب نمازی گھر کو لوٹنے لگے تو میاں خدا بخشؒ نے دیکھا کہ چھوٹا بھائی باہر کی طرف سایہ دیوار میں پڑا ہوا تھا۔ یہ ہوش میں آئے تو زار وقطار رونے لگے۔ میاں خدا بخشؒ آپؒ کو بازو سے پکڑ کر گھر لے آئے اور حضرت سخی احمد یارؒ کے سامنے پیش کر دیا۔ ان کے استفسار پر آپؒ نے مولوی صاحب کا وعظ بیان کیا کہ خدائے کریم ماسوائے عبادت کے کچھ اور چیز چاہتے ہیں۔ حضرت سخی احمد یارؒ نے ان کو ایک روپیہ دے کر مولوی صاحب کی خدمت میں بھیجا کہ ان سے مسئلہ پوچھ آؤ۔ جب انہوں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے جس کا خداوند کریم تقاضا کرتے ہیں تو مولوی صاحب زار وقطار رونے لگے اور ہدیہ

واپس کر کے کہنے لگے کہ یہ مسئلہ کسی درویش سے پوچھو۔ دوسری دفعہ حضرت سخی احمد یارؒ نے ایک روپیہ دے کر قلعہ میاں سنگھ میں مولوی غلام رسولؒ کی خدمت میں جواب کے لئے بھیجا تو مولوی صاحب کہنے لگے: کہ اے بچے! یہ مسئلہ تو نہیں پوچھتا اور نہ ہی تجھے بتاؤں گا۔ لوگوں کے اصرار پر پھر کہنے لگے کہ میں یہ مسئلہ کیسے بیان کروں۔ جب کہ حقیقت میں سائل کوئی اور ہے۔ خواجہ محمد عمرؒ وہاں سے واپس آئے تو حضرت سخی احمد یارؒ گوجرانوالہ میں مولوی نور احمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک یہ دونوں بزرگ ''ہر دو بحری آشنا آموختہ'' کی طرح آپس میں گفتگو کرتے رہے۔ وہاں سے واپس آئے تو حضرت سخی احمد یارؒ خواجہ محمد عمرؒ سے کہنے لگے کہ اب یہ مسئلہ مولوی محمد عظیم سے دریافت کرنا چاہئے تو خواجہ محمد عمرؒ نے استدعا کہ کہ اب تک تو کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اگر آپؒ کو علم ہے تو للہ بتا دیجئے۔ اس پر وہ فرمانے لگے کہ اس مسئلہ کی حقیقت تو نہیں آتی البتہ راستہ یاد ہے۔ جو اس پر چلے وہ منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

یہ فرما کر حضرت سخی احمد یارؒ نے خواجہ صاحبؒ کو بنظرِ شفقت مشغول کیا اور بسبب مشغولیت تین شبانہ روز آپؒ کو بھوک نہ لگی۔ اس پر ان کی والدہ صاحبہ نے حضرت سخی احمد یار سے فرمایا کہ مجھے اس توجہ کے ساتھ ساتھ اپنے بچے کا کھانا پینا بھی اچھا لگتا ہے۔ اس پر آپؒ نے والدہ محترمہ کی سفارش کو منظور کیا اور خواجہ محمد عمرؒ کو فوراً بھوک ستانے لگے۔ بعد میں حضرت خواجہ محمد عمرؒ فرمایا کرتے تھے کہ والدہ صاحبہ کی سفارش سے میرا کام اسی روز سے بڑھ گیا۔ اس واسطے مجھے زیادہ ریاضت نہ کرنا پڑی۔

غوث العصر خواجہ محمد عمرؒ کو مقام حقیقت میں ایک مسئلہ میں ایسی الجھن پیش آئی جو آپؒ کی عقل و فکر سے بالاتر تھی۔ آخر حضرت سخی احمد یارؒ کی خدمت میں عرض کیا انہوں نے فرمایا: بیٹا! ابھی تم بچے ہو اور ایسے مقام کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ آپؒ نے عرض کیا اور کیا ہوگا۔ میں سوکھ کر کانٹا ہی ہوں جاؤں گا۔ بس یہ کہنا تھا کہ آپؒ کا جسم سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ جسم اور سر پر ایک بال بھی نہ رہا۔ فخر الحیاؒ نے فرمایا بیٹا مجھے اسی بات کا خدشہ تھا۔ اچھا مرضی مولیٰ ہمہ اولیٰ۔ آپؒ اس دوران کئی معالجوں کے زیر علاج رہے لیکن بیماری روز بروز بڑھنے لگی۔ آخر آپؒ کے معالج نے آپؒ کو دوسروں سے الگ رہنے اور الگ کھانے پینے کا حکم دیا۔

آپؒ اس وقت قصیدہ مضریہ کا ورد کیا کرتے تھے۔ قصیدہ مضریہ ہر وقت آپؒ کی زبان پر جاری رہتا تھا۔ بلکہ بوقت خواب بھی آپؒ کی زبان سے باآواز بلند کسی غلطی کے بغیر صحیح طور پر پڑھا جاتا تھا۔ آپؒ کو جب

صورت علیحدگی میں چھ ماہ گزرے۔ایک دن ماہ جیٹھ میں دوپہر کے وقت شہتوت کے درخت کے نیچے مکان کے قریب بیٹھے ہوئے تھے اور بحسب عادت قصیدہ آپؒ کی زبان پر جاری تھا کہ آپؒ کو مغرب کی طرف سے ایک شعلہ نور بجلی کی طرح گویا جلوہ طور نظر آیا۔جس کو دیکھنے کی تاب آپ کی آنکھیں نہ لاسکیں۔اسی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کی سواری آئی۔آپؒ نے کمال ہمت سے دیکھنے کی کوشش کی مگر صرف اسی شخص کے قدم جو پیش قدمی میں کنجکہ بردار ساتھ تھا۔زانو تک اور براق برق پا کے قدم زانو تک نظر آئے۔سوا اس کے کچھ نظر نہ آیا اور اس کنجکہ بردار نے عرض کیا؛ کہ یارسول اللہ! فداک ابی وامی یہ بھی ایک گناہگار ہے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اگر یہ گناہگار ہے تو معاف فرمایا۔آنحضور سرور کائنات رحمۃ اللعالمین فخر موجودات ﷺ کی چادر مبارک کا ایک کونہ آپؒ کے گلو سے سر کی طرف سر سے ہوکر گزرا۔آپؒ کے نزدیک ایک غلام باگڑیا تھا۔جو کھیت کو پانی دے رہا تھا۔آپؒ نے اس سے پوچھا کہ وہ سوار کس طرف چلا گیا ہے۔اس نے جواب دیا تو خود جاگتا ہے اور مجھے پوچھتا ہے۔تب آپؒ کو ایسا معلوم ہوا کہ یہ حالت خواب ہے۔حیران ہوکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔آپؒ کے سر میں خارش ہوئی۔ناخن مارا تو سر سے ایک باریک چمڑے کی ٹوپی جس میں بالوں کے سوارخ نظر آتے تھے الگ ہوگئی اور آپؒ اس کو ہاتھ پر رکھ کر دیکھنے لگے۔جب ہاتھوں پر نظر پڑی تو ہاتھ بھی صحیح وسالم نظر آئے۔پاؤں کو دیکھا تو تندرست پایا۔لب اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو سب صحیح تھے۔دریائے حیرت میں ایسے غرق ہوئے کہ کوئی کنارہ نظر نہ آیا۔گاہے خواب سمجھتے تھے گاہے بیداری۔گاہے مستی اور گاہے ہوشیاری کہ اچانک حضرت سخی صاحبؒ کی چارپائی پر نظر پڑی۔وہاں سے اٹھ کر آپؒ کی خدمت میں آئے۔آپ نے فرمایا اب کیا حال ہے۔آپؒ نے عرض کیا حضور آپ دیکھ سکتے ہیں۔آپؒ نے فرمایا فضل الٰہی ہو چکا ہے۔بے شک من رق باب الکریم الفتح۔ تجھے اب موضع مان میں حکیم کے پاس جانا چاہئے اور اس کو وجود دکھانا چاہئے۔وہ کیا کہتا ہے۔بحسب الارشاد اسی وقت آپ حکیمؒ کی خدمت میں گئے۔دوپہر کا وقت تھا۔وہ بھی اپنے مکان میں سویا ہوا تھا۔آپؒ کی آواز سن کر باہر آیا اور آپؒ کو دیکھ کر حیران ہوا۔کہنے لگا کون سی دوائی کھائی ہے۔آپؒ نے کہا دوائی تو کوئی نہیں کھائی۔کہنے لگا پھر کیا وجہ ہے کہ تو بالکل تندرست ہوگیا ہے۔آپؒ نے سارا ماجرا بیان کیا۔اس نے کہا کہ خدا کی ذات نے فضل کیا ہے۔طبابت کے علم پر چار راستہ کی خاک ڈالنی چاہئے۔اس نے اور لوگوں کو بلا کر کہا کہ اسے جانتے ہو۔سب نے کہا ہاں یہ وہ جذامی ہے جواب بالکل تندرست ہو چکا ہے۔اس

نے کہا آج دوپہر کے وقت تندرست ہوا ہے اور حقیقت حال بیان کی۔ سب نے سن کر واہ سبحان اللہ پکارا اور معجزۂ حیات النبی ﷺ کا اقرار دل و جان سے کیا اور آپؒ کے ساتھ سب نے پانی پیا۔ پھر آپؒ وہاں سے رخصت ہو کر حضرت سخی احمد یارؒ اور پھر گھر جا کر اپنی والدہ ماجدہ اہلیہ محترمہ اور باقی اقرباء سے ملے۔ سب گاؤں والوں اور اقرباء نے جب آپؒ کو دیکھا تو ورطۂ حیرت میں غوطے کھانے لگے اور سبحان اللہ کا نعرہ تمام گاؤں میں بلند ہوا اور چاروں طرف آوازۂ ایمان گونج اٹھا۔

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ يَا سَيِّدَ الْبَشَرْ

مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ

لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس بیماری میں آپؒ کے تمام وجود کے بال، ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن اتر گئے تھے اور اوپر کا لب بھی ایک انگشت کی مقدار بڑھ گیا تھا۔ جو اسی وقت معجزۂ نبی کریم ﷺ کی وجہ سے سالم ہو گیا بلکہ داغ بھی موجود نہ رہا۔

جب آپؒ نے مرضِ جذام سے شفا پائی تو حضرت سخی احمد یارؒ نے فرمایا کہ اب تم کو مجذوبوں کے پاس جانا چاہیے۔ ان کے حکم کے موجب آپ شہر جموں میں الف شاہ مجذوبؒ کی خدمت میں پہنچے۔ دیکھا کہ وہ مجذوب لوگوں پر پتھر برسا رہا ہے۔ اور لوگوں نے اس کے گرد دور دور تک حلقہ باندھ رکھا ہے۔ آپؒ نہایت شانِ ایمانی سے آگے بڑھتے گئے۔ مجذوب نے آپؒ کو مارنے کے لئے پتھر اٹھایا۔ کچھ دیر تک وہ پتھر اپنے دونوں ہاتھوں میں گردن تک اٹھائے رکھا اور آخر اس کو زمین پر رکھ دیا اور آپؒ کے السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام کہہ کر دوزانو بیٹھ گیا۔ آپؒ بھی بیٹھ گئے تو وہ کہنے لگا یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ جب کہ بھائی جی کا ٹاہلی پر ٹانگو ہے۔ بھائی جی نے دو کام کئے ہیں مگر ہم سے ایک بھی نہ ہو سکا اور پھر کہا بھائی جی کو میرا سلام کہنا۔ آپؒ یہ سن کر وہاں سے چلے آئے اور حضرتؒ کی خدمت میں آ کر تمام ماجرا بیان کر دیا پھر اپنے مرشد حضرت سخی احمد یارؒ کے حکم پر پیر جنگو شاہ مجذوبؒ کی خدمت میں گئے تو وہ دیکھتے ہی تکرار کرنے لگا کہ بھائی جی نے بڑا کنواں چلایا ہے۔ بھائی جی نے دو کنویں چلائے ہیں اور ہم نے ایک بھی نہ چلایا۔ بھائی جی کا بڑی دور

ڈیرا ہے۔ وہاں پہنچنا مشکل ہے۔ بھائی جی کو میرا سلام کہنا۔ آپؒ نے یہ ماجرا بھی حضرت سے کہہ سنایا۔

ایک بار حضرت سخی احمد یارؒ کے فرمانے پر میاں علی محمد نونؒ سکنہ باٹھ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ ان کے استقبال کو بڑھے اور راستہ میں خراس کے پتھر پر پاؤں پھنسا کر بیٹھ گئے۔ جب اٹھے تو پاؤں پھنس گیا۔ تب پاؤں کو مع پتھر اٹھا کر جھٹکا دیا تو بھاری پتھر دو ٹکڑے ہو گیا اور پاؤں نکل آیا۔ تو میاں نون کہنے لگے دیکھو وہ دہلی شہر کا دروازہ ٹوٹ گیا مگر بھائی جی کا مقام اس قدر برتر ہے کہ نظر ہی نہیں آیا۔ بس جاؤ جو دریافت کرنا ہو بھائی جی سے دریافت کرو۔ آپؒ نے تمام ماجرا حضرت سخی احمد یار سے عرض کیا اور کہا کہ اب مجھے اپنی خدمت میں قبول فرمائیں اور کہیں نہ جاؤں گا۔ اب مجھے حق الیقین ہو چکا ہے۔ حضرت خواجہ محمد عمرؒ زیادہ وقت حضرت سخی احمد یارؒ کی خدمت میں گزارا کرتے تھے اور فاقہ وقناعت سے ایام بسر کیا کرتے تھے۔

حضرت سخی احمد یارؒ، حضرت میاں خدا بخشؒ اور حضرت خواجہ محمد عمر رشتہ میں سگے بھائی تھے۔ اس لئے جائیداد اور اراضی میں برابر کے حصے دار تھے۔ مگر چونکہ میاں خدا بخشؒ اور خواجہ محمد عمرؒ اپنے برادر بزرگوار حضرت سخی احمد یارؒ کے ارادت مند اور عاشق صادق تھے اس لئے مشترکہ اراضی سے مرشد کے اصرار کے باوجود کچھ نہ لیتے تھے اور ایک وقت ایسا آیا کہ حضرت اعلیٰ مولانا نور احمدؒ کے فرمان کے مطابق ان دونوں نے اپنی اراضی حضرت سخی احمد یارؒ کے نام کر دی۔ جس کے جواب میں انہوں نے اپنے بیٹے میاں محمودؒ کو اراضی کی پیداوار کے مطابق میں سب قرابت داروں سے حسن سلوک کی تلقین کی۔

جب حضرت سخی احمد یارؒ نے قضائے الٰہی سے عالم جاودانی کو کوچ کیا تو حضرت خواجہ محمد عمرؒ کو زندگی بے کیف نظر آنے لگی۔ ایک رات حضرت سخی احمد یارؒ نے خواجہ محمد عمرؒ سے خواب میں فرمایا کہ یہاں سے کسی اور جگہ چلے جاؤں کیونکہ چند ماہ بعد یہاں جھگڑا ہونے والا ہے۔ آپؒ بیدار ہوئے تو اہل خانہ سے مشورہ کر کے گھر سے روانہ ہوئے۔ حالتِ استغراق میں معلوم نہ تھا کہ کدھر جا رہے ہیں۔ گوجرانوالہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ مشرق کی طرف چل رہا ہوں۔ رضا برضا مولا از ہما اوئی پر عمل کرتے ہوئے گوجرانوالہ ہی میں مقیم ہو گئے۔

آپؒ زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ اولیائے کرام میں یہ وصف خاص بھی ہوتا ہے کہ لقمہ حرام ان کے حلق سے نیچے ہی نہیں اترتا۔ روایت ہے کہ آپؒ کی شادی بارہ سال کی عمر میں موضع ٹھٹھہ شمہ میں اپنے ماموں کے گھر ہوئی تھی۔ جب آپؒ مکلاوہ لینے گئے تو آپؒ کے ماموں نے ایک مرغ امام مسجد سے ذبح کروا

کر آپؒ کے لئے پکوایا۔ آپؒ نے لقمہ نان شوربے میں تر کر کے منہ میں ڈالا تو وہ حلق سے نیچے نہ اترا۔ آپؒ نے وہ لقمہ باہر نکال دیا اور ماموں سے فرمایا کہ یہ حرام گوشت آپ کہاں سے لائے ہیں۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ امام مسجد ذبح کرنے میں غلطی کر گیا ہے۔ امام مسجد نے اپنی غلطی پر اصرار کیا تو آپؒ امام مسجد اور ماموں کے ہمراہ مولانا مولوی کرم اللہؒ کی خدمت میں تحقیق کے لئے حاضر ہوئے۔ مولانا نے فیصلہ حضرت خواجہ محمد عمرؒ کے حق میں دیا۔ یہ رات کا وقت تھا۔ جب مولانا کو اصل واقعہ کا علم ہوا تو فرمانے لگے کہ چراغ لاؤ۔ میں اس لڑکے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ چراغ کی روشنی میں مولانا نے آپؒ کو دیکھا تو کہا کہ منہ میں حلال و حرام کی تمیز کرنا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ہی کا فعل تھا۔ جو اس لڑکے سے سرزد ہوا ہے۔ یہ اصحاب سے کم نہیں ہے۔

گر شود ہر دوجہاں خوں مالا مال

کے خورد مرد خدا الا حلال

غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر نحیف البدن، دراز قد، رنگ گندم گوں، چہرہ بشاش، بینی دراز، کشادہ پیشانی، ہر ایک عضو ہموار، انگشتان دراز، قدم سبک اور تیز رفتار تھے۔ ریش مبارک سفید بمقدار مشت بمطابق شریعت تھی۔ جب چلتے تو اکثر پشت پر ہاتھ باندھ لیتے۔ سر کے بال پیشانی سے مرکزِ دماغ تک موجود نہ تھے۔ گرمی ذکر سے اکھڑ گئے تھے۔ آپؒ بوقت پیری بوجہ ضعیفی قدرے خمیدہ ہو گئے تھے۔ آپؒ کا لباس بلا تکلف گھر کا بنا ہوا ہوتا تھا۔ آپؒ کا تہبند اکثر نیلے رنگ کا ہوتا تھا۔ باقی قمیض چادر دستار اور ٹوپی سفید رنگ کی ہوتی تھیں۔ کسی طرح کی بناوٹ نہ تھی۔ ہاتھ میں عصا تھا مگر بالکل سادہ کالون والی ٹوپی، سادے کپڑے کی بنی ہوئی دستار کے نیچے ہوتی تھی۔ جو پیر و مرشد کی عطا کردہ تھی۔ کوئی نقص بوقت پیری بھی مانع نہیں ہوا تھا۔ بینائی اور سماعت درست تھے۔ البتہ وجود کم خوراکی اور ضعیفی و درازی عمر کے باعث کمزور ہو چکا تھا۔ آپؒ کا کلام فصاحت و بلاغت سے پر ہوتا۔ علمائے کرام سن کر انگشت بدنداں رہ جاتے۔ جب درویشوں کی خاص مجلس ہوتی تو پھر دریائے طریقت ایسا موجزن ہوتا کہ حقیقت کے موتی کناروں پر گرتے نظر آتے۔ جن کو اہل طریقت اپنے دامانِ دل میں سجا لیتے۔ آپؒ کا دربار حقیقت میں مظہرِ جود و کرم تھا کہ کوئی سائل آپؒ کے در سے خالی نہ جاتا تھا۔

آپؒ نے بوقت تہجد پانچ محرم 1309ھ کو تقریباً چوراسی سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ جب

حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ آپؒ کے جسم مبارک کو غسل دے رہے تھے تو حضرت خواجہ محمد کریم اللہؒ سر کی طرف پانی بہا رہے تھے۔ مولانا محبوب عالمؒ نے فرمایا کہ دیکھو حضور کا مرکز دماغ کا ذکر بعینہ بحالت بیداری جاری وساری ہے۔ ساتھ ہی مولانا کی آنکھوں سے خون کے آنسو ٹپک پڑے اور کہنے لگے کہ ہمارے پیرومرشدؒ ہمیں شرمندہ کر رہے ہیں کہ میں تو دنیا سے رخصت ہو کر بھی خدا کی یاد میں مصروف ہوں اور تم زندگی کی حالت میں بھی خدا سے غافل ہو جاتے ہو۔ اس پر چاروں طرف سے سبحان اللہ کا ورد ہوا۔ جب جنازہ چلا تو چارپائی کے بازوؤں سے لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تا کہ ہر ایک چارپائی کو کندھا دے سکے۔ اس کے بعد آپؒ کو آستانہ عالیہ قادریہ بازار خراداں گوجرانوالہ کے صحن میں ملحقہ مسجد کے جنوب کی طرف کلمہ توحید اور کلمہ شہادت کے بلند آواز ورد کی گونج میں دفن کیا گیا۔ آج بھی آپؒ کا مزار اقدس خواص وعوام کے لئے چشمۂ فیوض وبرکات اور مرکز انوار وتجلیات ہے۔

حضرت خواجہ محمد عمرؒ کی ذات بابرکات جامعہ کمالات اور کشف وکرامات کا مجسمہ تھی۔ ہر ایک حاجت مند کی حاجت روائی فرماتے تھے۔ آپؒ کے در سے دلوں کی مرادیں پوری ہوتی تھیں۔ سینکڑوں کفار آپؒ کی توجہ سے مسلمان ہوئے اور ہزاروں مسلمانوں نے آپؒ کے دستِ حق پر بیعت کی۔ دلوں کو زندہ جاوید بناتے ہوئے ذکر وفکر میں مشغول کیا اور ایک ہی نظر میں تشنگانِ معرفت اور طالبانِ حق واصل حق ہوئے۔ آپؒ سے متعلق بہت سی کرامات بیان کی جاتی ہیں۔ مولا کریم نے آپ کو ایسی خصوصیات سے نوازا تھا جن کا احاطہ ظاہر بین عقل نہیں کر سکتی۔

ایک بار آپؒ کو پیرومرشد کی طرف سے کنویں کی کھدوائی کا حکم ہوا تو آپؒ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ آج سے کنویں کی کھدوائی کرنے والے تمام مزدوروں کا کھانا میرے ذمہ ہے۔ اس وقت آپؒ کے گھر میں صرف اڑھائی من غلہ تھا۔ آپؒ نے اہلیہ سے فرمایا کہ یہ غلہ کوٹھی میں ڈال دو۔ جتنی ضرورت ہو نکالتی جانا مگر دروازہ نہ کھولنا۔ درجنوں آدمی آپؒ کے ساتھ کام کرتے رہے اور کھانا آپؒ کے ہاں سے ہی آتا رہا حتیٰ کہ اڑھائی مہینے گزر گئے۔ آپؒ نے اپنے فرزندِ ارجمند خواجہ محمد عبداللہؒ کے مکلاوہ کی دعوت بھی تمام برادری اور اہل دیہہ کو اسی گندم سے کھلائی تھی۔ جب کنواں تیار ہو گیا تو آپؒ کی اہلیہ نے کوٹھی کے دروازے کو کھول دیا اور اس میں موجود گندم کو تلوایا تو اس کا وزن بالکل پہلے جیسا تھا۔ آپؒ نے دیکھا تو فرمایا کہ میں نے تم کو منع کیا ہوا

تھا۔ اگر تم دروازہ کھول کر نہ دیکھتیں تو یہی گندم زندگی بھر کافی ہوتی۔

شجرہ طیبہ خاندان عالیہ قادریہ

حضرت غوث العصر خواجہ محمد عمر عباسیؒ قادری والیشان درخدمت حضرت فخر اخحیاءؒ درو الیشان درخدمت حضرت مولینا نورؒ احمد والیشان درخدمت حضرت شاہ محمد فیضؒ والیشان درخدمت حضرت شیر محمد غازیؒ والیشان درخدمت حضرت شاہ عبدالرحیمؒ والیشان درخدمت حضرت شاہ عبدالکریمؒ والیشان درخدمت حضرت شاہ جمال اللہ نوریؒ والیشان درخدمت حضرت شاہ سعیدؒ والیشان درخدمت حضرت میاں میرؒ بالا پیر والیشان درخدمت حضرت خضر ابدال بیابائیؒ والیشان درخدمت حضرت سید احمد ولیؒ والیشان درخدمت حضرت سید عابد کبیرؒ والیشان درخدمت حضرت ابوالقاسمؒ والیشان درخدمت حضرت موسیٰ حلبیؒ والیشان درخدمت حضرت خواجہ ابوبکرؒ والیشان درخدمت حضرت شیخ ابوداؤدؒ والیشان درخدمت حضرت شاہ سلیمانؒ والیشان درخدمت حضرت شیخ حفص ابوبکرؒ والیشان درخدمت حضرت خواجہ قرشی حسنؒ والیشان درخدمت حضرت عبدالرزاقؒ والیشان درخدمت حضرت ابومحمد محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ والیشان درخدمت حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ والیشان درخدمت حضرت شیخ ہنکاری حسنؒ والیشان درخدمت حضرت ابوالفرح طرطوسیؒ والیشان درخدمت حضرت شیخ عبدالواحدؒ یمنی والیشان درخدمت حضرت شیخ شبلیؒ والیشان درخدمت حضرت سیدنا جنید بغدادیؒ والیشان درخدمت حضرت سیدنا سری سقطیؒ والیشان درخدمت حضرت سیدنا معروف کرخیؒ والیشان درخدمت حضرت سیدنا داؤد طائی والیشان درخدمت حضرت حبیب عجمیؒ والیشان درخدمت حضرت خواجہ حسن بصریؒ والیشان درخدمت حضرت علی المرتضیٰؓ والیشان درخدمت سیدالانبیاوالمرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ

شجرہ طیبہ خاندان عالیہ عباسیہ

حضرت غوث العصر خواجہ محمد عمر عباسی قادریؒ وحضرت فخر اخحیاء سخی احمد یار عباسیؒ قادری بن حضرت خواجہ محمد جیونؒ بن حضرت پیر مردان علیؒ بن حضرت شیخ یار محمد بن حضرت شیخ محمد ماہی بن حضرت شیخ محمد محمودؒ بن حضرت شیخ محمد داؤد بن حضرت شیخ محمد کمال الدینؒ بن حضرت شیخ محمد عبدالرحمٰنؒ بن حضرت محمد اللہ دادؒ بن حضرت

شیخ جان محمدؒ بن حضرت شیخ محمد اسحاقؒ بن حضرت شیخ عطاءؒ الدین بن حضرت شیخ معین الدینؒ بن حضرت شیخ محمد صالحؒ بن حضرت شیخ محمود شاہؒ بن حضرت شیخ ابراہیمؒ بن حضرت شیخ مسعودؒ بن حضرت شیخ احمدؒ بن حضرت شیخ معروفؒ بن حضرت شیخ سریؒ بن حضرت شیخ جنیدؒ بن حضرت شیخ محی الدینؒ بن حضرت شیخ منصورؒ بن حضرت شیخ فانی باللہؒ بن حضرت شیخ ضیاء الدینؒ بن حضرت شیخ محمد صادقؒ بن حضرت شیخ محمد تقیؒ بن حضرت شیخ بہاؤ الدینؒ بن حضرت شیخ وجیہ الدینؒ حضرت شیخ زکریاؒ بن حضرت شیخ علاؤ الدینؒ بن حضرت ہرمزؒ بن حضرت شیخ نور الدینؒ بن حضرت شیخ نظام الدینؒ بن حضرت شیخ ابوبکرؒ بن حضرت شیخ تاج الدینؒ بن حضرت شیخ رکن عالمؒ بن حضرت شیخ سیدنا عبداللہ نصیر الدینؒ بن حضرت سیدنا عباسؓ (عم حضرت سید الانبیاو المرسلین ﷺ)

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا محمد عمر رتالوی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مولوی محمد عمرؒ کا شمار بھی صوفیائے علم وحکمت میں ہوتا ہے۔ آپؒ کے والد مولانا محمد عبداللہ درویشؒ تھے۔ آپ رتالی ورکاں ضلع گوجرانوالہ کے معروف کھوکھر خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؒ کا خاندان شروع سے علم وفضل کا منبع اور رشد وہدایت کا مرکز تھا۔ طالبانِ علم دور دراز سے آپؒ کے بزرگوں کے پاس تحصیل علم کے لئے آیا کرتے تھے۔ اس طور تدریس علوم دین اس خاندان کا کئی مدتوں سے شعار حیات رہا ہے۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم اور خاندان کے دوسرے بزرگوں سے حاصل کی۔ پھر مروجہ دینی تعلیم کے حصول کے لئے دور دراز کے شہروں کا رخ کیا اور وہاں کے معروف دینی مدارس سے اکتساب فیض کیا۔ مختلف علمائے کرام سے دینی وروحانی برکات حاصل کرتے ہوئے آپؒ دہلی جا پہنچے اور وہاں حضرت شاہ ولیؒ اللہ محدث دہلوی کے مدرسہ عالیہ میں اکتساب فیض کے لئے داخل ہو گئے۔ مقررہ مدت تک حصول تعلیم کے بعد اپنے گاؤں رتالی ورکاں میں تشریف لے آئے اور اپنے گاؤں کو مرکز تدریس بنا کر علاقہ بھر کے متلاشیان علم و حکمت کو زیور علوم دینیہ سے آراستہ کرنے لگے۔

علوم دین کی تکمیل ہو چکی تو آپؒ کو علم طریقت میں راہنمائی کے لئے کسی مرد یگانہ کی جستجو نے آلیا۔ مختلف مشائخ کی خدمت میں حاضری دیتے ہوئے آلو مہار شریف کے دانائے راز حضرت پیر سید محمد امین شاہؒ

کے پاس جا پہنچے۔ پہلی حاضری میں گوہر مقصود کے مل جانے کا احساس ہو گیا اور حضرت شاہ صاحبؒ سے باقاعدہ بیعت ہو گئے۔ مشعل تیار ہو چکی تھی اب اسے دیا سلائی دکھانے کی ضرورت تھی۔ حضرت پیر سید امین شاہؒ بھانپ گئے کہ ان کے پاس حاضری دینے والا صاحبِ علم و حکمت ہے۔ اس لئے انہوں نے مولوی محمد عمرؒ کی روحانی تربیت پر خصوصی توجہ دی اور بہت جلد مولوی صاحبؒ سوز و ساز روحانی کی عظیم دولت سے بہرہ ور ہو گئے۔ شیخ نے انہیں خلافت عطا کرتے ہوئے رتالی ورکاں میں فیوض روحانی عام کرنے کی تلقین فرمائی۔

اب رتالی ورکاں میں آپؒ کی خدمت میں حاضری دینے والوں کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی۔ آپؒ اپنے طالب علموں کو علوم دینی بھی پڑھاتے اور انہیں اپنی زندگیاں سنت نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھالنے کے آداب بھی سکھاتے۔ آپؒ خود بھی صاحبِ طریقت و شریعت تھے۔ اس لئے تلامذہ اور متعلقین بھی تعلیمات مصطفوی ﷺ کا نمونہ بن گئے۔ آپؒ کی زبان میں تاثیر تھی اس لئے آپؒ جس پر توجہ فرماتے وہی سنت رسول ﷺ کا سچا پیروکار بن جاتا۔

قدرت نے آپؒ کو شاعری کا ذوق بھی ودیعت کر رکھا تھا۔ آپؒ اپنی تعلیمات و ارشادات کو آسان پنجابی اشعار میں ڈھال کر عوام الناس کے سامنے پیش کرتے تو عوام کے دل متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ اسی اثنا میں آپؒ کے مرشد حضرت محمد امین شاہؒ نے آپؒ سے فرمائش کی کہ اپنی شعری صلاحیتوں کو پورے خلوص سے بروئے کار لاتے ہوئے قرآن پاک کی منظوم تفسیر پنجابی میں تحریر کریں۔ آپؒ نے اپنے شیخ طریقت کے حکم پر اس کام کا آغاز کر دیا۔ آپؒ نے حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی تقلید میں اپنے پیر و مرشد کے نام پر اس تفسیر کا نام محمد امینی رکھا۔ آپؒ نے اپنی زندگی میں اس تفسیر کا کچھ حصہ طبع کروایا۔ پہلی جلد پانچ سیپاروں کی پنجابی منظوم تفسیر پر مشتمل تھی۔ جس کا سن اشاعت ۱۳۱۸ھ ہے۔ اس کے صفحہ اول پر اس کا عنوان یوں رقم طراز ہے۔

قرآن مجید مترجم پنجابی مع تفسیر نور علیٰ نور

تفسیر محمد امینی پنجابی

تفسیر محمد امینی جہاں علمی و روحانی لحاظ سے متاع بے بہا ہے۔ وہاں ادبی و شعری لحاظ سے بھی لائق صد تحسین ہے۔ آپؒ نے تفسیر کے دوران اس امر کا پورا پورا اہتمام کیا ہے کہ شاعری کے اسلوب میں قرآنی

تفسیر کا تقدس مجروح نہ ہونے پائے۔آپؒ کی شاعری پرتاثیر اور دلوں کو گداز شوق بخشنے والی ہے یہی وجہ ہے کہ اس تفسیر کو اپنے دور میں غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی اور اہل ایمان نے اسے سرمایۂ بصیرت بناتے ہوئے اس سے اکتساب فیض کرنے کو سعادت جانا۔اب ہم نمونہ کلام کے طور پر آپ کی اس تفسیر کے مختلف مقامات سے چند اقتباسات نذر قارئین کر رہے ہیں تاکہ ادب ذوق حضرات اور اہل ایمان کو اس تفسیر کی علمی و ادبی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے۔

صحبت نیکاں

صحبت اولیاواں دی سارے مومن واجب جانوں
اصحاب صفہ نبی دی صحبت رکھدے تسیں پچھانوں
صحبت پیراں کامل اکمل خاص رسولی جانوں
کیوں جو ایہہ رسولی نائب تسیں یقینوں مانوں
جدوں اللہ پیغمبر ساڈے رحمت نال بلایا
خیر الرسل ہوئے اوہ سانوں خیر الامم سنایا
صحبت نیکاں دی جے کر سو آخر نیکی پاؤ
ہور حشر نوں سنگ انہاندے تسیں اٹھاندے جاؤ
بریاں صحبت کرنی ہرگز لائق نائیں بھائی
جونہیں چال رسول موافق اوہو برا ایہائی

آپ کی تصانیف وتالیفات میں سے ہمیں مندرجہ ذیل کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔

1 قرآن مجید کا مکمل ترجمہ بزبان پنجابی
2 لباب الاخبار بشرح مشکوٰۃ ترجمہ کتاب بزبان فارسی تشریح وتوضیح بزبان پنجابی
3 اربعین نووی تشریح بزبان پنجابی
4 تفسیر قرآن بزبان پنجابی منظوم

☆☆☆☆☆☆

حضرت دیوان محمد عمر مست جنیدی قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے آباؤ اجداد تبلیغ اسلام کے لئے مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے برصغیر میں آ کر آباد ہوئے تھے۔ آپؒ کے دادا حضرت عبدالستارؒ قادری سلسلہ کے بزرگ تھے اور ولی کامل بھی تھے۔ آپؒ کے والد ماجد کا نام قطب الدّین تھا۔ جو جید عالم دین بھی تھے اور زمینداری بھی خود ہی کرتے تھے۔ آپؒ کے والد نے پہلی شادی کی مگر اس میں سے بھی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ پھر دوسری شادی کی اس میں سے بھی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ پھر تیسری شادی کی تو اس میں سے اولاد ہونے کی کوئی امید نہ تھی۔ پھر آپؒ کی ملاقات حضرت سلطان احمد قادریؒ علی پور سیداں والے سے ہوئی۔ انہوں نے آپؒ کو خوشخبری دی کہ ہم نے آپؒ کیلئے حضور غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے دربار سے ایک فرزند لے لیا ہے۔ پھر انہوں نے آپؒ کو گلاب کے دو تازہ پھول دیئے اور فرمایا کہ ایک آپ کھالیں اور ایک اپنی اہلیہ کو کھلا دیں۔ پھر 17 ہاڑ بمطابق 31 جون 1870ء کو آپؒ کی ولادت ہوئی۔ آپؒ پیدائشی ولی تھے۔ آپؒ کا آبائی گاؤں نوئیکے موضع ہندو چک ضلع گوجرانوالہ ہے۔ آپ کا اصل نام محمد عمر مست رکھا تھا۔ اور دیوانِ اعظم آپؒ کا لقب تھا۔ آپؒ نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ نو سال کی عمر میں آپؒ کے والد کی وفات ہوگئی تھی پھر آپؒ کے رشتہ داروں نے آپؒ کی زمینوں پر اور گھر پر قبضہ کر لیا اور آپؒ کو اور آپؒ کی والدہ کو جان سے مار دینے کی دھمکی دیکر گھر سے نکال دیا۔ پھر 15 سال کی عمر میں آپؒ کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا پھر آپؒ لاہور آ گئے اور مختلف مدارس میں صرف نحو، فلسفہ اور منطق کی کتابیں پڑھیں۔ پھر آپؒ دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور وہاں سے حدیث کی سند حاصل کی۔ پھر آپؒ نے رائے بریلی کے دارالعلوم سے تفسیرِ قرآن اور فقہ کی سند حاصل کی۔ پھر آپؒ نے مختلف مساجد میں امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ پھر آپؒ دو سال تک بادشاہی مسجد لاہور میں خطیب رہے۔

آپؒ اکثر حضرت داتا صاحب علی ہجویریؒ، حضرت پیر مکیؒ، اور حضرت میاں میرؒ کے مزارات پر حاضری دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت داتا صاحبؒ کے مزار پر آپؒ کی ملاقات حضرت میاں کبیر احمد صاحبؒ سے ہوئی۔ انہوں نے آپ کو حاجی دیوان صاحبؒ خانقاہ ڈوگراں والے کے مزار کے قریب

رہائش اختیار کرنے کا مشورہ دیا تو آپ پھر وہاں چلے گئے۔ پھر وہاں آپؒ کی ملاقات مختلف علمائے کرام اور مشائخ عظام سے ہوتی رہی۔ جن میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ، حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پور سیداں والے اور حضرت حافظ جماعت علی شاہ صاحبؒ قابل ذکر ہیں۔ پھر حضرت حاجی دیوان ؒ صاحب کے مزار کے قریب ایک واقعہ پیش آیا۔ جس نے آپؒ کو تلاش حق کے لئے مجبور کر دیا تھا۔ آپ ؒ مزار کے قریب سے گزر رہے تھے ایک درخت کے نیچے کچھ درویش بھنگ گھوٹ رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک نوجوان نظر آیا۔ جوان سب سے بہت مختلف تھا۔ آپؒ پر بھنگ کی چھینٹیں پڑیں تو آپؒ نے غصہ میں آ کر بھنگ والا برتن توڑ دیا تو اس نوجوان نے کہا کہ مولوی صاحب تم نے اچھا نہیں کیا۔ ایک وقت آئے گا تم اس طرح کی بھنگ خود تیار کر کے ہمارے بھائیوں کو پلاؤ گے۔ پھر آپ گھر گئے تو ساری رات نیند نہ آئی اور وہی بات ذہن میں گھومتی رہی پھر آپؒ بہت بے چین رہنے لگے۔ اور کسی مرشد کی تلاش میں پھرتے رہے۔ پھر آپؒ ایک مرتبہ حضرت میاں فرزند علیؒ قادری نوشاہی کے پاس فتح پور ضلع شیخوپورہ چلے گئے۔ جو آپؒ کے سگے ماموں تھے۔ آپؒ نے ان سے بیعت کی درخواست کی تو انہوں نے کہا تم ہمارے اونٹ چرایا کرو۔ آپؒ ایک سال تک ان کے اونٹ چراتے رہے پھر ایک مرتبہ انہوں نے آپؒ کو بلا کر کہا کہ مولوی صاحب ہمارے پاس تمہارا حصہ نہیں ہے۔ میں تم کو بیعت نہیں کر سکتا آپؒ کہیں اور جا کر مرشد کی تلاش کریں۔

پھر آپؒ وادیٔ کشمیر میں دیوان نام کے بزرگ ہیں۔ ان کی خانقاہ چلے گئے۔ وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ بزرگ تو حج کے لئے چلے گئے ہیں۔ وہاں کے لوگوں نے آپؒ کو کہا کہ اگر یہاں رہنا ہے تو ہمارے لئے بھنگ تیار کرنا پڑے گی اور حقہ بھی بنانا ہوگا۔ پھر آپؒ ایک سال تک وہاں خدمت کرتے رہے۔ ایک سال بعد جب وہ بزرگ تشریف لائے تو انہوں نے آپؒ کو پہچان لیا اور آپؒ کے ساتھ بہت عزت و احترام سے پیش آئے۔ اور فرمایا کہ آپؒ کا حصہ میرے پاس بھی نہیں ہے مگر آپؒ صرف حاجی دیوان صاحبؒ کے مزار پر ہی چلے جائیں کہیں اور نہ جائیں۔ آپؒ دوبارہ خانقاہ ڈوگراں پہنچے تو وہاں سالانہ عرس شروع تھا۔ وہاں آپؒ کو وہی نوجوان مل گیا۔ جس نے آپ کو کہا تھا کہ آپ بھی ایک دن ایسا ہی کریں گے۔ اس نوجوان نے آپؒ کو مخاطب کر کے کہا مولوی صاحب کیا آپ کو عالم دین ہونے کا غرور ختم ہو گیا

ہے اور کیا آپؒ کو شریعت کا اصل مفہوم سمجھ آ گیا ہے پھر اس درویش نے آپ کو سینے سے لگا لیا اور کہا کہ میں وہی حاجی دیوان ہوں جس کا عرس ہو رہا ہے۔ میں آپ کو بیعت نہیں کر سکتا۔ اس لئے آپؒ کو ظاہری مرشد کی ضرورت ہے۔ پھر وہ آپ کو ساتھ لے کر سندر شریف ضلع لاہور لے آئے اور کہا کہ یہاں حضرت نواب علی صاحب قادری نوشاہی سچیاریؒ ایک بزرگ ہیں۔ ان کے پاس تمہارا حصہ ہے۔ آپؒ ان سے بیعت کریں پھر آپؒ نے ان سے بیعت کی اور چار سال تک ان کے پاس رہے۔ پھر وہ بزرگ آپ کو لے کر گوجرانوالہ شہر کے قریب ایک ویرانے میں لے آئے اور آپؒ کو حکم دیا کہ آپ یہاں درخت کے نیچے رہیں گے اور درخت کے اردگرد ایک دائرہ لگا کر چلے گئے۔ وہ جگہ جنات کے لئے مشہور تھی۔ اور سانپ بھی وہاں کثرت سے پائے جاتے تھے۔ وہاں آپؒ کے مرشد نے آپؒ کو اسم اعظم بھی تلقین کیا تھا۔ وہاں آہستہ آہستہ آپؒ کی بھوک پیاس ختم ہوگئی اور ظاہری حواس بھی ختم ہو گئے پھر آپؒ تین سال تک اسی حالت میں رہے۔ نہ جنات نے آپ کو کوئی نقصان پہنچایا اور نہ ہی سانپوں کا زہر آپ پر کوئی اثر کر سکا۔ پھر تین سال بعد آپؒ کے مرشد وہاں آئے اور آپ کو وہاں سے واپس سندر شریف لے گئے اور پھر وہاں چند دن رہنے کے بعد آپؒ کو حکم دیا کہ آپ ہر روز بیس کوس سفر کریں گے۔ 20 کوس سے پہلے کہیں قیام نہ کریں گے اور تین سال تک یہ سفر جاری رکھیں گے پھر آپؒ سفر کیلئے نکل گئے۔ آپؒ کے ساتھ ایک آدمی کی بھی ڈیوٹی لگا دی۔ آپؒ مختلف بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے ہوئے ایران پہنچے۔ وہاں حضرت امام موسیٰ رضا کے مزار پر حاضری دی پھر حضور غوث پاکؒ کے مزار پر چلہ کیا۔

پھر حج کے لئے مکہ مکرمہ چلے گئے وہاں سے مدینہ شریف حاضری دے کر واپس اپنے مرشد کے پاس آ گئے پھر آپؒ کے مرشد آپؒ کو گوجرانوالہ کے قریب کوٹلی مغلاں میں حضرت سید عبدالعزیز شاہ مدارؒ کے مزار پر لے گئے اور کہا کہ آج کے بعد آپؒ اس مزار کی خدمت کیا کرو گے پھر اسی طرح سلسلہ چلتا رہا۔ بہت سے لوگ آپؒ سے مستفیض ہوتے رہے پھر آپ کے مرشد نے آپؒ کا نکاح کر دیا۔ اس میں آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی پھر آپؒ نے دوسرا نکاح کیا تو اس میں چار بیٹے اور سات بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ دو بیٹے اور سات بیٹیاں وفات پا گئیں۔ آپؒ کا وصال 6 جون 1978ء کو تہجد کے وقت ہوا۔ آپ کا مزار کوٹلی مغلاں حضرت شاہ مدارؒ کے مزار کے ساتھ واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت محمد عمر الدین طالب چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

شریعت وتصوف اور شعروادب کا حسین امتزاج جناب طالب چشتی کی تصانیف میں جھلکتا ہے۔ گو ان کے نام کے ساتھ گڑھ شنکری لکھا جاتا ہے۔ گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور میں ایک قصبہ ہے جہاں وہ بطور مدرس مقیم رہے۔ جہاں تک ان کے وطن مالوف کا تعلق ہے وہ ہر چوکی ضلع گوجرانوالہ ہے۔ تفسیر سورہ فاتحہ کے ابتدائی اوراق میں وہ اپنی عمر 85 سال بتاتے ہیں اور یہ تفسیر 1324ھ میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ ظاہر ہے کہ تحریر پہلے کی ہوگی۔ یوں اندازاً ان کی پیدائش 1850ء کے لگ بھگ ہوئی اور ایک سو چھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ تعلیم وتربیت گوجرانوالہ میں ہوئی، اپنی تالیف شجرہ طیبہ کے صفحہ 284 پر وہ مختصراً اپنے کچھ حالات بھی لکھتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ موضع ہر چوکی میں ایک شخص ابراہیم نامی ان کے پاس تحصیل علم کے لیے آیا وہ حضرت خواجہ محمد سلیمان شاہ تونسویؒ چشتی نظامی کا مرید تھا۔ وہ اکثر اپنے مرشد کا ذکر کرتا رہتا تھا۔ ان کے دل میں بھی ان کی بیعت کا خیال آتا تھا مگر جب انہوں نے اظہار کیا تو پتہ چلا کہ حضرت خواجہ تونسویؒ وفات پا چکے ہیں۔ وہ بہت متاسف ہوئے۔ اور ان کے دل میں حسرت رہ گئی۔ بعد میں وہ بہ سلسلہ ملازمت گڑھ شنکر آئے۔ وہاں سید خواجہ محمد یحییٰؒ بن حضرت سید نصیرالدین بن سید غلام اولیاءؒ بن سید خواجہ غلام فرید مودودی گنگوہی چشتی تشریف لائے اور جناب طالب چشتی کو خواب میں ایک بزرگ سفید ریش نورانی صورت نے فرمایا۔ عمرالدین تو ہمارا مرید ہونا چاہتا تھا خیر اتفاق سے وہ بات ظہور میں نہ آئی لو اب یہ پیرجی صاحب گنگوہی جو یہاں تشریف لائے ہیں۔ ان کا اور ہمارا ایک ہی طریقہ ہے۔ تم ان کے مرید ہو جاؤ۔ یوں حضرت طالب چشتیؒ حضرت خواجہ محمد یحییٰ گنگوہیؒ کے مرید ہوئے اور علوم ظاہری وباطنی سے بہرہ ور ہوئے۔ ایک عرصہ قرآن پاک لکھتے رہے۔ بعد میں ملازمت سے بھی دل اُکتا گیا۔ دیوان حافظ سے رجوع کیا چنانچہ ملازمت چھوڑی اور یاد خدا میں عزلت نشین ہوئے اور ایک عرصہ رشد وہدایت کی شاہراہ کو جگمگاتے رہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت قبلہ عبدالمجید قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ہندوستان کے ضلع جالندھر پنجاب میں 1934ء کو مستری غلام محمد قوم مغل کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کے دو بڑے بھائی عبدالغنی، اور عبدالرحیم تھے اور آپ کے والد صاحب کو مرشدِ حق حضرت بابا جی رُلیا شاہ سرکار قادری قلندر نے بیٹے کی بشارت دی اور فرمایا کہ یہ تمہارا بیٹا ہمارا جانشین ہوگا اور اس کی تربیت ہم خود فرمائیں گے۔ اور جب 1934ء کو آپ سرکار جناب قبلہ عبدالمجید قادریؒ پیدا ہوئے تو آپؒ کے والد گرامی نے آپ کو لے جا کر اپنے مرشد کی گود میں ڈال دیا۔ آپؒ نے بچے کو گود میں لیا پیار کیا اور کہا کہ آج کے بعد یہ ہمارا بیٹا ہے۔ کم سنی کے عالم میں ہی آپ سے بہت سی خلاف عادت حرکات وکرامات ظاہر ہونا شروع ہوگئیں اور بچپن میں ہی آپ ان کے بیعت ہوگئے تھے اور آپ کے مرشد نے آپ کے والد محترم غلام محمد صاحب کو دُعا دی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سات بیٹے عطا کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے مرشد پاک کی دُعا سے آپ کو سات فرزند عطا فرمائے۔ آپ ہمیشہ کمزوروں اور غریبوں کی مدد کیا کرتے تھے درد دل رکھنے والے انسان تھے کسی کی مصیبت میں دیکھ کر آپ کا دل تڑپ کر رہ جاتا تھا اور اس کی ہر قسم کی مدد کیا کرتے تھے۔ آپ دعوت مجیب میں سے تھے جس کے لئے جو دُعا اپنے ربّ سے مانگتے وہ ضرور پوری ہوتی تھی۔ اگر کسی کے گھر میں بیٹیاں ہی پیدا ہو رہی ہیں اور وہ آپ کے پاس آ گیا اور کہتا کہ حضرت میرے گھر اتنی بیٹیاں ہیں تو آپ نے کہہ دیا کہ جا اب بیٹا ہوگا اور پانی دم کر کے دیتے تھے۔ انشاء اللہ بیٹا ہی پیدا ہوتا تھا۔ سیالکوٹ سے ایک دوست بتانے تھے کہ وہ دودھ کا کام کرتے تھے اور بعض اوقات چلان ہو جاتا تھا تو ہم سرکار عبدالمجید قادری قلندریؒ کے پاس آتے اور کہتے کہ کل ہماری تاریخ ہے اور ہمارا چالان ہو گیا ہے تو آپ فرماتے کہ تو کیا چاہتا ہے جب ہم کچھ کہنے لگتے تو آپ کہتے کہ جا مجسٹریٹ کو ہی کہہ دیا ہے جب ہم جاتے تو مجسٹریٹ خود ہم سے پوچھتا کر بتا کیا کروں اور ہم جو بھی کہہ دیتے مجسٹریٹ وہی لکھ دیتا۔ مثلاً ہم کہہ دیتے کہ چھوڑ دے تو وہ چھوڑ دیتا۔ اگر ہم کہہ دیتے کہ دس روپے جرمانہ کر دے تو وہ ہمیں دس روپے جرمانہ کرتا اور دوسرے لوگوں کو بیس ہزار جرمانہ کرتا تھا۔

اسی طرح اگر کوئی آ کر کہتا کہ ہمارے گھر میں یا ہمارے کسی رشتہ دار پر آسیب ہے آپ آ کر دم

کردیں تو آپ کہتے کہ جا کہ میرا نام لے کر اسے کہہ کر بھائی عبدالمجید نے آپ کو حکم دیا ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ تو جنات فوراً ہی اس انسان کو یا گھر کو چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔ایک دوست بتا رہا تھا کہ فیصل آباد میں ان کی ہمشیرہ کے گھر میں آسیب ہیں اور ہم نے بہت سے عاملوں کی مدد سے ان کو نکالنے کی کوشش کی مگر بے سود۔کوئی فائدہ نہیں ہوا اور جب سرکار بھائی عبدالمجید قادری قلندری سے گزارش کی تو آپ نے یہیں سے آواز دی کہ جاؤ چلے جاؤ اس دن کے بعد سے آج تک کبھی علامت آسیب ظاہر نہیں ہوئی۔

اسی طرح کاروبار کے متعلق بہت سے دوست آ کر بتاتے تھے کہ ہمارے کاروبار میں یہ مسئلہ ہے یا فلاں پارٹی کی طرف سے پیسے نہیں مل رہے یا فلاں گاہک ہمیں تنگ کر رہا ہے تو آپ سرکار فرماتے کہ جا کر اپنی پارٹیوں کے فون سنو۔ان کے فون آ رہے ہیں اور جب اپنے دفتر یا فیکٹری جاتا تو واقع ہی جو پارٹیاں آرڈر دینے سے انکار کر رہی ہوتی تھیں وہ بھی لوگ کہہ رہے ہوتے تھے کہ ہمارا اتنا آرڈر لکھ لو۔اسی طرح کے بہت سے لاتعداد واقعات سے ان کی زندگی بھری پڑی تھی اگر لکھنے بیٹھ جائیں تو دفتر کے دفتر بھر جائیں اور واقعات ختم نہ ہوں۔

ایک مرتبہ آپؒ بیمار ہو گئے اور کافی زیادہ تکلیف ہو گئی۔گوجرانوالہ ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا اور ہسپتال میں ڈاکٹروں نے جواب دے دیا اور کہا کہ ان کے لئے دعا کریں ان کو مختلف تکلیفیں ہیں۔ایک کا علاج ہوتا ہے تو دوسری بڑھ جاتی ہے۔دوسری کو کنٹرول کرتے ہیں تو تیسری کنٹرول سے باہر ہو جاتی ہے۔ آپ دعا کریں اور ان کو گھر لے جائیں ان کی زندگی پوری ہو گئی ہے۔ان کا بچ جانا بہت مشکل ہے۔آپؒ گھر آ گئے اور آ کر تھوڑی دیر کے لئے آرام فرمایا اور جب سو کر اٹھے تو کہنے لگے کہ فکر نہ کرو میری زندگی پوری ہو گئی تھی اور اب میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر پانچ سال اور لے لئے ہیں۔ان پانچ سالوں میں میں نے اپنے بچوں کی شادیاں کرنی ہیں اور واقعی پانچ سال کے بعد ان کا وصال ہو گیا۔اور آپؒ 6 دسمبر 1994 بروز جمعۃ المبارک کو شام کے وقت 60 سال کی عمر میں داعی الحق کو لبیک کہہ گئے اور اس فانی دُنیا سے رخصت ہو گئے۔آپؒ کا مزار شریف ماڈل ٹاؤن اے بلاک قبرستان بالمقابل جنازگاہ میں واقع ہے اور ہر سال شعبان کے تیسرے جمعۃ المبارک کو آپؒ کا عرس نہایت شان وشوکت سے منایا جاتا ہے جس میں پاکستان کے مایہ ناز

نعت خواں حضرات اور قوال اپنی اپنی حاضری پیش کرتے ہیں۔

شجرہ طریقت

حضرت پیر عبدالمجیدؒ مرید بابا رولیاء شاہؒ مرید سید احمد شاہؒ مرید غلام قادرؒ مرید غلام محی الدینؒ مرید نور احمد عرف سائیں منکہ شاہؒ مرید قلندر عبدالرسول شاہؒ مرید غلام غوث بٹالوی مرید غلام قادر شاہ بٹالویؒ مرید شاہ فضل دین قادری بٹالویؒ مرید شاہ محمد افضلؒ مرید ملاں طاہر بندگی لاہورؒ مرید شاہ سکندر کیتھلیؒ مرید شاہ کمال کیتھلیؒ۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت عنایت شاہ ولی چشتی صابری قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی تاریخ پیدائش اور وفات کا صحیح علم نہ ہوسکا۔ آپؒ تقسیم ہندوستان سے بہت پہلے گوجرانوالہ تشریف لائے۔ آپؒ کا مزار مبارک نہایت دلکش اور عمدہ بنا ہوا ہے۔ آپؒ مست الست اور قلندر مشرب تھے۔ آپؒ کے مزار پر ہزاروں عقیدت مند آتے ہیں اور اپنی مرادیں لے کر جاتے ہیں۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال جیٹھ کی تیسری جمعرات کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک اعوان چوک ڈوگر کالونی نوشہرہ روڈ میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت محمد عبداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ بوقت صبح صادق بروز عید الفطر یکم شوال ۱۲۶۱ھ کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی شیخ العالم حضرت خواجہ محمد عمر عباسیؒ قادری کا شمار نامور اولیائے امت میں ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت کے بعد آپ کے تایا جان حضرت سخی احمد یارؒ نے آپ کے کان میں اذان دی اور روحانی ترقی و سرفرازی کی خصوصی دعاؤں سے نوازا۔ آپ کے والد محترم نے آپ کا نام محمد عبداللہ تجویز کیا۔ انہی دعاؤں اور روحانی و نظری تربیت کا عصر تھا کہ آپ مستقبل میں اعلیٰ روحانی مقام پر فائز ہوئے۔

آپ کے والد محترم اور تایا جان کی رہنمائی ہر قدم پر آپ کے شاملِ حال رہی اور آپ اوائل عمر سے ہی زہدو تقویٰ اور عبادت وریاضت کے ماحول میں ڈھل گئے۔ حصول تعلیم کے لئے آپ کو حضرت حافظ اللہ جوایاؒ قادری کے سپرد کیا گیا۔ حضرت حافظ اللہ جوایاؒ حضرت سخی احمد یارؒ کے خلیفہ خاص تھے۔ ان کی زیرِ نگرانی آپ نے قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی آپ کی طبیعت بچپن ہی سے جلالی تھی۔ ایک بار حضرت خواجہ محمد عمرؒ نے حضرت سخی احمد یارؒ کی خدمت میں طبیعت کی سختی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ'' محمد عبداللہ تم سے پیچھے نہیں رہے گا'' اور انشااللہ تختِ ولایت پر سلطان بن کر حکومت کرے گا۔

حضرت محمد عبداللہ بڑے ہوئے تو آپ نے اپنے والد محترم سے استدعا کی کہ مجھے بیعت فرمائیں جس پر انہوں نے فرمایا کہ ابھی تمہیں چند مجذوبوں کے پاس جانا ہے۔ اباجان کے حکم کی تعمیل میں یہ جس مجذوب کے پاس حاضر ہوتے وہی پکار اُٹھتا کہ صاحبزادے آپ کو اپنا گوہرِ مراد والد محترم کی آغوشِ تربیت ہی میں نظر آئے گا۔ وہ غوث وقت ہیں۔ انہی سے رجوع کریں۔ آپ پھر حضرت خواجہ محمد عمرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام صورت حال بیان کر کہ بیعت کی درخواست کی۔ جس پر انہوں نے آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا اور آپ روحانی منازل نہایت تیزی سے طے کرنے لگے۔ جلد ہی حضرت خواجہ محمد عمرؒ نے آپ کو خرقہ خلافت عطاء فرمادیا۔ آپ کی عظمتِ علمی اور جلالتِ روحانی کا شہرہ چاروں طرف پھیلنے لگا۔ جب حضرت خواجہ محمد عمرؒ نے وصال فرمایا تو ان کے سجادہ نشین کی حیثیت سے ان کے فیوض وبرکات کی شمعِ پرُ انوار سے تاریک دلوں کو منور کرنے لگے۔

حضرت خواجہ محمد عبداللہ صاحب کرامات کثیر تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب اولیاء اللہ رضائے خداوندی میں اپنی زندگی کو فنا کر دیتے ہیں تو پھر ان کا ہر فعل اور ہر قول تقدیر الٰہی کا پرتو بن جاتا ہے۔ آپ قائم الیل والنہار تھے۔ آپ کے شب وروز اللہ کی عبادت اور تسبیح وتہلیل میں بسر ہوتے تھے۔ عوام مختلف مسائل کے حل کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ خدا کی عطا کردہ معرفت کی بدولت ان کی دستگیری فرماتے۔ آپ کی کرامات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ آپ نے بے شمار دلوں کو ذوق یقین سے آشنا کیا۔ توحید کا درس دیا اور عشق رسالتمآب ﷺ کی دولتِ عظیم سے بہرہ ور فرمایا۔

آپ نے بتاریخ 29 جنوری 1912ء کو 75 برس کی عمر میں وفات پائی اور بازار خراداں

گوجرانوالہ میں واقع دربار عالیہ قادریہ میں اپنے والد محترم حضرت خواجہ محمد عمر قادریؒ کے مزار اقدس کے مشرق کی جانب مدفون ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆

غ

حضرت امام سید غالب شاہ رحمۃ اللہ علیہ

المعروف امام موج سرکار

آپؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپؒ حضرت امام علی الحقؒ شہید سیالکوٹ والےؒ کی فوج کے ہمراہ جہاد کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ واپسی پر آپؒ نے ایمن آباد میں قیام کیا اور یہیں پر آپؒ کا وصال ہوگیا۔ آپؒ کا مزار مبارک حضرت بابا شاندار ولیؒ (ایمن آباد والے) کے ساتھ ہی واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک بھی حضرت بابا شاندار ولیؒ کے عرس کے ساتھ ہی منایا جاتا ہے۔ آپؒ کے مزار مبارک پر ہزاروں عقیدت مند آتے ہیں اور بامراد لوٹتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا غلام احمد چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

جن دنوں پنجاب کا علاقہ ہندو تہذیب اور سکھ شاہی کی یلغار کی زد میں تھا ان دنوں کفر و ضلالت اس قدر عام ہو رہی تھی کہ اصحاب ایمان کے لئے اپنے دین پر استقامت سے قائم رہنا بہت دشوار ہو رہا تھا۔ ان حالات میں جن بزرگانِ دین نے ظلمت کدوں کو نور اسلام سے روشن کیا اور دلوں کو معرفت یقین سے آشنا کرتے رہے۔ ان میں قصبہ کولوتارڑ کے مولانا غلام احمدؒ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ آپ تیرھویں صدی ہجری کے تیسرے یا چوتھے عشرے میں موضع سہارن چٹھہ تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار مولوی شیر محمد ولد جان محمد وسیرا اپنے علاقے کے معروف عالمِ دین تھے۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ بعد میں علامہ غلام رسول علیؒ پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی کی دولت بھی عطا ہوئی۔ دل میں کسی مرشدِ کامل کی برکاتِ معرفت سے مستفیض ہونے کی طلب جاگ اٹھی۔ یہی طلب آپ کو حضرت خواجہ محمد موسیٰؒ چشتی نظامی فتح پوری کی خدمت میں لے گئی۔ انہوں نے نہایت شفقت سے آپ کو ظاہری و باطنی فیوض عطا فرمائے اور آپ کو ہر چہار سلاسل میں خلافت واجازت بخشی۔ آپ کے دادا پیر مکھڈ شریف والے بزرگ تھے۔

سند فراغت اور خلافت واجازت کے حصول کے بعد آپ سہارن پہنچے۔ وہاں سے بمطابق سنت رسول کریم ﷺ اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کی خاطر گھر سے نکلے۔ اور موضع کولوتارڑ میں قدم رنجاں فرمایا اور پھر ہمیشہ کے لئے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اس وقت یہ علاقہ شرک وگمراہی کا شکار تھا۔ مسلمان نام کے کلمہ گو تھے۔ ان کو مبادیات اسلام سے ہی آگاہی نہیں تھی۔ ایک مرتبہ عید الاضحیٰ کے موقع پر ایک شخص نے ان کی دعوت کی۔ آپ کے سامنے گوشت جیسی کوئی چیز رکھ کر اس شخص نے کہا کہ یہ وہ خون ہے جو عید قربان کے جانوروں کے ذبح کر کے خشک کیا جاتا ہے اور پھر پکا لیا جاتا ہے۔ یہ نہایت لذیذ چیز ہے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ تو حرام چیز ہے کیا تمہیں پتہ نہیں کہ ہر قسم کے خون کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اِس پر وہاں کے لوگوں نے اس بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا۔ آپ نے گاؤں کے جملہ باشندوں کو اکٹھا کر کہ وعظ فرمایا۔ جس میں سب کو اس گناہ کبیرہ پر نادم ہونے اور توبہ کرنے کی تلقین کی۔ آپ مسلسل تبلیغِ اسلام کی خاطر مصروف عمل رہے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ عرصہ بعد اس علاقہ میں ایسی بری رسوم کا قلع قمع ہو گیا جو مسلمانوں میں سیاسی واقتصادی زوال کے ردعمل کے طور پر پیدا ہوئی تھیں۔ آپ نے علاقہ کے سرکردہ افراد کو سمجھایا کہ اگر تمہارے زیر اثر علاقہ میں ایسی قبیح رسوم اور مشرکانہ عادات رہتی ہیں تو اس کا عذاب تمہیں ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ معززین اپنے اپنے علاقہ میں اصلاح احوال کے لئے کام کرنے لگے۔ آپ کے پُراثر اور پرکشش اندازِ تبلیغ سے رفتہ رفتہ ظلمت وجہالت کی گھٹائیں چھٹنے لگیں اور نورِ اسلام پھیلنے لگا۔ آپ کے اندازِ تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے خود کو شعائرِ اسلامی کے سانچے میں ڈھالیا اور بہت سے ہندو اور سکھ بھی مسلمانوں کے کردار کی سربلندی دیکھ کر آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کرنے لگے۔ آپ نے اصلاح احوال اُمتِ اسلامیہ کے ساتھ ساتھ یہاں درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ تاکہ یہاں کے مسلمانوں کو تعلیمات اسلامی سے صحیح معنوں میں آگاہی

ہو سکے۔اس علاقہ کے علاوہ دور دراز کے علاقوں کے طالبانِ علم بھی آپ کے حلقہ تربیت میں حاضری دینے لگے۔آپ کی نگاہ فیضِ ترجمان اور سلسلہ تعلیم وتدریس نے اس علاقہ کی قسمت بدل کر رکھ دی۔آپ کے تلامذہ میں متعدد ایسے علماء وفضلاء شامل ہیں جنہوں نے آپ سے فیوض و برکات کے حصول کے بعد مختلف علاقوں میں تبلیغ اسلام کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا۔آپ نامور خطاط اور خوشنویس بھی تھے۔آپ کی کتابت کردہ متعدد کتب آپ کی اولاد کی تحویل میں ہیں جن سے فنِ کتابت میں آپ کی مہارت اور شاندار خطاطی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔آپ چونکہ جملہ امورِ مذہبی میں عوام کی رہنمائی فرماتے تھے اس لیے فتوئ بھی جاری فرمایا کرتے تھے۔آپ کے فتاوئ کو اصحاب علم قدر وقعت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور ہر جگہ شرعی اُمور میں آپ کی رائے کو مقدم سمجھا جاتا تھا۔اپنے دور کے نامور علماء ومشائخ سے آپ کے قریبی تعلقات تھے۔حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا غلام دستگیر قصوریؒ، خواجہ زین الدین مکھڈویؒ، مولانا غلام محی الدین بگویؒ اور مولانا احمد دین بگویؒ جیسی شخصیات آپ کو بے حد عزیز جانتی تھیں۔

آپ عربی، فارسی اور پنجابی میں شعر بھی کہتے تھے۔آپ کے کلام بلاغتِ نظام کا زیادہ حصہ نعت گوئی پر مشتمل ہے۔بزرگانِ دین کی شان میں مناقب بھی کافی تعداد میں ہے۔دیگر اصناف سخن پر آپ کی مشقِ سخن کے نمونے بھی ملتے ہیں۔آپ کے کلام مبارکہ میں چند منتخب اور مشہور ومعروف مولود شریف، حلیہ شریف پنجابی اور حلیہ شریف فارسی بھی شامل ہیں۔آپ کے پوتے اور نامور عالمِ دین حضرت حافظ محمد عالم آسی نقشبندی امرتسری نے وضع اطوار محمدی ﷺ کے نام سے آپ کا کلام 1329ھ میں لاہور سے شائع کیا تھا۔جو آج کل نایاب ہے۔

☆☆☆☆☆☆

سلطان الاصفیاء حضرت مولانا غلام جیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت 1290ھ میں ہوئی۔آپ کے والد کا نام مولانا عبداللہؒ اور دادا کا نام مولوی حسام الدینؒ تھا۔حضرت مولانا مولوی غلام جیلانیؒ ابھی تین چار برس ہی کے تھے کہ والدہ ماجدہ کا سایہ

سر سے اٹھ گیا والدہ کی شفقت کے سائے سے محرومی اس کمسن بچے کے لیے بہت بڑا صدمہ تھی۔ حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ نے اس کمسن بچے کو ماں جیسا پیار دیا اور آپؒ کی اہلیہ نے بھی حضرت غلام جیلانیؒ پر شفقت مادری کی برسات کر دی۔ ابھی آپؒ کی والدہ ماجدہ حیات تھیں کہ مولانا محبوب عالمؒ ننھے غلام جیلانی کو خانقاہ میں بلا لیتے تھے۔ شفقت اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔ والدہ ماجدہ کے وصال کے بعد حضرت مولانا محبوب عالمؒ نے ارشاد فرمایا کہ آج سے غلام جیلانی خانقاہ میں ہی رہا کرے گا۔ دن رات مولانا غلام جیلانیؒ خانقاہ میں شمس العلماء حضرت مولانا محبوب عالمؒ کے سایہ شفقت و رحمت میں رہتے اور خانقاہ میں رہنے والوں کی خدمت کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت

حضرت مولانا غلام جیلانیؒ ابتدائی تعلیم سکول سے حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا محبوب عالمؒ کے زیر نگرانی دینی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ آپؒ کی تربیت اس انداز میں کی گئی کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جاتا کہ سن بلوغ تک پہنچنے سے پہلے ہی آپؒ کے نظریہ فکر میں وہ پختگی تھی کہ محسوس نہ ہوتا کہ آپ چھوٹی سی عمر والے ہیں۔

شمائل و خصائل

جن لوگوں کو پاکیزہ محافل میں آپؒ کا قرب حاصل رہا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ آپؒ کی شخصیت مرجع خلائق تھی۔ عجیب تاثیر تھی آپ کی شخصیت میں کہ دیکھنے لگیں تو دیکھتے رہیں۔ اور جب قربت میسر آ جائے تو اٹھنے کا نام نہ لیں۔ مولانا غلام جیلانیؒ خوبصورت خدوخال کے حامل تھے۔ رنگ گندمی۔ ناک ستواں۔ آنکھیں پرکشش اور بڑی بڑی مگر ایسی حیادار کہ کبھی آنکھ اٹھا کر بات نہ کرتے۔ ماتھا فراخ۔ سر چوڑا مگر عجز و انکساری سے جھکا ہوا۔ قد بلند کہ جسے دیکھ کر سرفرازی کا احساس ہو۔ جسم درمیانہ کہ جسے دیکھ کر خدا کی قدرت کی تعریف کرنے کو دل کرے۔ بال پٹے دار۔ پٹے کانوں تک۔ ریش مبارک گول اور گھنی کہ جس سے حسن اور شخصیت میں اضافہ ہو۔ آواز بارعب اور دبنگ مگر بلند آواز سے نہیں بولتے تھے۔ شیریں گفتار کہ مخاطب آپؒ کے لہجہ کے سحر میں کھو جائے۔ طبیعت میں ٹھہراؤ۔ مزاج میں اعتدال۔ غرض ہر چیز قدرت کی صناعی کی مثال۔ طبیعت

وشکل وخصائل اس طرح کہ دیکھنے والا، ملنے والا آپ سے قرب حاصل کرنے کی جستجو کرے۔

بیعت

آپؒ اپنے جدِ امجد حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ سے ہی بیعت تھے اور آپؒ ہی کے خلیفہ وجانشین تھے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جس صاحبِ روحانیت علم وحکمت صوفی ودرویش کی پیشین گوئی حضرت مولانا محبوب عالمؒ نے کی تھی وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔ آپ آسمان معرفت کے ایسے تابندہ سورج تھے کہ جس کی روشنی سے ہر خاص وعام مستفیض ہوا۔ جو بھی آپؒ کے در پر آیا خالی لوٹ کر نہ گیا۔ جو بھی آیا دامن مراد بھر کر گیا۔

آپؒ حضرت میاں میرؒ کی عملی تفسیر تھے۔ آپؒ کو آقائے کریم ﷺ اور غوث الاعظم سے از حد محبت تھی۔ جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر پاک ہوتا فرط عقیدت ومحبت سے آپ کی آنکھیں اشک بار ہو جاتیں۔ آپؒ آقائے نامدار ﷺ کے اسوہ عالی وحسنہ کا مثالی نمونہ تھے۔ یہ حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ کی نظر مشفقانہ وکریمانہ کا نتیجہ تھا۔ آپؒ رشد وہدایت کا پیکر، محرم اسرار حقانی تھے۔

معمولات

آپؒ رسول اکرم ﷺ پر کثرت سے درود پاک پڑھتے تھے۔ آپؒ ماہ صیام سے پہلے ماہ شعبان کے 15 روزے رکھتے۔ ماہ صیام کی پابندی خود بھی کرتے اور دوسروں سے بھی کرواتے۔ ظہر کی نماز کی ادائیگی کے بعد حضرت مولانا محبوب عالمؒ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے وظیفہ کی ادائیگی میں بیٹھ جاتے۔ عصر کے قریب وظیفہ ختم ہوتا تو آپؒ کے چہرہ انوار پر اس قدر جلال وجمال اور انوار الٰہی کی تجلیات ہوتیں کہ دیکھنے والا آپؒ کے چہرہ انور پر نظر نہ ٹھہرا سکتا۔ آپؒ نہایت منکسر المزاج، حلیم طبع اور مشفق طبیعت رکھتے تھے۔ انکساری کا عالم یہ تھا کہ اپنے احباب ومریدین حضرات کے برابر ہی بیٹھ جاتے۔ کبھی یہ پسند نہ فرمایا کہ دوسروں سے ممتاز یا بلند ہو کر بیٹھیں۔ ایک مرتبہ آپؒ چوکی پر بیٹھے تھے۔ سامنے اور کئی چوکیاں پڑی تھیں۔ کچھ مہمان آئے تو آپؒ نے انہیں چوکیوں پر بیٹھنے کو فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور ہم آپؒ کے برابر کس طرح بیٹھ سکتے ہیں۔ یہ سن کر آپؒ بھی فوراً زمین پر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا ہم سب برابر ہیں۔ اسلام ہمیں تفریق اور امتیاز سے منع کرتا

ہے۔آپؒ نہایت خوش اخلاق تھے۔آپ کے اخلاق میں آقائے کریم ﷺ کے عظیم اخلاق کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی۔بچوں اور بڑوں سے آپ کہہ کر مخاطب ہوتے۔اگر کوئی بچہ بھی آپؒ سے گفتگو کرتا تو نہایت اطمینان سے اس کی بات کا جواب دیتے۔حد درجہ مہمان نواز تھے۔کوئی مہمان آتا تو اسے لنگر کھلانے کے ساتھ ساتھ گھر لے جانے کیلئے بھی لنگر عنایت فرماتے۔حضرت مولانا مولوی غلام جیلانیؒ کو قدرت نے جود وسخا کی عادت حسنہ عطاء کر رکھی تھی۔محفل میں ہوتے تو دوسرے کو زیادہ بولنے کا موقع دیتے۔کسی نہ کسی طریقے سے دوسروں کو نوازتے۔آپؒ نوازشوں اور عنایتوں کا سمندر بیکراں تھے۔آپؒ کی عنایات کریمانہ اسلاف کی عظمتوں کو زندہ رکھنے کا بہانہ ہوا کرتی تھیں۔بابا محمد دین کہتے ہیں کہ عرس مبارک حضرت میاں میرؒ میں آپؒ کی حیثیت نہایت امتیازی وخصوصی ہوا کرتی تھی۔یہ عرس کے ایام کی بات ہے کہ میں مولانا غلام جیلانیؒ کے پاس ان کی زیارت کیلئے پہنچا تو دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔دل آپؒ کو آبدیدہ دیکھ کر آزردہ ہو گیا۔میں نے مولانا غلام جیلانیؒ سے عرض کیا: جناب کیا ہم سے کوئی غلطی، کوئی گستاخی یا بے ادبی ہوگئی ہے یا آپؒ کسی تکلیف کی بنا پر آزردہ ہیں۔مولاناؒ نے مجھے ارشاد فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔جب میں نے اصرار کیا تو مولاناؒ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ دیر قبل میں آرام کی غرض سے لیٹا ہوا تھا اور نیم خوابی کی حالت میں تھا کہ ایک شخص آیا اور فرط عقیدت سے میرا جسم دبانے لگا۔میں کروٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔اس شخص نے چوری کی نیت سے میری واسکٹ کی جیب ٹٹولی۔مگر چونکہ اس طرف کی جیب میں کچھ نہ تھا اس لیے میں نے کروٹ تبدیل کر کے وہ جیب اوپر کر دی جس میں پیسے تھے۔اس شخص نے شاید یہ گمان کیا کہ میں جاگ گیا ہوں فوراً یہاں سے چلا گیا۔میں نے کروٹ اس لئے تبدیل کی تھی کہ وہ شخص میری جیب سے پیسے نکال لے۔وہ تو چلا گیا مگر مجھے بدستور ندامت ہو رہی ہے کہ میں نے اس شخص کو خالی کیوں جانے دیا۔کیا خبر وہ کتنا ضرورت مند ہو اور از راہ شرم کسی کے سامنے ہاتھ بھی نہ پھیلا سکتا ہو۔

اسوہ رسول ﷺ کی پیروی

آپؒ نہایت ہی کریم النفس تھے۔آپؒ کی گفتگو کا انداز نہایت کریمانہ ہوتا تھا۔وعظ وتقریر نہ کرتے تھے۔نہایت خوش اخلاق اور لہجہ نہایت نرم وشیریں ہوتا تھا۔آپؒ کسی کو نصیحت وتلقین اس انداز میں کرتے تھے کہ مخاطب خود بخود آپؒ کی نصیحت پر دل وجان سے عمل پیرا ہو جاتا تھا۔آپؒ کی صحبت میں رہنے والے ہمیشہ

آپؒ ہی کے قدموں میں رہنے کی آرزو کرتے۔اور آپؒ ہی کے رنگ میں رنگ جاتے تھے۔ بزرگوں کا ازحد احترام کرتے تھے۔آپؒ نے ہمیشہ دوسروں کو اپنی ذات پر فوقیت دی۔آپؒ کا طریق فقرو درویشی تھا۔آپؒ رسول کریم ﷺ سے نہایت محبت رکھتے تھے۔آپؒ نے کبھی کالا جوتا استعمال نہیں کیا تھا کہ کالا رنگ آقائے کریم ﷺ کی کالی کملی کا ہے۔جب بھی ذکر رسول عظیم ﷺ ہوتا آپؒ فرط عقیدت ومحبت سے آبدیدہ ہو جاتے۔آپؒ تعلیمات قرآنی کی عملی تفسیر تھے۔آپؒ رسول کریم ﷺ کی سنتوں پر خود بھی عمل کرتے اور دوسروں کو بھی سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے۔آقائے نامدار ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے آپ سفید دستار باندھتے تھےاور کبھی کالی دستار بھی باندھتے تھے۔

کرامات

ایک مرتبہ آپؒ کے مرید کے بیٹے کی شادی تھی۔وہ آپؒ کے پاس آپ کو ساتھ لے جانے کی غرض سے حاضر ہوا۔آپؒ خانقاہ سے جدائی کو گوارا نہیں کرتے تھے۔یہ آپؒ کی خانقاہ اور اپنے اسلاف سے محبت کا ثبوت تھا۔وہ شخص شمس العلماءؒ اور حضرت میاں میر بالا پیر قادریؒ کے واسطے دے کر آپ کو ساتھ چلنے کیلئے اصرار کرنے لگا۔آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھے شمس العلماءؒ اور حضرت میاں میرؒ کا واسطہ دے کر مجبور کر دیا ہے۔اس شرط پر کہ زیادہ دیر نہیں رکیں گے۔آپؒ اس کے ساتھ چل پڑے۔جمعہ کا روز تھا۔شرقپور شریف پہنچے تو جمعہ کا وقت ہوگیا۔آپؒ نے نماز جمعہ کی ادائیگی کا ارادہ فرمایا اور مسجد کی جانب چل پڑے۔دوسری طرف حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔القاء ہوا، خطبہ روک دیا اور حاضرین سے فرمایا کہ آج ہماری خوش قسمتی ہے کہ وقت کے قطب کی یہاں تشریف آوری ہو رہی ہے اور فرمانے لگے سب میرے ساتھ ان کے استقبال کیلئے چلو۔چنانچہ تمام حاضرین میاں صاحبؒ کے ساتھ حضرت مولانا مولوی غلام جیلانیؒ کے استقبال کیلئے آئے۔جمعہ کی ادائیگی کے بعد میاں صاحبؒ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا لوگوں دنیا اللہ کی رحمت کی متلاشی ہوتی ہے، آج مولاناؒ کی تشریف آوری کی صورت میں خدا نے ہم پر رحمت فرمائی ہے۔ان کی زیارت کرلو۔میاں شیر محمد صاحبؒ کے اس قول نے کئی حقائق واضح کر دیئے۔جبکہ آپؒ خود بھی ولایت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔مولانا مولوی غلام جیلانیؒ جب مسجد سے رخصت ہوئے تو میاں صاحبؒ آپ کو رخصت کرنے کیلئے خود چل کر گاؤں سے باہر تک تشریف لائے۔

ایک دفعہ حضرت مولانا مولوی غلام جیلانیؒ شاہ کوٹ چک نمبر 82 تشریف لے گئے تو اہل علاقہ نے آپؒ سے عرض کی کہ جناب کافی عرصہ سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے کھیت ویران اور سوکھے پڑے ہیں۔ اللہ پاک سے باران رحمت کیلئے دعا فرمایئے۔ آپؒ سے ان کی یہ تکلیف دیکھی نہیں گئی۔ ولایت کے عظیم و بلند مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود عاجزی وانکساری کا یہ عالم تھا کہ ارشاد فرمایا کہ اس گاؤں میں ایک بہت زیادہ گناہگار شخص موجود ہے۔ جب تک وہ یہاں سے چلا نہیں جاتا بارش نہ ہوگی۔ یہ فرما کر آپؒ نے دستار مبارک سر سے اتاری اور واپسی کیلئے چل پڑے۔ گاؤں والوں نے رکنے کیلئے بہت منت سماجت کی مگر مولاناؒ واپسی کیلئے چل پڑے۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور مولاناؒ دعا کرتے جا رہے ہیں۔ ابھی آپ شاہ کوٹ تک بھی نہ پہنچے تھے کہ آسمان کالے بادلوں سے بھر گیا۔ اور موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ اس دن سے آج تک کبھی ہمیں بارش کی وجہ سے کھیتوں کی ویرانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ آپؒ کے پاس ایک شخص آیا اور خانقاہ کیلئے سونے کا ٹکڑا آپؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؒ نے اس کے اصرار پر قبول فرمالیا اور اس شخص سے ارشاد فرمایا کہ اس ٹکڑے کو کمرے میں فلاں جگہ پر رکھ دو۔ اس شخص نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور وہ ٹکڑا آپ کی بتائی ہوئی جگہ پر رکھ دیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ شخص دوبارہ حاضر خدمت ہوا اور پھر خانقاہ کے معاملات کیلئے سونے کا ایک اور ٹکڑا آپؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؒ نے پھر اس کے اصرار پر وہ قبول فرمالیا اور اس سے ارشاد فرمایا کہ اس ٹکڑے کو کمرے میں فلاں جگہ پر رکھ دو۔ وہ شخص آپؒ کے حکم کے مطابق اس ٹکڑے کو کمرہ میں رکھنے کیلئے پہنچا تو اس نے دیکھا کہ پہلے والا ٹکڑا ابھی تک وہیں موجود تھا۔ اس شخص نے دونوں ٹکڑے اٹھائے اور لے کر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور احترام سے عرض کیا کہ حضرت میں سونے کے یہ ٹکڑے خانقاہ کے معاملات کیلئے پیش کیئے تھے مگر کیا وجہ کہ آپؒ نے انہیں استعمال نہیں کیا۔ کیا آپؒ کو میری نیت میں کچھ کمی محسوس ہوئی؟ اس وقت خانقاہ کے اطراف میں کھیت ہوا کرتے تھے۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا اپنی آنکھیں بند کرو۔ اس شخص نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ ایک لحظہ بعد آپ نے فرمایا آنکھیں کھول لو۔ اس نے آنکھیں کھولیں۔ بقول اس شخص کے کہ میں نے دیکھا کہ تمام کھیت سونے کے بن چکے ہیں۔ وہ شخص بہت حیران ہوا اور عقیدت سے آپ کے قدموں میں جھک گیا۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری نیت میں کمی نہیں خانقاہ کے معاملات اللہ رب العزت خود پورے فرماتا ہے۔ حاجت نہیں کہ میں غیر اللہ پر بھروسہ کروں۔

ایک مرتبہ خانقاہ میں آنے والا زائر اپنے گھر میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ اس کے پاس دو روٹیاں تھیں۔ ایک تازی اور ایک باسی۔ اتنے میں ایک فقیر نے اس کے دروازے پر آ کر اللہ کے نام پر صدا دی۔ اس شخص نے باسی روٹی اس فقیر کو دے دی اور تازی روٹی خود کھالی۔ کچھ عرصہ بعد وہ خانقاہ آیا تو حضرت مولاناؒ سے عرض کرنے لگا کہ جناب اللہ کو کیسا سمجھنا چاہیے؟ آپؒ نے فرمایا کہ اگر خود سے بہتر نہیں سمجھ سکتے تو کم از کم اپنے جیسے ہی سمجھو۔ وہ شخص بڑا حیران ہوا اور عرض کرنے لگا حضرت بھلا یہ کیا جواب ہوا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جواب میں نے تمہیں اس لئے دیا ہے کہ تم نے اللہ کو اپنے سے بھی کمتر سمجھا۔ اگر تم اپنے سے بہتر سمجھتے تو باسی روٹی خود کھاتے لیکن تم نے باسی روٹی فقیر کو دی اور تازی روٹی خود کھالی۔ وہ شخص بہت حیران اور نادم ہوا کہ میرے گھر کے حالات بھی آپؒ کی نظر باکمال سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اس نے توبہ کی اور آپؒ کے ہاتھ پر بیعت ہو گیا۔

آپؒ کے پاس انسانوں کے علاوہ جنات بھی حصول علم کیلئے آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپؒ خانقاہ میں اپنے اسلاف کے مزار پر بیٹھے وظیفہ کی ادائیگی فرما رہے تھے۔ باہر آپؒ کے تلامذہ کھیل رہے تھے۔ ان میں سے ایک بچہ کہنے لگا کہ آج مداری کا کھیل کھیلتے ہیں۔ سب نے رضامندی ظاہر کی تو وہ کہنے لگا کہ کون ہے جو لوٹے کے منہ سے گزر کر اس کی ٹونٹی سے نکلے گا اور ٹونٹی سے گزر کر لوٹے کے منہ سے نکلے گا۔ سب حیران ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ سب کیوں کر ممکن ہے۔ وہ بچہ کہنے لگا میں تمہیں یہ کر کے دکھاتا ہوں۔ یہ کہہ کہ وہ بچہ لوٹے کے منہ سے گزر کر ٹونٹی سے نکل آیا اور ٹونٹی سے گزر کر لوٹے کے منہ میں سے نکل آیا۔ یہ دیکھ کر تمام بچے سہم گئے۔ حضرت مولاناؒ اپنے کمال کشف سے یہ تمام ماجرا دیکھ رہے تھے۔ آپؒ باہر تشریف لائے اور اس بچے کو بلا کر ارشاد فرمانے لگے میں نے تمہیں کہا تھا کہ انسانوں میں انہی کے طور طریقوں سے رہتے ہوئے پڑھنا۔ مگر تم نے اپنا جن زاد ظاہر کر دیا ہے لہٰذا اب تم یہاں سے چلے جاؤ۔ وہ عرض کرنے لگا حضرت مجھے معاف فرما دیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ تم نے میرے حکم کو نظر انداز کیا لہٰذا فوراً خانقاہ سے چلے جاؤ۔ وہ جن آپؒ سے عرض کرنے لگا کہ حضرت جب تک آپ مجھے معاف نہیں فرمائیں گے مجھے چین نہیں ملے گا۔ لہٰذا وہ جن ایک ہندو لڑکی کو چمٹ گیا۔ اور اسے تنگ کرنے لگا۔ لڑکی کے گھر والے اپنی بچی کی یہ حالت دیکھ کر بہت پریشان تھے۔ کئی پنڈتوں سنیاسیوں سے رابطہ کیا گیا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس جن نے لڑکی کی زبان سے اس کے گھر والوں سے کہا کہ جب تک گوجرانوالہ سے مولانا مولوی غلام جیلانیؒ تشریف نہیں لائیں گے میں اس

لڑکی کو نہ چھوڑوں گا۔لڑکی کے اہل خانہ آپؒ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور اپنا مدعا بیان کیا۔آپؒ کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔آپؒ انکے ہمراہ ہو لئے۔وہاں پہنچ کر آپؒ نے لڑکی کے جن کو حاضر کیا اور پوچھا کہ کیا چاہتے ہو۔اس جن نے عرض کی ، معافی کا طلب گار ہوں۔میں نے عرض کیا تھا کہ جب تک آپ مجھے معاف نہ کریں گے مجھے چین نہیں ملے گا لہٰذا آپؒ مجھے معاف فرما دیں تو میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے یہاں سے چلا جاؤں گا اور آئندہ کبھی کسی کو تنگ نہیں کروں گا۔آپؒ نے کمال درگزر سے جن کو معاف فرما دیا۔

وصال کی پیشین گوئی

نگاہ قلندر اسرار فطرت کے پار دیکھتی ہے۔حضرت مولاناؒ اسرار ربانی سے بخوبی آگاہ تھے۔آپؒ نے اپنے وصال سے کئی یوم پہلے اپنے وصال کا دن اور وقت بتا دیا تھا۔وصال سے دس روز قبل درگاہ حضرت سخی احمد یارؒ کے سجادہ نشین میاں غلام محمدؒ آپؒ سے ملاقات کیلئے خانقاہ آئے۔اس وقت مولاناؒ چارپائی پر بیٹھے تھے۔ پاؤں زمین پر لٹکا رکھے تھے اور خدام نیم گرم پانی سے آپ کی پنڈلیوں کو ٹکور کر رہے تھے۔جب میاں صاحبؒ قریب آئے تو مولاناؒ آپ سے بہت محبت سے ملے۔احوال دریافت کرنے کے بعد آپؒ نے خدام سے ارشاد فرمایا ہمیں اکیلا چھوڑ دو۔خدام آپؒ کے حکم کی تعمیل میں دور چلے گئے۔دونوں بزرگ کافی دیر آپس میں گفتگو کرتے رہے۔جب میاں صاحبؒ جانے لگے تو آپؒ کی آبدیدہ آنکھیں دیکھ کر خدام نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت کیا معاملہ ہے۔میاں صاحبؒ نے خدام سے فرمایا کہ مولاناؒ نے اپنے وصال کے متعلق آگاہ فرمایا ہے کہ آج سے دس روز بعد اس دنیا فانی کو چھوڑ کر دنیائے حقیقی کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔عزیزو مولاناؒ کی جتنی خدمت کر سکتے ہو کر لو۔جتنی دعائیں لے سکتے ہو لے لو۔اب اس مرد کامل کے رخصت ہونے کا وقت قریب ہے۔خدام کہتے ہیں کہ میاں صاحبؒ یہ کہہ کر زار و قطار روتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

وصال

حضرت مولانا مولوی غلام جیلانیؒ درگاہ حضرت میاں میرؒ کے سجادہ نشین مخدوم سید علی شاہ آپؒ کے سجادہ نشین درگاہ میاں میرؒ ہونے کی وجہ سے بہت محبت کرتے تھے۔مخدوم صاحبؒ کی وفات کے بعد اکثر ملول رہنے لگے

اور اسی دوران بخار رہنے لگا۔ جسمانی کمزوری لاحق ہوگئی۔ دل کی حرکت متاثر ہونے لگی۔

17 اپریل کا دن آ گیا۔ آپؒ پر اس قدر کمزوری لاحق ہوئی کہ غشی طاری ہوگئی تو معاً آپؒ کی وفات کی خبر مشہور ہوگئی اور چاروں طرف سے غم گساروں کا ہجوم امڈ پڑا۔ مگر اس روز آپؒ کی طبیعت بہت جلد سنبھل گئی۔ آپؒ نے سب احباب کو طلب کیا اور دیر تک شگفتہ مزاجی سے گفتگو کرتے رہے اس روز آپ کی طبیعت کا سنبھلنا محض ایک بہلاوہ تھا۔ کیونکہ اگلے روز طبیعت علی الصبح پھر بگڑ گئی۔ آپؒ کی علالت میں بار بار حاضری دیتے رہے اور بہت سے غمزدہ افراد جو دوسرے علاقوں سے آئے تھے خانقاہ ہی میں مقیم تھے۔ وفات سے کچھ دیر قبل آپؒ کے نیاز مند مرد وزن آپؒ کی چارپائی کے چاروں طرف رنج والم کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ دل رو رہے تھے مگر ضبط گریہ کرتے ہوئے سب آیات قرآنی اور درود شریف کی تلاوت کر رہے تھے۔ اس وقت آپؒ کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے اس ہنگام اجل میں درود شریف کی مبارک آوازیں آپؒ کے کانوں میں پہنچیں تو آپؒ نے اشارے سے ایک خادم خاص کو بلایا اور فرمانے لگے۔

جس طرف میری پشت ہے اس طرف بیٹھے ہوئے لوگ نہ پڑھیں۔ بہتر یہی ہے کہ وہ میرے سامنے کے رخ آ کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔ میں نہیں چاہتا کہ اس وقت میری مجبوری ومعذوری بے ادبی بن جائے۔ چنانچہ اس عاشق رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں ایسا ہی کیا گیا۔ آپؒ کے پیچھے بیٹھے ہوئے احباب آپ کے سامنے آ کر درود شریف پڑھنے لگے۔ اس کے ذرا دیر بعد آپؒ نے اپنے خادم خاص عاشق جیلانیؒ کو قریب بلایا پھر آپؒ نے پوچھا کہ میاں فضل احمد چک 82 والے کہاں ہیں۔ میاں صاحب قریب ہی تھے حاضر خدمت ہوگئے۔ میاں صاحب کو دیکھ کر حضرت مولاناؒ فرمانے لگے۔ میاں جی: عاشق ابھی بچہ ہے اس کا خیال رکھیئے گا۔ میاں صاحب نے نیاز مندانہ عرض کی حضور انشاء اللہ آپؒ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ اس کے بعد مولانا مولوی غلام جیلانیؒ نے کوئی بات نہ کی۔ آپؒ خاموش ہوگئے۔ فرشتہ اجل اپنا فرض ادا کرنے لگا۔ جب نزع کی کیفیت طاری ہوگئی تو آپؒ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

جونہی خانقاہ میں موجود عوام نے دیکھا کہ مولانا مولوی غلام جیلانیؒ ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے ہیں تو کہرام مچ گیا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپؒ کی وفات کی خبر جنگل

میں آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی۔

تجہیز و تکفین

چاروں طرف سے سوگواروں کا ہجوم خانقاہ کی حدود میں داخل ہو رہا تھا۔ سہ پہر کا وقت آ پہنچا تو تجہیز و تکفین کی تیاریاں ہونے لگیں۔ آپؒ کے جسم پاک کو غسل دیا جا چکا تھا۔ اور کفن پہنایا جا چکا تو نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے آپ کے جسد خاکی کو عطاء محمد اسلامیہ ہائی سکول کی گراؤنڈ میں لے جایا گیا۔ آپؒ کے جنازہ میں بہت بڑی تعداد سوگواروں کی تھی جو جنازہ کے ساتھ چل رہی تھی۔ جس چارپائی پر آپؒ کا جسد اطہر لے جایا گیا اس کے ساتھ دو لمبے بانس باندھ دیئے گئے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ آپ کے جسد انور کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کر سکیں اور ایک جم غفیر آپ کے جسد خاکی کو لے کر گراؤنڈ میں پہنچا۔ گوجرانوالہ کی اس وقت تک کی تاریخ کے سب سے بڑے جنازے کے لئے صفیں آراستہ ہو چکیں تو معروف صوفی مولانا محمد یٰسین صاحب سے امامت کے لئے درخواست کی گئی۔ ایک ہجوم بیکراں گراؤنڈ میں موجود تھا اور لوگ جوق در جوق آ رہے تھے۔ مولانا یٰسین صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مگر اب بھی عوام مسلسل گراؤنڈ میں آ رہے تھے اور نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد بھی لوگوں کو تانتا بندھا رہا۔ ہر ایک مولانا کے جنازے میں شامل ہونے کا متمنی تھا۔ چنانچہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی گئی اور دوسری مرتبہ نماز جنازہ درگاہ غوث العصر کے سجادہ نشین میاں بشیر عباسی قادری نے پڑھائی۔ نماز جنازہ ہو چکی تو آپ کے وجود مسعود کو خانقاہ عالیہ کے احاطے میں لایا گیا۔ جہاں آپؒ کا مرقد تیار تھا۔ سوگواروں کے سسکیوں اور آہوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ میاں محمد بشیر عباسی قادریؒ، میاں محمد فضلؒ، منشی طالب حسینؒ اور غلام علیؒ نے آپؒ کے وجودِ مسعود کو لحد میں اتارا۔

حضرت مولانا مولوی غلام جیلانی جن کو ایک زمانہ جانتا تھا۔ وہ مولاناؒ جو خانقاہ عالیہ قادریہ نوریہ کے تاجدار تھے۔ وہ مولاناؒ جو اہل نظر کی آنکھوں کا تارا تھے۔ وہ مولاناؒ جو اسلاف کی تعلیمات پر عمل کروانا جانتے تھے۔ وہ مولانا جو ہر وقت جم غفیر میں گھرے لوگوں کو سکون و راحت بانٹتے رہتے تھے، آج رخصت ہو گئے۔ سب کو سوگوار چھوڑ کر خالق حقیقی کی بارگاہ میں چلے گئے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا غلام رسول نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

(قلعہ میاں سنگھ والے)

حضرت مولانا غلام رسولؒ نہایت برگزیدہ روحانی اور دینی شخصیت تھے۔ بلاشبہ گوجرانوالہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی خاک میں ایسی عظیم وجلیل ہستی آرام فرما ہے۔ آپؒ اپنے دور کے بہت بڑے عالم، عمدہ شاعر، ممتاز واعظ اور صاحب جذب وسلوک تھے۔ ان کے وعظ میں اتنی تاثیر تھی کہ اسے سن کر غیر مسلم حلقہ بگوشِ اسلام ہوجاتے اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے مسلمان جادۂ ایمانی پر گامزن ہوجاتے تھے۔ ان کی شاعری کا مقصد قصہ گوئی یا محض افسانہ تراشی نہیں تھا بلکہ اس طور بھی وہ اصلاحِ قلوب کا فریضہ انجام دینا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار دلوں میں گھر جاتے اور سوز وساز ایمانی میں ڈھل جاتے ہیں۔

ان کا اصل نام مولانا عبداللہؒ تھا جب کہ مولانا غلام رسول کے نام سے مشہور ومعروف ہوئے۔ والد کا نام مولوی رحیمؒ بن نظام الدین خادم تھا۔ اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے آباؤ واجداد سکندر پور گجرات کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے ہجرت کر کے کوٹ بھوانی داس ضلع گوجرانوالہ میں آباد ہوگئے۔ مولانا غلام رسولؒ 1228ھ میں اسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا نظام الدین خادم فارسی زبان کے اچھے شاعر تھے۔ انہوں نے نظامی گنجوی کے تتبع میں ایک فارسی مثنوی لکھی تھی۔

اپنے گاؤں میں ہی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور پھر مزید دینی تعلیم کے لئے لاہور گئے اور اس دور کے عظیم علماء مولانا غلام محی الدین بگویؒ اور مولانا احمد الدین بگویؒ سے استفادہ کیا۔ بیس سال کی عمر میں مروجہ درس عربی سے فراغت حاصل کرلی۔ کسی مرد کامل کی تلاش میں کوٹھا شریف تحصیل صوابی ضلع مردان میں حضرت سید محمد امیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کرلی۔ اپنے مرشد کی مدح میں ان کے بہت سے فارسی شعر آج بھی محفوظ ہیں۔

بچپن ہی سے طبیعت عبادت وریاضت کی طرف مائل تھی۔ کسی صاحب جذب وسلوک سے سلسلہ بیعت قائم کرنے کی خاطر طویل سفر کئے۔ وطن واپس آنے پر بھی طبیعت کی روحانی لگن میں کمی واقع نہ ہوئی اور اہل دل کی خدمت میں حاضری کا شوق بدستور غالب رہا۔ اسی سلسلہ میں شیخ العالم حضرت خواجہ محمد سلیمان

تونسویؒ کی خدمت اقدس میں حاضری کے لئے تونسہ شریف پہنچے۔

اگرچہ مروج علوم دین کی تحصیل فرما چکے تھے مگر ابھی کمی کا احساس ہو رہا تھا۔علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے حضرت سید نذیر حسینؒ محدث دہلوی کی خدمت میں حاضری دی اور وہیں سے اجازت حدیث حاصل کی۔ جب 1857ء میں جنگ آزادی ہوئی تو مولانا غلام رسول دہلی میں تھے۔انگریزوں نے مسلمانوں کو خصوصی طور پر انتقام کا نشانہ بنانا شروع کیا تو یہ چھپتے چھپاتے پہلے امرتسر اور پھر قلعہ میاں سنگھ آ گئے۔ان کی گرفتاری کے اشتہار شائع ہو چکے تھے۔قلعہ میاں سنگھ پہنچ کر کہا کہ اب یہاں سے اور کہیں نہیں جاؤں گا۔یہیں سے گرفتار کئے گئے۔عدالت میں پیش کئے گئے۔ بحث ہوئی تو آپ قصوروار ثابت نہ ہوئے۔رہائی عمل میں آ گئی مگر ان کی نقل وحرکت اور وعظ و تبلیغ پر پابندی عائد کر دی گئی۔

1871ء میں حج کا فریضہ ادا کیا۔مدینہ منورہ میں بھی تحصیلِ علم کا شوق غالب رہا اور وہاں کے مشہور استاد شاہ عبدالغنیؒ بن ابوسعید مجددی کے درسِ حدیث میں باقاعدگی سے شرکت کی اور سندِ فضیلت حاصل کی۔واپس آئے تو شریعت محمدیہ کے بھولے ہوئے سبق کو دہرانے کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔وعظ وتبلیغ کے سلسلہ میں حق گوئی ان کا شعار تھا۔اس وجہ سے بعض لوگ آپؒ کے مخالف ہو گئے۔مگر آپؒ کا حلقہ وعظ وسیع ہوتا گیا اور آپؒ کے عقیدت مندوں کی تعداد بڑھتی گئی۔

مولانا غلام رسول نے تریسٹھ برس کی عمر پائی۔1291ھ میں قلعہ میاں سنگھ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔مولاناؒ سے ایک دنیا نے استفادہ کیا۔درس وتدریس اور وعظ ونصیحت کا سلسلہ کبھی بھی منقطع نہ ہونے دیا۔ان کی محفلِ ذکر وفکر ہمیشہ آباد رہتی اور تشنگانِ علم اپنی اپنی پیاس بجھاتے رہے۔بیس پچیس طلبہ تو ہمیشہ ان کے پاس رہتے تھے۔جن کی جملہ ضروریات اور خورد ونوش کا انتظام وہ خود ہی کرتے تھے۔کئی نامور شخصیات کو ان کے حلقہ درس سے فیض یاب ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ہے جن میں سے حافظ ولی اللہؒ لاہوری، مولانا عبدالعزیزؒ (بانی انجمن حمایت اسلام لاہور) مولانا غلام حسینؒ ساہووالا، مولانا احمد علیؒ کوٹ بھوانی داس اور مولانا علاءالدینؒ گوجرانوالوی قابل ذکر ہیں۔

مولانا غلام رسولؒ نے اصلاحِ عوام کے لئے پنجابی زبان کو ذریعہ اظہار بنایا۔اگرچہ فارسی اور اردو

میں بھی لکھتے تھے اور ان کی بعض تالیفات اور مکتوبات فارسی میں ہیں مگر ان کے پنجابی کلام کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ انہوں نے اپنی تحریروں (نظم ونثر) کے ذریعے پنجابی زبان میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔

مولانا غلام رسول نے درج ذیل کتب تصنیف کی ہیں:

قصہ حضرت بلال منظوم پنجابی

حلیہ حضرت محمد ﷺ

سوانح مولانا عبداللہ غزنوی

قصہ سسی پنوں منظوم پنجابی

سی حرفی

سوانح پیر صاحب کوٹھہ شریف (بحوالہ مولانا حنیف بھوجیانی)

مجموعہ نماز بامعنی پنجابی

تفسیر سورۂ فاتحہ

ردقضائے عمری (فارسی)

پنج باب (پنجابی)

فتاویٰ مولانا غلام رسول

حیاتِ غزنوی

مولانا غلام رسول کی شاعری درحقیقت تصوف اور روحانیت کی شاعری ہے۔ ان کا مقصد شعر گوئی نام ونمود نہیں بلکہ اصلاحِ ایمان تھا۔ اس لئے ان کی شاعری دلوں کے تار ہلاتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اپنی ایک مشہور نظم میں مسلمانوں کو دنیا کی ناپائیداری کی طرف یوں متوجہ کرتے ہیں ۔

دلا غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے

باغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے

ترا نازک بدن بھائی جو لیٹے سیج پھولوں پر
ہووے گا ایک دن مردار جو کرماں نے کھانا ہے

نہ بیلی ہو سکے بھائی نہ بیٹا باپ تے مائی
کیا پھرتا ہے سودائی عمل نے کام آنا ہے

جہاں کے شغل میں شاغل خدا کی یاد سے غافل
کرے دعویٰ جو یہ دنیا مرا دائم ٹھکانا ہے

کہاں وہ ماہ کنعاں اور کہاں تختِ سلیمانی
گئے سب چھوڑ یہ فانی اگر نادان دانا ہے

عزیزا یاد کروہ دن جو ملک الموت آوے گا
نہ جاوے ساتھ تیرے کو اکیلے تو نے جانا ہے

فرشتہ روز کرتا ہے منادی چار کونوں پر
محلاں اچیاں والے ترا گوریں ٹھکانا ہے

غلام اکدم نہ کر غفلت حیاتی پہ نہ ہو عزہ
خدا کی یاد کر ہردم جو آخر کام آنا ہے

ان کی تصنیف سسی پنوں پنجابی زبان و بیان کا شہکار ہے۔اس قصے میں بلا کا سوز اور تاثیر ہے،
ملاحظہ ہو۔

اٹھی فجرے پنوں نظری نہ آیا
کہے کہ قہر کیتوئی خدایا
بلوچا ظالما سن وین میرے
کجاوا یار دا کرنین میرے

حلیہ شریف کا نمونہ ملاحظہ ہو

چلیں اس دیس نوں وے ساربانان
جتھے کیتا حبیب اللہ ٹھکانان
چلا اشتر ہوواں قربان تیری
تیرے راہاں توں میرے جان گھولی
ہوئی مدت جو روون نین میرے
کلیجے چھیک پاون وین میرے
غبار اس راہ دا سرمہ بناواں
ہوواں صدقے اگر اک جھات پاواں
اگر پر ہون تاں ماراں اڈاری
ویکھا روضہ جے طالع کرن یاری

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قدیمی شہنشہ عالی گھرانا
حسین وحسن دا غم خوار نانا
اکھاں وچ قدرتی سرمے دی دھاری
دلاں نوں چیردی جیونکر کٹاری
مدینے شہر دے وچ رہن والا
خدا دے عرش تے جا بہن والا

جیہا رب دیا اِک وار آویں
مرا احوال آپے دیکھ جاویں

☆☆☆☆☆☆

زلیخا اوس نوں جے ویکھ لیندی
نہ پچھے یوسف شامی دے پیندی
صبا روضے رسول اللہ دے جاویں
مرا احوال رورو کے سناویں
بہت بیچار کیتا درد تے غم
ترحم یارسول اللہ ترحم
دیہو جلوہ اٹھا بردِ یمانی
نہیں تے ہو چکی اے زندگانی
وگے لو ہاڑدا اتوں مہینہ
اجے پنج منزلاں ایتھوں مدینہ
سنیں اوہ جاندیا راہیا بھراوا
مینوں لگ دا ترا عربی پہناوا
مرا محبوب وی عربی سنیندا
تساں دے شہر وچہ وسدا سنیندا
توں وی عربی مرا ماہی وی عربی
جنہوں نیں جاندے شرقی تے غربی

☆☆☆☆☆☆

جب مولانا غلام رسولؒ حج کرنے کے لئے ملک حجاز تشریف لے گئے تو گنبد خضریٰ کے سامنے حاضری کے وقت نصیب ہونے والی سعادت آفریں ساعتوں کا تصور کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛

بحمد اللہ ہویا فضلِ الٰہی
فراغت حج بیت اللہ توں ہوئی
مدینے کی طرف ہوئی تیاری
کیتی حجاج اونٹوں پر سواری
حضور اندر کھڑے ہوئے جو سارے
صلوٰتاں تے سلام اِک اِک پکارے
رسول اللہ دے لے نام صلوٰۃ
دیوے لذت کیا اس دی کراں بات

مولانا غلام رسولؒ صحیح معنوں میں عاشقِ رسول تھے۔ ان کی پوری زندگی سنت نبی کریمؐ پر عمل کرتے ہوئے گذری۔ یہ عشقِ حضور کا فیضان ہے کہ انہیں عمر بھی تریسٹھ برس کی نصیب ہوئی۔ حضور محمد مصطفیٰ ﷺ اسے ان کا عشق انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ حضور پاک ﷺ سے مخاطب کرتے ہوئے یوں عرض گزار ہیں؛

جو اے محبوب ربانی نگہ کر
وچھوڑے تھیں ہے جان آئی لباں پر
خدا جانے جدوں کی جبیاں میں
مرے بابل ترے لڑ لائیاں میں
کراں دن رات میں دل سے دعائیں
خداوندا حبیب اپنا ملائیں
حیاتی ہوگئی برباد میری
کرو مقبول ایہہ فریاد میری
جدوں ڈولی کہاراں آن چائی
اکیلے چھوڑ جاسن بھین بھائی
بیگانیاں نال ہے پردیس جاناں

نئیں پھر نت اس دیس آنا

غلام اے پر گنہ بے ساز و ساماں

پکڑ محکم رسول اللہ دا ناں

آپؒ کا مزار گاؤں کی جنوبی سمت آپؒ کی ذاتی اراضی پر واقع ہے۔ جہاں زائرین حصول برکت اور فاتحہ خوانی کے لئے حاضری دیتے رہتے ہیں۔ آپؒ کے دو بیٹے تھے۔ جناب عبدالعزیز اور عبدالقادر۔ عبدالعزیز پنجابی کے شاعر تھے۔ انہوں نے قرآن شریف کا منظوم ترجمہ کیا اور پہلے دو پاروں کا ترجمہ تفسیر عزیزی کے نام سے طبع ہوا۔ اسی طرح صحیح مسلم کا بھی انہوں نے پنجابی میں منظوم ترجمہ کیا۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت میاں غلام رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں غلام رسول قادریؒ صدیقی گوجرانوالہ شہر میں پیر نظام الدین صدیقیؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ فارسی اور عربی اپنے والد گرامی سے پڑھی۔ خوش خطی اپنے برادر بزرگ مولوی محمد اشرف تحصیلدار سے سیکھی۔ قرآن مجید بہت خوش خط لکھا کرتے اور اسی پر اپنا گزارہ کرتے تھے۔ شریعتِ مطہرہ کے بہت پابند تھے۔ جوانی کی عمر میں پیر حیدر شاہ صاحبؒ سکنہ کوٹلی تحصیل وزیرآباد کے دست بیعت ہوئے۔ طبیعت میں ترک دنیا کا غلبہ تھا۔ زیادہ وقت یادالٰہی میں گزارتے تھے۔ ۱۳۸۱ھ میں بعارضہ طاعون اور بخار کے دو روز بیمار ہو کر جنت عدن کو سدھارے۔ آپکی تاریخ وفات جون 1870ء ہے۔ آپکے دو فرزند یادگار رہے۔

(1) مولانا مولوی محمد دین صدیقیؒ

(2) حکیم امام دینؒ

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا غلام فرید ہزاروی چشتی صابری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی ولادت 11 اکتوبر 1937ء کو موضع مضافات تربیلہ (ہزارہ) میں اپنے زمانے کے ممتاز عالم دین حضرت علامہ مولانا الحاج عبدالجلیلؒ بن مولانا امیر غلام کے گھر ہوئی۔ آپؒ کا نسبی تعلق مشہور پٹھان قوم عیسیٰ خیل سے ہے۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے علاقے کی مساجد میں ہی حاصل کی۔ بعدازاں اپنے والدگرامی کی وساطت سے ہزارہ ڈویژن کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ میں داخلہ لے کر مولانا قاضی حبیب الرحمٰنؒ اور مولانا قاضی غلام محمود ہزارویؒ سے استفادہ شروع کیا۔ 1959ء میں جامعہ نعیمیہ سے دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل کی اور 1960ء میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ چشتی صابری سے علم حدیث پڑھ کر سندِ فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی۔ آپؒ نے تدریس کا آغاز جامعہ گنج بخش لاہور سے کیا۔ یہاں آپؒ نے ابتدائی اور متوسط کتب پڑھائیں۔ 1966ء میں غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی چشتی صابری کے حکم پر مدرسہ جامع العلوم خانیوال میں مدرس کی حیثیت سے تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپؒ نے جامعہ فاروقیہ گوجرانوالہ میں دورہ حدیث شریف شروع کروایا جو کہ بہت کامیابی سے ہمکنار ہوا اور اسی دارالعلوم کے ساتھ جامع مسجد فاروقیہ میں نماز جمعہ کی خطابت کے فرائض تادم آخر سرانجام دیتے رہے۔

یوں تو ملک بھر کے کثیر طلباء علماء نے آپؒ سے علمی استفادہ کیا ہے۔ جن میں سے چند معروف تلامذہ کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ مولانا سید بشیر حسین شاہ گوجرانوالہ، مولانا خالد حسن مجددی گوجرانوالہ، مولانا سعید احمد مجددی گوجرانوالہ شامل ہیں۔ تحریکِ ختم نبوت 1974ء میں بھرپور حصہ لیا۔ گوجرانوالہ میں متعدد جلسوں میں لوگوں کو فتنۂ مرزائیت سے آگاہ کیا۔ تحریکِ نظام مصطفیٰ ﷺ 1977ء میں آپؒ کی کارکردگی پر عوام اہل سنت اور علمائے گوجرانوالہ شاہد ہیں کہ ایک دو کے علاوہ ہر جلوس کی قیادت میں شریک رہے۔

آپؒ غزالی زماں حضرت علامہ شیخ العصر سید احمد سعید کاظمی چشتی صابریؒ کے دستِ حق پرست پر جامعہ اسلامیہ بہاولپور جا کر سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور انہی سے

خرقہ خلافت حاصل کر کے سرفراز وممتاز اور صاحبِ ارشاد ہوئے۔آپؒ نے علوم ظاہری کے ساتھ باطنی علوم پر بھی توجہ دی اور اس کے حصول کے لئے عبادت وریاضت میں سخت محنت شاقہ سے کام لیا۔اپنے پاس آنے والوں کو سلسلہ طریقت کی تعلیم دیتے۔آپؒ نے ایک خرقہ خلافت نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ میں بھی حاصل کیا۔ ہفتہ وار مجالس ذکر وختم خواجگان آپؒ کا مستقل معمول تھا۔اپنے اسلاف کا سالانہ عرس مبارک بھی منایا کرتے تھے۔آپؒ کا وصال باکمال 18 اگست 2004ء کو ہوا۔مزار پرانوار محلہ فاروق گنج گلی مسجد دارے والی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ میں مرجع خاص وعام ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا غلام محمد چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

(سانپوں والی سرکار)

حضرت بابا غلام محمدؒ باغبانپورہ لاہور کے رہنے والے تھے۔بچپن سے آپؒ کی طبیعت پر جذب طاری رہتا تھا۔آپؒ اکثر اوقات گھر سے باہر نکل جاتے پھر مہینوں بعد گھر واپس تشریف لاتے۔ایک مرتبہ آپؒ بارہ سال کے تھے کہ گھر سے نکلے پھر گھر واپس نہیں گئے۔آپؒ تمام عمر جنگلوں اور ویرانوں میں رہے آخری عمر میں پیرو چک تشریف لائے تو پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے اور جہاں آپ کا مزار ہے وہیں باقی عمر گزار دی اور یادِ الٰہی میں لگے رہے۔سانپوں والی سرکار آپؒ کو اس وجہ سے کہتے تھے کہ آپؒ کے پاس اکثر ایک برتن میں سانپ ہوتے تھے۔ان کو دودھ پلاتے اور چھوڑ دیتے تھے۔آپؒ کا اعلان تھا کہ جہاں بھی سانپ ملے اس کو میرے پاس لے آؤ۔آپؒ کو سانپوں کی نسلوں کے بارے میں بہت علم تھا۔آپ بہت سیفِ زبان تھے۔جو بھی کسی کیلئے دعا فرماتے فوراً مستجاب ہو جاتی تھی۔آپؒ اپنے شیخ پیر علی شاہؒ چشتی صابری کے پاس کافی عرصہ رہے۔آپؒ سماع بہت سنتے تھے اور حقہ بھی پیتے تھے۔آپؒ نے 2 جنوری 1965ء کو وفات پائی۔آپؒ حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی لڑی میں سے ہیں۔آپ کے پاس کوئی مریض آتا یا کوئی کسی بھی تکلیف میں مبتلا آتا تو آپ اس کو پوچھتے کہ تم کو پہلا کلمہ آتا ہے تو پڑھو جونہی وہ مریض کلمہ پڑھتا تو فوراً ٹھیک ہو جاتا تھا۔آپ

نے تقریباً سو سال کی عمر پائی۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 9 ہاڑ کو بہت دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ آپ کا مزار مبارک پیرو چک پسرور روڈ قبرستان میں واقع ہے۔

شجرہ طریقت

بابا غلام محمدؒ مرید پیر علی شاہؒ مرید بابا بخشؒ مرید امیر علی شاہؒ امیر مرید نور علی شاہؒ مرید شیخ الٰہی بخشؒ مرید شاہ عنایتؒ مرید میراں شاہ بھیکھؒ مرید شاہ ابوالمعالیؒ مرید شیخ داؤد گنگوہیؒ مرید شیخ محمد صادقؒ مرید شیخ ابوسعید گنگوہی مرید شیخ نظام الدین بلخیؒ مرید شاہ جلال الدین تھانیسریؒ مرید حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ

☆☆☆☆☆

حضرت میاں غلام محمد پاک قادری نوشاہی سچیاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ گاؤں راہواں شریف ضلع جالندھر انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے اپنے والد میاں نبی بخش لبھو شاہیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپؒ پاکستان بننے کے بعد گوجرانوالہ میں تشریف لے آئے۔

ایک مرتبہ آپؒ کے کھیت میں گندم پڑی ہوئی تھی۔ ساتھیوں نے کہا کہ آپؒ اپنی گندم فوراً یہاں سے اٹھالیں۔ اس لئے کہ ہمارے کھیتوں میں چوہے بہت ہیں۔ وہ آپؒ کی گندم کو خراب کر دیں گے۔ آپؒ نے کہا کہ اچھا اگر ایسا ہے تو وہ چوہے مر جائیں گے۔ جو ہماری گندم کو خراب کریں گے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ جو چوہا بھی گندم لے کر گیا۔ مر گیا اور بعد میں کبھی کھیتوں میں چوہے نہ آئے۔

آپؒ کی بہت سی کرامات بعد از وصال ہیں۔ آپؒ کے خلیفہ حضرت غلام رسول صاحب روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بابا جی غلام محمدؒ کے دربار پر حاضری کیلئے آ رہا تھا کہ مجھے حلوہ کھانے کا اشتیاق ہوا۔ میں دربار پر حاضر ہوا تو ایک آدمی جو میرا مرید ہی تھا۔ وہ ہاتھ میں برتن اٹھائے آ رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت اس میں حلوہ ہے۔ مجھے رات کو حضور بابا غلام محمدؒ صاحب خواب میں ملے ہیں اور مجھے کہہ رہے ہیں کہ دیکھو تمہارا پیر حلوہ کھانا چاہتا ہے۔ اس لئے اس کے لئے حلوہ تیار کرو۔ میں

حلوہ تیار کر کے لے آیا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپؒ آئے ہوئے ہیں۔ آپؒ کے آنے کا مجھے حضور بابا جیؒ نے فرمایا ہے۔

آپؒ نے 1975ء میںؒ وصال فرمایا۔ آپؒ کو امانتاً بڑے قبرستان میں دفنایا گیا۔ بعدازاں 5 سال بعد آپؒ کا تابوت بڑے قبرستان سے نکالا گیا۔ آپؒ کے چہرہ مبارک پانچ سال بعد بھی بالکل محفوظ تھا۔ آپؒ نے اعوان چوک ڈھکی کوٹ میراں میں زمین خریدی تھی۔ جہاں پر آپؒ کا مزار مبارک ہے۔ آپؒ کے بیٹے حضرت غلام حسینؒ جو آپؒ کے خلیفہ بھی تھے۔ آپؒ کے ساتھ ہی مدفن ہیں۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 29،30، 31 جیٹھ کو منایا جاتا ہے

شجرہ طریقت

حضرت میاں غلام محمد پاکؒ مرید حضرت نبی بخش لبھو شاہیؒ مرید حضرت غلام جیلانیؒ مرید حضرت فوق شاہؒ مرید حضرت غلام رسولؒ مرید حضرت سرفراز قلندرؒ مرید حضرت جعفر شاہؒ مرید حضرت سید عبدالغفور شاہؒ مرید حضرت حافظ قائم الدینؒ برق انداز مرید حضرت پیر چیار پاکؒ مرید حضرت خواجہ نوشہ گنج بخشؒ۔

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت سید غلام محی الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش تقریباً 1829ء کو انڈیا میں ہوئی۔ آپ اپنے خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور گوجرانوالہ نوشہرہ روڈ پر قیام فرمایا۔ آپؒ نے ساری زندگی اللہ اللہ کرنے میں گزار دی۔ آپؒ نے ایک کنواں کھدوایا تھا جہاں بہت سے لوگ سیراب ہوتے تھے اور ایک لنگر خانے کا بھی اہتمام کیا تھا۔ آپؒ کے مزار پر جو کوئی بھی حاجت مند منت مانگتا ہے وہ اللہ کے فضل و کرم سے بامراد لوٹتا ہے۔ آپؒ نے 1909ء میں وصال فرمایا۔ آپؒ کا مزار مبارک جناح روڈ باغبانپورہ چوک سے نوشہرہ روڈ کی طرف جاتے ہوئے برلب سڑک پر واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 29 جون کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حضرت بابو جی غلام نبی چشتی صابری بھیکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابو غلام نبی 1929ء کو محلہ بخشے والا گلی نیاریاں والی گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ناظرہ قرآن اور ابتدائی تعلیم اسی محلے میں حاصل کی پھر درس نظامی مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم میں بی اے مکمل کیا۔ آپؒ کو بیک وقت کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ جس میں اردو عربی فارسی پشتو وغیرہ ہیں۔ آپؒ کو قرآن فہمی میں بھی عبور حاصل تھا۔ اس کے ساتھ آپ کے دل میں کسی اللہ والے کی تلاش کا بڑا شوق تھا۔ اس سلسلے میں آپ کافی جگہوں پر گئے مگر کوئی امید بھر نہ آئی پھر ایک مرتبہ آپؒ کے دوست بابا مہر علی آپؒ کو اپنے مرشد حضرت بابا رحمت علی سرکارؒ (لنڈا شریف والے) کے پاس لے گئے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو بابا رحمت علی سرکار نے آپ کو دیکھ کر فرمایا ''صوفی ایتھے علماں دامان نہ کریں۔'' جب آپؒ نے بابا جی کے یہ الفاظ سنے تو آپ کی طبیعت مچل گئی اور آپ کو محسوس ہوا کہ جس بزرگ کی تلاش میں اتنا عرصہ گزرا ہے وہ یہی ہیں پھر آپ حضرت بابا رحمت علیؒ سرکار چشتی صابری کے دست پر بیعت ہو گئے۔ پھر آپ نے اپنی ساری زندگی اپنے مرشد کے ساتھ منسلک کر دی اور فنا فی الشیخ کے مقام پر فائز رہے۔ آپ 28 سال تک اپنے پیر و مرشد کے حضور حاضری دیتے رہے۔ آپؒ نے کبھی بھی اپنے پیر و مرشد کے حضور لب کشائی نہیں کی۔ اگر کوئی گفتگو کرنی ہوتی تو الگ کمرے میں جا کر کرتے۔ ایک مرتبہ آپؒ اپنے مرشد کے حضور حاضری کے لئے گئے تو حضرت بابا جیؒ کے پاس ایک چادر تھی۔ انہوں نے سب مریدوں سے پوچھا کہ اس چادر کی کیا قیمت ہوگی۔ کسی نے کوئی قیمت بتائی کسی نے کوئی۔ جب آپؒ سے پوچھا کہ صوفی جی اس چادر کی کیا قیمت ہوگی تو آپؒ نے عرض کی کہ حضور جو کپڑا آپ کے جسم اطہر کے ساتھ لگ جائے تو اس کی کوئی قیمت ہو ہی نہیں سکتی تو آپؒ کے مرشد بہت خوش ہوئے۔ ایک مرتبہ آپؒ کے مرشد نے فرمایا کہ صوفی جی دو سور چاہیں تو آپ نے اپنا کپڑا گلے میں ڈال کر اور ایک اور دوست کو ساتھ لے کر اپنے مرشد سے عرض کی کہ سرکار یہ دو سور حاضر ہیں ان کو بندہ بنا دیں۔ آپؒ سماع کے بہت دلدادہ تھے اکثر لوگ جب اپنی کوئی دنیاوی حاجات لے کر آئے ہوتے تھے بعد سماع ان کے کام ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے مرشد کے وصال کے بعد دو دوست آپ کے لئے ہار اور دستار لے کر آئے۔ جو دنیادار تھے۔ انہوں نے آپ سے کہا ہم یہ ہار اور دستار آپ کے لئے لائے ہیں تا کہ آپ کو پہنا

دیں۔آپؒ نے ان نے سے پوچھا کہ آپ فقیر ہیں یا دنیادار ہیں تو انہوں نے کہا کہ دنیادار ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ وقت بھی آنا تھا کہ دنیادار لوگ فقیروں کو دستار پہنائیں گے۔آپؒ شروع میں کوٹ لدھا میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے پھر آپؒ نے لمیاں والی ٹال کی مسجد میں 27 سال جمعہ پڑھایا۔آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک شخص کے لئے جمعہ پڑھا رہا ہوں جب اس کی تربیت مکمل ہو جائے گی تو وہ میرا یہاں آخری دن ہوگا۔ آپ نے اس نامعلوم شخص کا نام نہیں بتایا تھا۔آپ کے مرشد حضرت بابا رحمت علی فرمایا کرتے تھے کہ صوفی جی بڑی عجیب بات ہے کہ حقیقت کا اتنا علم ہونے کے باوجود آپ شرح شریف کو ساتھ لے کر چل رہے ہیں ۔آپؒ کی بڑی ہمت ہے۔حضرت بابو جیؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں تو ریڈیو ہوں نشریات میرے مرشد پاک کی طرف سے آ رہی ہوتی ہیں۔ایک مرتبہ آپؒ اپنے مرشد پاک کی خدمت میں حاضر تھے بڑا مجمع تھا بابا جی رحمت علی سرکار کے رشتہ دار کرنل صاحب نے اعلان کیا کہ اس مے خانے کے بعد بابو جی غلام نبیؒ کا میخانہ جاری وساری رہے گا۔اس طرح آپ اپنے مرشد کے روحانی فیوض و برکات کے وارث ہیں۔آپؒ کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں آپ کا وصال 25 دسمبر 1991ء کو سحری کے وقت ہوا۔آپ کا دربار سٹاپ کوٹلی پیر احمد شاہ غلام محمد ٹاؤن نزد چونگی سمن آباد کے قریب واقع ہے آپ کا عرس مبارک ہر سال 24 اور 25 دسمبر کو ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆
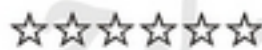
ف

حضرت بابا فتح محمد شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا فتح محمدؒ تقریباً 1887ء لدھیانہ انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کی اپنے گاؤں میں ایک چھوٹی سی دوکان تھی جس پر آپ کا گزر اوقات ہوتا تھا۔ آپؒ کے دولڑکے اور دولڑکیاں تھیں۔ آپؒ کی دوکان کے پاس ایک بزرگ روزانہ گزرتے تھے جو بعد میں آپؒ کے پیرومرشد ہوئے۔ جن کا نام حضرت بابا کریم بخشؒ [1] تھا۔ آپؒ کے شیخ چونکہ وہاں کی مسجد میں امامت کرواتے تھے اور قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ انسانوں کے علاوہ جنوں کے بھی اُستاد تھے اور بہت سارے لوگ ان کی محفل میں آتے تھے۔

آپؒ کے مرشد روزانہ آپ کی دوکان سے گزرتے تو آپؒ ان کو ایک ہی بات کہتے کہ سرکار ہماری طرف کب دھیان پڑے گا۔ ہمیں بھی کچھ نوازیں۔ ایک دن حضرت بابا کریم بخشؒ خاص کیفیت میں تھے تو دوکان کے پاس سے گزرے تو آپؒ نے وہی الفاظ دھرائے تو وہ ٹھہر گئے اور پوچھا کہ کیا تم ہمارا بوجھ اٹھا سکتے ہو جو تم روزانہ شور مچاتے ہو تو آپ نے عرض کی حضور جو بھی آپ فرمائیں گے میں کرنے کو تیار ہوں۔ اس پر انہوں نے آپ کو باہر بلایا اور کہا کہ مجھے اپنے گھر لے چلو۔ پھر انہوں نے آپ کی بیوی سے کہا کہ تمہارا شوہر

---

(۱) آپؒ تقریباً 1856ء کو انڈیا کے شہر لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کو اللہ اور اس کے رسول سے والہانہ عشق و محبت تھی۔ آپؒ کو حضور نبی کریمؐ کی حضوری تھی اور صاحب مجلس بھی تھے۔ آپؒ بڑے باعمل متقی پرہیز تھے۔ آپؒ نے تقریباً پچاس سال تک مسجد میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ آپؒ کے کئی شاگرد جنات بھی تھے۔ آپؒ جب تہجد پڑھنے کیلئے اٹھتے تو ساری مسجد معطر ہوجاتی تھی۔ آپؒ کی وعظ و نصیحت سے کئی ہندو سکھ مسلمان ہوئے۔ آپؒ نے 85 سال کی عمر میں 1942ء کو لدھیانہ میں وفات پائی۔

درویشی مانگتا ہے کیا تم چار بچوں کا بوجھ اٹھا لوگی تو وہ بولی جی حضور جیسے آپ کہیں گے میں ضرور کروں گی۔ پھر انہوں نے آپ کو کہا کہ فتح محمد اپنی بیوی کو طلاق دو اور میرے ساتھ چلو۔ پھر آپ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی پھر آپ کے مرشد آپ کو دریائے ستلج کے کنارے لے گئے اور درمیان میں ریت کے ٹیلے پر آپ کو بٹھا دیا۔ حضرت فتح محمدؒ صاحب کہتے تھے کہ دو تین دن تو مجھے کسی نے بھی کھانے کو نہیں پوچھا کہ بھوک اور پیاس کا بہت غلبہ ہوا۔ کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا پھر تین چار دن بعد کہیں سے کھانا آنا شروع ہو گیا اور میں چالیس دن تک وہیں بیٹھا رہا جب چلہ پورا ہو گیا تو میرے مرشد خود تشریف لائے اور مجھے واپس لے گئے اور فرمایا کہ گاؤں کے باہر ایک ریت کا ٹیلہ ہے وہیں پر آپ نے بیٹھنا ہے اور یہ صدا لگانی ہے کہ ریاست کپورتھلہ کا راجہ پنجرہ میں (قید) ہو گیا ہے۔ یہ خبر آہستہ آہستہ کپورتھلہ کے راجہ تک پہنچ گئی تو وہ خود آیا اور حضرت بابا فتح محمدؒ سے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ حضور کچھ حکم ہے تو ارشاد فرمائیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ تمہارے بارے میں مجھے یہی حکم ہے اور مجھے معلوم نہیں۔ راجہ نے آپ کے لئے مکانات تعمیر کروائے اور باغ بنایا اور لنگر کا بندوبست کیا۔ آپؒ نے اسی جگہ بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا شروع کر دیا اور یوں وقت گزرتا گیا۔ جب غدر پڑا اور پاکستان بن گیا تو وہاں کے راجہ نے چھ مہینے تک اپنے محل میں بابا فتح محمد کو رکھا اور جب امن ہوا تو آپکو پاکستان بھجوا دیا۔ آپ گوجرانوالہ میں تشریف لے آئے۔ آپؒ کے شیخ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ ساری عمر تخت پر بیٹھنا ہے چارپائی پر نہیں اور ننگے پاؤں رہنا ہے۔ آپؒ نے ساری عمر اپنے شیخ کے کہنے پر گزار دی۔ آپؒ بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کے مرید عبدالمجیدؒ صاحب جو ابھی حال ہی میں فوت ہوئے ہیں بتاتے ہیں کہ میں روزانہ قبلہ حضرت باباجی کے حضور حاضری دیتا تھا۔ آپ ایک کمبل لے کر بیٹھے رہتے تھے کسی سے زیادہ کلام نہیں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ جب میں دو ماہ تک حاضر نہ ہو سکا تو آپؒ کو فکر ہوئی اور میرے بارے میں پوچھا کہ آج کل عبدالمجید نہیں آ رہا کیا کوئی مسئلہ ہو گیا ہے؟ اس پر دوستوں نے کہا کہ حضور اس کے دو بیٹے ایک ہی مہینے میں فوت ہو گئے ہیں۔ وہ بہت پریشان ہے۔ اس لئے نہیں آ سکا۔ آپؒ نے فرمایا کہ اس کو کہو کہ مجھے ملے یہ کون سی پریشانی والی بات ہے۔ جب عبدالمجیدؒ صاحب آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ کیوں عبدالمجید کیا ہوا۔ آؤ آپ کو اللہ تعالیٰ سے بیٹے لے کر دیتے ہیں۔ کتنے چاہیں؟ ایک، دو، تین یا چار۔ جاؤ اللہ نے چاہا تو چار ہی بیٹے ہوں گے۔ پھر ان کے ہاں چار بیٹے ہوئے۔ آپ کسی کے گھر کا کھانا تناول نہیں کیا کرتے تھے۔ جالندھر کے

قوال تھے جو بہت مشہور تھے ایک بار آپ نے انکو کہا کہ آج رات میرے پاس ٹھہر جاؤ۔ وہ دو آدمی تھے۔ ان میں سے ایک چلا گیا اور دوسرا آپ کے پاس ٹھہر گیا۔ آپ نے پوچھا کہ جو بھائی گیا ہے اس کی کوئی اولاد بھی ہے یا نہیں؟ اس پر اُس نے کہا کہ نہیں بابا جی حضور ابھی تک اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ آپؒ نے بشارت دی کہ جاؤ اس کو کہہ دو کہ لڑکا ہو گا جس کا نام شیر علی رکھنا۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ اسی ماہ میں حمل ٹھہر گیا اور ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ آپؒ کی بہت سی کرامات ہیں جو طوالت کی وجہ سے درج نہیں کی جا سکیں۔ آپؒ کا وصال 19 نومبر 1958ء کو گوجرانوالہ میں ہوا۔ آپؒ کا مزار پاک قبرستان ماڈل ٹاؤن برلب سڑک واقع ہے۔ سالانہ عرس 6 مئی کو ہوتا ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت بابا فتح محمد مرید شاہؒ حاجی کریم بخشؒ مرید شاہ الٰہی بخشؒ مرید شاہ نبی بخشؒ مرید شاہ صدر الدینؒ مرید شاہ ابراہیم مرید شاہ عنایت ذوالقوۃ المتین بہلول پورؒ مرید شاہ سید میراں بھیکھؒ۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ شیخ محمد خان چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

المعروف صوفی فتح محمد روھیلہ

آپؒ تقریباً 1890ء کو جالندھر انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کو بچپن سے ہی اللہ کی طرف لگاؤ تھا۔ آپؒ پر محبت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ آپؒ نے حضرت حافظ عبداللہ چشتی نظامیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضرت کی خدمت میں رہنے کے بعد آپؒ کو خرقہ خلافت عطا ہوا۔ تقسیم ہند کے بعد آپؒ گوجرانوالہ میں تشریف لے آئے اور ساری عمر یہیں گزار دی۔ آپؒ بڑے سخی اور پرہیزگار تھے۔ کوئی سائل اور حاجت مند آپ کے در سے خالی نہ جاتا تھا۔ جو کوئی بھی آتا وہ جھولیاں بھر کر واپس جاتا۔ آپؒ نے جون 1966ء کو وصال پایا۔ آپؒ کا دربار معافی والا موڑ نزد اروپ برلب سڑک واقع ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت فتح محمدؒ مرید حافظ عبداللہؒ مرید خواجہ قادر بخشؒ مرید سید حافظ غلام چشتؒ مرید حضرت عبدالرزاقؒ مرید عبدالباقیؒ شاہ مرید فرخ مبارکؒ مرید نظام الدین نارنوائیؒ مرید حضرت بابا نا گوریؒ مرید خواجہ اسماعیلؒ مرید پیر سالار فاروقؒ مرید اختیار الدین شاہؒ ساوی محمد مرید حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ مرید حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ فتح محمد قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ ضلع گورداسپور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کو بچپن سے ہی اللہ کی محبت کا جنون تھا۔ آپؒ نے انڈیا میں حضرت میاں عبدالغنی قادریؒ نوشاہی کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور سلوک کی منازل طے کیں اور خرقہ خلافت ملنے پر آپؒ گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔ آپؒ کے مرید حضرت بابا سید محمدؒ آپؒ کو اپنے پاس لے آئے اور ساری زندگی خدمت کی۔ آپؒ کا دربار مبارک فیروز والا روڈ جھنگی میں واقع ہے۔ آپؒ نے 27 اکتوبر 1990ء کو تقریباً 80 سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 27 اکتوبر کو منایا جاتا ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت بابا فتح محمدؒ مرید بابا عبدالغنیؒ مرید بابا بوڑھ شاہؒ مرید بابا جھنڈے شاہؒ مرید میاں عطا محمدؒ مرید بابا حاجی شاہؒ مرید بابا جمال شاہؒ مرید حضرت پیر ماہی شاہؒ مرید حضرت پیر بچیارؒ مرید حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سید فدا حسین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

(المعروف چن پیر سرکار)

آپؒ حضرت عبداللطیف المعروف امام بری سرکارؒ کے دوسرے بھائی کی اولاد میں سے ہیں۔آپؒ کے بارے میں بھی یہ بات مشہور ہے کہ آپ کے دربار پر جو کوئی بھی مجبور اور حاجت مند آتا ہے فیض یاب ہوتا ہے۔آپ بڑے سخی اور نرم دل انسان تھے۔آپؒ کا مزار مبارک ماڈل ٹاؤن والے قبرستان برلب سڑک واقع ہے۔آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 2 مارچ کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت حاجی فرزند علی شاہ قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش پانی پت انڈیا میں ہوئی۔آپؒ کا تعلق راجپوت خاندان سے تھا۔ آپؒ نے وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔آپؒ کے والد کا ذریعہ معاش زمینداری تھی۔آپؒ بھی زمینداری کرتے تھے۔آپؒ میں پیدائشی طور پر اللہ کی محبت ودیعت تھی۔آپؒ جوان ہوئے تو کسی اللہ والے کی تلاش میں گھر سے چلے گئے۔پھر آپؒ نے حضرت سید غوث علی شاہ قادری قلندریؒ سے بیعت کی اور کئی مہینوں بعد جب گھر واپس آئے تو برا حال تھا۔کپڑے پھٹے ہوئے اور سر کے بال بڑھے ہوئے تھے۔یہ حالت دیکھ کر لوگوں نے بڑی باتیں کی۔آپؒ نے کسی بات کی کوئی پرواہ نہ کی اور اپنی لگن میں لگے رہے۔جو محبت الٰہی کی چنگاری تھی وہ اور بھی زیادہ سلگنے لگی۔پھر آپؒ نے روحانی منازل کی تکمیل کی۔اسی دوران آپؒ کے والد کا اور اس کے بعد جلد ہی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا۔جب پاکستان بن گیا تو آپؒ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے۔یہاں گاؤں خان پیارا نزد موڑ ایمن آباد گوجرانوالہ میں قیام کیا (اب یہ گاؤں آپ کے نام کی وجہ سے فرزند آباد مشہور ہوگیا ہے)۔آپؒ کو جو زمین الاٹ ہوئی تھی۔اس میں ایک کنواں تھا۔وہیں پر آپؒ نے اپنا حجرہ بنوایا۔جس میں کئی کئی گھنٹے عبادت و ریاضت میں لگے رہتے تھے۔اس کے ساتھ

ایک مسجد بھی بنوائی۔ آپؒ ساری ساری رات تلاوت قرآن اور نوافل پڑھتے تھے۔ آپؒ کے پاس آہستہ آہستہ لوگ اپنی حاجات لے کر آنا شروع ہو گئے۔ آپؒ جس کے حق میں بھی دُعا فرماتے وہ مستجاب ہوتی۔ غرضیکہ بہت لوگ آپؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپؒ نے چند لوگوں کو بیعت بھی فرمایا مگر زیادہ عقیدت مند آپؒ کے پاس آتے اور اپنی مرادیں پاتے۔ آپؒ باقاعدہ ہر جمعرات کو حضور داتا صاحبؒ کے مزار پر حاضری کے لئے تشریف لے جاتے اور جمعۃ المبارک پڑھ کر واپس آتے۔ آپؒ کی کرامات بے شمار ہیں۔ ایک مرتبہ بے اولاد جوڑا آیا تو آپؒ نے فرمایا کہ جاؤ اللہ رنگ لگادے گا تو پھر ایسا ہی ہوا۔ اللہ رب العزت نے ان کو فرزند عطا کیا۔ آپؒ کی سب سے بڑی کرامات یہ تھی کہ یہاں کے لوگوں میں سے جو بھی آپؒ کے پاس بیٹھ جاتا اس کو محبت الٰہی کا نشہ ہو جاتا تھا۔ آپؒ نے تین شادیاں کیں۔ دو لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں مگر صرف ایک ہی بیٹی زندہ رہی۔ آپؒ کے سجادہ نشین آپؒ کے نواسے ہیں۔ آپ نے ۲۶ رمضان ۱۳۶ھ بمطابق 30 جنوری 1965ء کو وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک ایمن آباد موڑ سے شہر ایمن آباد جاتے ہوئے برلبِ سڑک ہے۔ ہر سال رمضان المبارک میں آپؒ کا عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ آپؒ کے دربار کے ساتھ آپؒ کے مرید (جن کا نام بابا ملک مختار احمد قادری ہے) کا دربار بھی ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت بابا فرزند علیؒ مرید حضرت سید غوث علی شاہ قلندرؒ (پانی پتی) مرید حضرت سید ندیم اللہؒ شاہ مرید حضرت حسین الدین شاہؒ مرید حضرت حسن الدین شاہؒ مرید حضرت بہاؤ الدینؒ شاہ مرید حضرت شجاع الدینؒ مرید حضرت شرف الدین شاہؒ مرید حضرت رحمٰن الدین علی شاہؒ مرید حضرت محمد علی شاہؒ مرید حضرت محی الدین شاہؒ مرید حضرت نظام دین علی شاہؒ مرید حضرت رنگ علی شاہؒ مرید حضرت محبوب علی شاہؒ مرید حضرت رحیم الدین علی شاہؒ مرید حضرت محی الدین علی شاہؒ مرید حضرت سید بہادر علی شاہؒ مرید حضرت قادر علی شاہؒ مرید حضرت بہادر علی شاہؒ مرید حضرت کریم الدینؒ مرید عنایت علی شاہؒ مرید حضرت ذوالفقار علی شاہؒ مرید حضرت سید تاج الدین عبدالرزاق شاہؒ مرید حضور سیدنا غوث پاک عبدالقادر جیلانیؒ۔

حضرت فرمان علی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فرمان علیؒ صاحبِ حال بزرگ تھے۔آپؒ سے بہت لوگوں نے فیض حاصل کیا۔روایت کے مطابق جس قبرستان میں آپ کا مزار ہے وہاں آپ آخری عمر تک وہیں بیٹھے رہے۔آپ نے اس قبرستان کو صاف ستھرا اور آباد کیا ہے۔آپ کسی کو غیر شرعی کام کرتا ہوا دیکھتے تو اس کی بہت سرزنش کرتے۔آپ کے تفصیلاً حالات میسر نہیں ہو سکے۔آپ کا مزار مبارک پیرو چک پسرور روڈ قبرستان میں واقع ہے۔ جہاں ہر سال آپ کا عرس بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت صوفی فضل کریم چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ 1914ء کو اپنے آبائی مکان واقع تھانے والا بازار گلی مولوی سراج دین والی میں پیدا ہوئے۔آپؒ ذات کے بھٹی راجپوت تھے اور آباؤ اجداد کے کشمیر سے تعلق رکھنے کی وجہ سے کشمیری اور بٹ کہلاتے تھے۔آپؒ کے والد کا نام دین محمدؒ نوشاہی قادری تھا۔آپؒ کی والدہ کا نام محمد بی بی تھا۔جو آپؒ کے پیرو مرشد سے بیعت تھیں۔آپؒ تین بھائی اور دو بہنیں تھیں۔آپؒ نے آبائی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی۔1935ء میں آپؒ ٹریفک پولیس میں بھرتی ہوئے۔1943ء میں آپؒ نے پولیس کی نوکری چھوڑ کر کامونکی میں حکمت کی دکان کھول لی تھی۔ پھر 1947ء میں تحریک پاکستان میں نہایت پرزور حصہ لیا اور نظر بندی اور جیل کی تکلیفیں بھی اٹھائیں۔آپؒ نے دو شادیاں کی تھیں۔آپ کی پہلی بیوی کا نام غلام زہرہ تھا۔جس سے آپؒ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔آپؒ کی دوسری بیوی کا نام غلام فاطمہ تھا۔جو قلندرہ مشہور تھیں۔ان سے نکاح آپؒ نے اپنے پیرو مرشد کی حکم سے کیا تھا۔ان سے آپؒ کی کوئی اولاد نہ تھی۔آپؒ کی زندگی شریعت وسنت کے مطابق تھی۔آپؒ کا لباس، رہن سہن، عبادات غرض ہر پہلو شریعت کے عین مطابق تھا۔آپؒ کا روحانی مقام بہت بلند تھا۔آپؒ کی پیدائش کے بعد کافی اہل اللہ نے آپؒ کے والدین کو واضح فرما دیا تھا کہ یہ بچہ عام نہیں ہے۔آپؒ نے 1954ء میں کامونکی میں اپنے پیرو مرشد حضرت

سید میاں عبداللہ شاہؒ امروہی سے بیعت کی اور اڑھائی سال کے بعد آپؒ خلافت سے نوازے گئے۔ آپؒ کو چاروں سلاسل قادریہ۔ چشتیہ۔ نقشبندیہ۔ سہروردیہ سے اجازت تھی۔ مگر طبیعت کا میلان چشتی صابری سلسلہ کی طرف تھا۔ آپؒ صاحب حقیقت و معرفت تھے۔ اس لئے اپنے مریدوں سے فرماتے تھے کہ جو میں کروں وہ نہ کیا کرو۔ بلکہ جو میں کہوں وہ کیا کرو۔ میرا معاملہ الگ ہے۔ آپؒ کی تعلیمات میں سب سے بڑا وظیفہ دائمی تصور شیخ تھا۔ آپؒ کا یہ حال تھا کہ جب سے اپنے پیرومرشد کا چہرہ دیکھا تھا اس کے بعد کبھی آئینہ نہیں دیکھا۔ آپؒ دوئی کے قائل نہیں تھے بلکہ فرماتے تھے کہ تمام اولیائے کاملین باطناً ایک ہی ہوتے ہیں۔ سب ایک ہی نور کے طالب ہوتے ہیں۔ آپؒ نظریہ وحدت الوجود کے قائل ہونے کے باوجود نظریہ وحدت الشہود کو غلط نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ فرماتے تھے دونوں نظریئے دراصل ایک ہی ہیں۔ صرف الفاظ کا ہیر پھیر ہے۔ آپؒ نے 9 حضرات کو خلافت بیعت دی تھی۔

(1) بابا جی محمد عنایت شاہؒ صاحب (حافظ آباد)
(2) محمد احسان قریشیؒ صاحب (گکھڑ)
(3) محمد امین بٹؒ صاحب (گوجرانوالہ)
(4) قاری محمد اسماعیلؒ (لوہیانوالہ)
(5) حافظ عبدالمجیدؒ (ڈسکہ)
(6) غلام صابرؒ (لاہور)
(7) صوفی نسیم احمدؒ شاہ (حافظ آباد)
(8) محمد انوارالحقؒ (فاروق آباد)
(9) محمد ارشدؒ (چیچہ وطنی)

آپؒ نے چھ حضرات کو خلافت تعلیم دی تھی۔

(1) قاری محمد رفیقؒ (گلوٹیاں)
(2) محمد مقبولؒ انصاری (حافظ آباد)
(3) حافظ خلیلؒ (حافظ آباد)
(4) محمد یوسفؒ کاتب (گوجرانوالہ)
(5) پیر محمد یوسفؒ نقشبندی (واہ کینٹ)
(6) ماسٹر عبدالرحمٰنؒ (چبہ والے)

آپؒ نے 85 سال کی عمر پائی۔ آپؒ کا وصال 2 دسمبر 1999ء کو ہوا۔ آپؒ کا مزار مبارک ڈیرہ صابری لوہیانوالہ نزد پنڈی بائی پاس گوجرانوالہ میں واقع ہے۔ جہاں ہر سال آپؒ کا عرس منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا سید فضل حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد کا نام سید امیر علی شاہ اور والدہ کا نام روشن بی بی تھا۔ تاریخ پیدائش 17 فروری 1813ء ہے۔ آپ کے آباؤ واجداد کشمیر کے رہنے والے تھے۔ آپ اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل میں مختلف علاقوں میں گھومتے موضع کوٹلی نواب ضلع گوجرانوالہ میں آئے۔ پھر یہ علاقہ اتنا پسند آیا کہ ہمیشہ کے لیے یہیں کے ہو رہے۔ آپ کے تین بھائی تھے۔ جن کے نام اچھا شاہ، دین محمد شاہ اور غریب شاہ تھے۔ چونکہ آپ بڑے بھائی تھے۔ اس لیے انہوں نے آپ کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں خاص کردار ادا کیا۔ سید فضل شاہ کے اس علاقہ میں آنے سے قبل یہ علاقہ چوروں لٹیروں اور راہ حق و صداقت سے بھٹکے ہوئے انسانوں کا مسکن تھا۔ آپ کی نظر عنایت سے علاقہ بھر کے عوام صراط مستقیم پر گامزن ہونے لگے۔ آپ نے اصلاحِ قلوب بھی فرمائی۔ اور گمراہوں کو اسلام کی تعلیمات حقانی سے بہرہ ور بھی کیا۔ آہستہ آہستہ آپ کی شخصیت تمام علاقہ کو یوں محبوب ہوئی کہ دور دور سے مضطرب و پریشان حال لوگ آپ کے پاس حاضر ہوتے اور سکون قلبی کی دولت گراں مایہ سے بہرہ یاب ہونے لگے۔

آپ کی وفات ۱۳۲۰ھ میں ہوئی۔ آپ کو گاؤں کے شمال میں دفن کیا گیا۔ دور دراز سے ارادت مند آپ کے مزار پر باقاعدگی سے حاضر ہوتے ہیں۔ آپکے مزار پر ہر سال ۵ ہاڑ کو میلہ لگتا ہے۔ جس میں آپ کے عقیدت مند ہزاروں کی تعداد میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کی متعدد کرامات مشہور ہیں۔ اب بھی علاقہ کے بزرگ ماضی کی ایمان افروز صحبتوں کے حوالے سے آپ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ لیکن آپ کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ آپ نے اس علاقہ کو خدا آشنا بنا کر حق و صداقت کی روشنی سے منور کر دیا۔ بلا شبہ یہی تبلیغ ایمانی خاصان خدا کا خلاصہ بھی ہے۔ اور صوفیائے عظام کا مقصود بھی۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت فقیر محمد فقیر چشتی صابری بھیکھوی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ انڈیا کے شہر لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ حضرت سید احمد شاہ چشتی صابری کے پیر بھائی ہیں۔ آپ حضرت عبدالغنی شاہ چشتی صابریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ پاکستان بننے کے بعد آپؒ گوجرانوالہ نوشہرہ روڈ نزد اعوان چوک پر تشریف لے آئے تھے۔ آپؒ نے یکم مئی 2007ء کو تقریباً 90 سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپؒ کا مزار مبارک ڈھکی نوشہرہ روڈ نزد اعوان چوک بر لب سڑک واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال یکم مئی کو منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت شیخ فقیر بخش رسول نگری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ شیخ پھلے شاہ بن شیخ فتح الدین صاحب رسول نگریؒ کے اکلوتے بیٹے اور مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب عشق و محبت و ذوق و شوق تھے۔

نظروں سے غائب ہو جانا:

آپؒ قلندر مشرب تھے۔ ملنگانہ روش رکھتے۔ ملامتیہ طریقہ تھا۔ رسول نگر میں ایک پنڈت عورت سے آپؒ کو محبت ہو گئی۔ ایک دن چوبارہ پر اس کے پاس بیٹھے تھے۔ برہمنوں کو خبر ہوئی۔ انہوں نے باہر سے دروازہ مقفل کر دیا اور آپؒ کو گرفتار کر کے ایذا پہنچانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب لوگوں کا زیادہ ہجوم ہو گیا تو کسی نے کہا کہ شیخ فقیر بخش صاحب کو تو میں نے بازار میں دیکھا ہے آخر سب نے دیکھا کہ آپ رومال سے چہرہ پونچھتے آرہے ہیں اور فرمانے لگے یہ کیسا شور ہے؟ یہ کرامت دیکھ کر سب مطیع ہو گئے۔

اولاد:

آپ کا ایک ہی فرزند شیخ جھناں شاہ تھا جو لا ولد فوت ہوا۔

یارِ طریقت:

آپ کا ایک درویش سائیں احمد نامی فقیر تھا۔

مدفن:

شیخ فقیر بخش کی وفات ۱۲۶۳ھ میں ہوئی۔ قبر قصبہ رسول نگر ضلع گوجرانوالہ میں اپنے والد بزرگوار کے پاس ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت فقیر بخش قادری نوشاہی طرطوسی

آپؒ کی پیدائش سید پور شریف ضلع امرتسر انڈیا میں ہوئی۔ آپؒ نے چھوٹی عمر میں ہی حضرت امام شاہؒ قادری نوشاہی کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ بڑا عرصہ اپنے شیخ کی خدمت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ پھر لوگوں کے قلوب پر خوب محنت کی اور لوگوں کو دنیا سے نکال کر اللہ کی محبت کے راستے پر لگایا۔

پاکستان کے بننے کے بعد آپؒ گوجرانوالہ تشریف لے آئے اور جو زمین آپؒ کو الاٹ ہوئی اسی پر محنت کر کے گھر کا گزراوقات کرتے تھے۔ آپ کا دربار جس جگہ پر ہے وہ آپؒ کی اپنی ملکیت ہے۔ آپؒ نے ساری زندگی اللہ اللہ کرتے گزاری اور 28 جولائی 1958ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ آپؒ کا دربار سوئی گیس روڈ بر لبِ سڑک نزد لوہیانوالہ واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال منایا جاتا ہے۔

شجرہ مبارک

حضرت بابا فقیر بخشؒ مرید امام شاہؒ مرید عبدالغفور شاہؒ مرید نور شاہ ولیؒ مرید شاہ رمضانؒ مرید شاہ شہاب الدینؒ مرید ماہی شاہؒ مرید بخت جمالؒ مرید حضرت پیر پچیارؒ مرید حضرت نوشہ گنج بخشؒ۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا مولوی فیض محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

بحر العلوم مولانا مولوی محمد فیضؒ صاحب ولایت حضرت شیر محمد غازیؒ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت شیر محمد غازیؒ نے آپؒ کو خصوصی توجہ سے نوازا اور بچپن ہی سے آپؒ کی تربیت اس انداز سے کی کہ بڑے ہو کر اس عظیم خانقاہ کا نظام سنبھال سکیں۔ حضرت شیر محمد غازیؒ خود بڑے عالم دین اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔اس لیے انہوں نے اپنے لختِ جگر کو جہاں علوم دینیہ کی دولت عطا کی وہاں روحانی لحاظ سے بھی مسلسل نوازتے رہے۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب مولانا محمد فیض عنفوان شباب کو پہنچے تو نہ صرف علوم دین میں طاق ہو چکے تھے بلکہ روحانیت اور طریقت میں بھی منفرد مقام حاصل کر چکے تھے۔اور اس اعزار کے مستحق ٹھہر چکے تھے کہ خانقاہ قادریہ نوریہ کے روحانی اور دینی سلسلہ کے نظم و نسق کو سنبھال سکیں۔

جب حضرت شاہ شیر محمد غازیؒ کو شہادت کا رتبہ نصیب ہوا تو مسند ارشاد پر ان کے صاحبزادے مولانا مولوی محمد فیض ؒ متمکن ہوئے۔ حضرت مولانا محمد فیضؒ اپنے وقت کے جید عالمِ دین، صوفی کامل اور نغز گو شاعر تھے۔شاعری میں آپؒ ملاحت تخلص کرتے تھے۔آپؒ نے بہت کثرت سے فارسی کلام لکھا۔ایک ممتاز استاذ علوم دینیہ، ایک نامور شاعر اور جلیل القدر فقیہ کی حیثیت سے ان کا مقام اس قدر بلند ہے کہ ہر صاحبِ نظر آپ کے سوانح حیات کی ایک جھلک دیکھ کر ہی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

علم و حکمت میں غیر معمولی دسترس رکھنے کی بنا پر آپؒ بحر العلوم کہلائے جانے کے مستحق تھے۔مشہور کتاب ''چہار باغ پنجاب'' کے مصنف گنیش داس وڈیرہ نے آپؒ کا تذکرہ یوں کیا ہے:

میاں محمد فیض ملاحت تخلص کہ کتاب مراۃ الحساب تصنیف لطیف و شرح مکاتبات علامی ابوالفضل وگل گشتی خوب کردہ است''

مولوی محمد صالح کنجاہی کتاب مسلسلۃ الاولیاء'' میں حضرت مولانا محمد فیض کے شاگردوں حوالے سے رقم طراز ہیں:

''شیخ محمد ابراہیم طیب اللہ ثراہ جعل الجنتہ شوہ عالم و عامل و زاہد و تحمل رفیع الشان بود، علم ظاہری بسیار اساتذہ حاصل نمود بود۔ چنانچہ از خدمت حضرت میاں محمد فیض (کھیالی وال) و حضرت مرزا مقصود بیگ و

حضرت حافظ محمد یونس وحضرت میاں محمد یونس وحضرت میاں محمد صالح گجراتی درعلم باطنی مرید حضرت سید شاہ میراست۔“

ان حقائق کے اظہار سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ اہل نظر کو باور کرایا جاسکے کہ مولانا محمد فیضؒ کس پائے کہ استاد تھے۔ اور آپؒ سے ظاہری و باطنی فیوض حاصل کرنے والوں نے کس درجہ بلند مقام حاصل کیا۔ جس طرح شاگرد کو دیکھ کر استاد کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح پیش کردہ اقتباس سے مولانا محمد فیضؒ کے غیر معمولی تجرِ علمی کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ مولانا محمد فیضؒ اپنے والد بزرگوار اور عظیم اسلاف کی بخشی ہوئی رشد وعرفان کی روشنی میں خانقاہ قادریہ نوریہ میں درس وتدریس کو مستقل طور پر اپنا شعار حیات بنا کر عوام الناس کو حکمت کی روشنی سے فیض یاب کرنے لگے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب پرانی علمی یادگاریں ایک ایک کر کے مٹتی جارہی تھیں۔ کھیالی دروازہ (گوجرانوالہ) کی یہ خانقاہ قادریہ اس وقت علم وحکمت کے عظیم مرکز میں تبدیل ہو چکی تھی۔ دور دراز سے طالبان شوق آتے اور مولانا محمد فیضؒ کی بارگاہ علمی میں بیٹھ کر علم کی پیاس بجھاتے اور رشد و ہدایت کی دولت سے مالا مال ہوتے۔ اس دور میں عوام الناس ہی نہیں بلکہ اکابر علمائے کرام بھی اس درس گاہ سے فیض یاب ہوئے جس کا ذکر مختلف تذکروں میں ملتا ہے۔

مولوی محمد ابراہیم کنجاہیؒ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین تھے۔ کسی وقت انہوں نے مولانا محمد فیضؒ سے اکتساب فیض کیا تھا۔ اس سلسلہ میں مولوی محمد صالح کنجاہیؒ نے اپنی کتاب میں جو اقتباس دیا ہے اس کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا محمد فیضؒ کا زمانہ سکھ شاہی کا بھرپور زمانہ تھا۔ جس سے سوائے تباہی و بربادی کے اور کوئی آثار نہیں آتے۔ اس مرد کامل کا کمال یہ ہے کہ اس نے سکھ شاہی کے ہاتھوں ہراساں اہلِ ایمان کو خانقاہی ماحول میں لا کر روحانی سکون عطا کیا اور ہر قسم کے انقلابات سے بے گانہ ہو کر خدمتِ علم وادب میں مصروف عمل رہے۔ آپؒ کے زمانہ میں پنجاب میں اور بھی علماء وفضلاء موجود تھے۔ مگر افسوس کہ آپؒ کے معاصرین کی خاص فہرست تیار نہیں کی جاسکتی جس سے اندازہ ہو سکے کہ آپؒ نے کن کن صاحبانِ علم وحکمت کے درمیان رہ کر عقل ودانش کے گلاب مہکائے ہیں

مولوی محمد فیضؒ اولیاء اللہ وصوفیاء کے از حد قدر شناس تھے۔ جب بھی علم ہوتا کہ فلاں مقام پر کوئی

صاحبِ ولایت تشریف لائے ہیں تو فوراً ان کی زیارت کو چلے جاتے۔ وہ مردِ فقیر ان کو پہچانتے ہی فرطِ عقیدت سے اٹھ بیٹھتا۔ آپؒ کی علم نوازی اور فقر و درویشی کو دیکھ کر آپؒ کی روحانی شہرت سے متاثر ہو کر پنجاب اور بلادِ ہند کے دوسرے علاقوں سے درویش اور صوفیاء آپؒ کی خدمت میں حاضری دینا وجہ سعادت سمجھتے تھے۔

آپؒ کی رہائش موضع کھیالی میں تھی اور روزانہ علی الصبح کھیالی سے خانقاہ قادریہ نوریہ (بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ) تشریف لایا کرتے اور شام کو بعض اوقات رات گئے گھر کو واپسی ہوتی تھی۔ عمر بھر یہی معمول جاری رہا۔ کھیالی سے گوجرانوالہ کی جانب آتے مردِ درویش حضرت مبارک شاہؒ کے مزار پر ضرور رکتے۔ فاتحہ خوانی کرتے اور پھر وہاں عرصہ سے مقیم ایک صوفی نور احمدؒ سے ملاقات کرتے اور بعض اوقات یہ ملاقات بہت طویل ہو جاتی۔ اس محبت اور خلوص باہمی کا ہی نتیجہ تھا کہ جب آپ کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی تو آپؒ نے اس کا نام نور احمدؒ ہی کے کہنے پر اور اظہارِ محبت کے طور پر نوار احمد رکھا۔ یہ نور احمد تھے جو بعد میں مولانا نور احمدؒ کے نام سے غیر معمولی روحانی شہرت کے حق دار قرار پائے۔

غیر معمولی علمی مہارت اور فقہی دسترس کی بنا پر معاصر علماء کی نظروں میں آپؒ کی رائے کو قولِ فیصل کا درجہ حاصل تھا اور جید علماء فضلاء آپؒ کی علمی آراء اور فقہی فیصلوں کو قدر و قیمت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

غرضیکہ مولانا محمد فیضؒ ایک صاحبِ عمل صوفی، درویش باصفا، عالم نکتہ داں اور محقق دوراں تھے۔ آپؒ کے شاگردوں نے بہت نام کمایا۔

آپ نے ۱۷ رمضان المبارک ۱۲۱۵ھ میں وفات پائی اور موضع کھیالی میں مدفون ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆

ق

حضرت شاہ قطب الدین دوسوندی قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے حالات کا علم نہ ہو سکا۔ آپؒ کا مزار مبارک کچا فتو منڈ نزد قبرستان برلب سڑک واقع ہے۔ آپؒ کا اور حضرت عبدالرحمٰن صاحب قادریؒ کا مزار اکٹھا ہی ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا قطب شاہ ولی چشتی صابری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے تفصیلاً حالات میسر نہ ہو سکے۔ آپؒ تقسیم ہندوستان سے پہلے گوجرانوالہ تشریف لائے۔ آپؒ خاص قلندر مشرب اور مست الست تھے۔ ہر وقت حالتِ جذب میں رہتے تھے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال ہاڑ کی پہلی جمعرات کو منایا جاتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک ڈھکی کوٹ میراں اعوان چوک نوشہرہ روڈ پر واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ک

حضرت صوفی کرامت حسینؒ نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

(دربار اللہ ھو والے)

حضرت خواجہ صوفی کرامت حسینؒ کا شمار ایسے اولیا کے عظام میں ہوتا ہے۔ جن کی تعلیمات ان کے وصال کے بعد بھی دلوں میں جگمگاتی ہیں۔ صوفی کرامت حسینؒ 21 جنوری 1918ء کو چوہدری غلام حسین گجر گواہی کے ہاں بمقام کنتر یلا شریف نزد جہلم پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے نہایت پاکیزہ اطوار کے مالک تھے۔ اپنے علاقہ کے مشہور علماء سے علوم دین پڑھے۔ جب انہیں حضرت نواب دینؒ موہری شریف کی زیارت نصیب ہوئی تو یوں محسوس ہو جیسے بیقرار دل کو قرار آ گیا ہو چنانچہ فوراً ان کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ کچھ برسوں کے بعد آپ کو مرشد نے خلافت سے نواز دیا تو مستقل طور پر گوجرانوالہ میں مقیم ہو گئے۔ صوفی کرامت حسین نہایت ہی برگزیدہ روحانی شخصیت تھے۔ آپ کی نظر کرم سے ہزاروں افرد سلوک و معرفت کی منزلیں کرنے لگے۔ آپ نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں اپنے فرزند الحاج منیر حسین کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمادی تھی۔

طویل عرصہ دنیا کو عرفان حق سے نوازنے کے بعد 10 جنوری 1980ء بروز جمعرات نماز تہجد کے چند منٹ بعد ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپکا مزار گل روڈ گوجرانوالہ پر واقع ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ماہ جنوری میں ہوتا ہے۔ جس میں ملک کے طول وعرض سے ان کے ہزاروں عقیدت مند حاضری دیتے اور اپنے دامان محبت و برکات سے بھر کر لے جاتے ہیں۔ آپ خاص طور پر مریدوں کی روحانی تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو شریعت محمدیہؐ پر پوری شدت سے عمل پیرا ہونے کا درس دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے

عقیدت مند شریعت نبوۃ پر سختی سے پابندی کرتے ہیں۔اور خلاف سنت رسوم سے دامن بچاتے ہیں۔آپ کی تعلیمات سادہ مگر دلوں میں گھر کر جانیوالی تھیں۔اور آپ کی تعلیمات کی تاثیر سے اہل دل فکر و نظر کی بالیدگی کا سامان حاصل کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت میاں محمد کریم اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد کریم اللہ یکتائے روزگار صاحبِ علم وفضیلت اور اپنی تعلیمات روحانی کی بدولت تا ابد مطلع روحانیت پر پوری تابشِ ایمان کے ساتھ جگمگانے والے صوفی کامل تھے۔ان کا نسبی تعلق ایک ایسے خانودۂ طریقت سے تھا جس کا احترام اہل ایمان و یقین کو ہمیشہ ملحوظ رہا ہے۔یہ حضرت محمد عبداللہ قادری کے فرزند ارجمند اور حضرت خواجہ محمد عمر غوث العصرؒ قادری کے پوتے تھے۔روحانی طور پر سلسلہ عالیہ قادریہ سے نسبت تھی۔ جب کہ نسبی طور پر حضرت عباسؓ عمِ رسول ﷺ سے تعلق رکھتے تھے اسی لیے قادری عباسی کہلائے۔آپکی ولادت یکم رمضان المبارک 1293ھ کو گوجرانوالہ میں ہوئی۔

چونکہ آپ کا خاندان علوم دینی و دنیاوی میں ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔اس لیے آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی۔مزید تعلیم کے لیے دوسرے علاقوں کے بزرگانِ کی خدمت میں حاضری دی۔پچیس سال کی عمر تک آپ نے علم فقہ،علم حدیث اور علم تفسیر میں کمال حاصل کرلیا تھا۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے طبع موزوں عطا کی تھی۔شروع سے ہی سخنِ فہم اور سخن شناس تھے۔لڑکپن میں بھی کبھی کبھار شعر کہہ لیتے تھے۔مگر آپ نے شاعری کی باقاعدہ ابتدا 28 سال کی عمر میں کی۔اس وقت تک آپ علوم دینیہ پر عبور حاصل کر چکے تھے۔روحانی سلسلہ میں آپ اپنے والد محترم حضرت خواجہ محمد عبداللہ قادریؒ سے بیعت تھے اور یہ سلسلہ بیعت ہی ان کے روحانی مدارج کی ترقی کا باعث بنا تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ صوفیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے جہاں بے شمار علمی و روحانی درجات بلند سے نواز رکھا ہوتا ہے وہاں بارگاہ خداوندی سے انہیں فنِ شاعری بھی عطا ہوتا ہے۔چونکہ ان صوفیائے کرام کی شاعری جذباتی یا سفلی خیالات کی ترجمانی نہیں کرتی بلکہ ان کی دوسری صلاحیتوں کی طرح ان کی شاعری تبلیغ اسلام کا

ذریعہ بنتی ہے۔ اس لیے ان کے اشعار بے اختیار دلوں میں گھر کرتے اور اصلاحِ قلوب کا باعث بنتے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت سلطان باہوؒ اور حضرت میاں محمد بخشؒ کی اور دوسرے صوفیائے کرام کی ایمان افروز شاعری ہمیشہ دلوں کے ظلمت کدوں میں شمع ایمانی کے روشن کرنے کا باعث بنتی ہے۔ حضرت میاں محمد کریم اللہ قادریؒ کی شاعری بھی اسی سلسلہ روحانیت کی ایک کڑی ہے۔

حضرت میاں کریم اللہؒ صاحب جذب وشوق اور عالمِ باعمل تھے۔ آپ کی صحبت تشنگانِ علم و آگہی کے لیے سرمایہ سعادت تھی۔ صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے انسان آپ کی مجلس میں آتے اور سکونِ قلب کی دولت بے بہا لے کر جاتے۔ آپ کے مریدین اور ارادت مندوں میں علماء اور دانشور بھی شامل تھے۔ بابائے پنجابی ڈاکٹر فقیر بھی آپ کے مریدوں میں شامل تھے۔ طویل عرصہ تک بزم ہستی میں علم وعمل کی خوشبوئے جان نواز لٹانے کے بعد بالآخر 18 شعبان 1361ھ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور دربار عالیہ قادریہ حضرت خواجہ محمد عمر میں اپنی والدہ کے قدموں میں جگہ پائی۔

ان کی صوفیانہ شاعری متلاشیان حق وصداقت کے لیے متاع گراں مایہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے فارسی اردو اور پنجابی زبانوں میں شاعری کی ہے۔ ان کے پنجابی کلام کا ایک انتخاب ان کی زندگی ہی میں کلام عاشق کے نام سے شائع ہو چکا تھا۔ یاد رہے کہ آپ پنجابی میں عاشق اور اردو فارسی شاعری میں کریمی یا کریم تخلص کرتے تھے۔ کلامِ عاشق کا سن اشاعت 1343ھ ہے۔

آپ کی شاعری کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ شریعت، حقیقت اور معرفت کے تمام اسرار ورموز بیان فرماتے ہوئے قرآن وسنت کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ ان کے کلام میں علم وحکمت اور محبت الٰہی کا سمندر موجزن ہے۔ آپ نے شاعری میں ہمیشہ سادہ الفاظ کا خیال رکھا ہے کہ مضمون آفرینی کے وقت عربی اور فارسی الفاظ بھی اس مہارت فن کے ساتھ استعمال کر جاتے ہیں کہ یہ الفاظ ذہن وفکر کو قطعاً بوجھل محسوس نہیں ہوتے۔ شاعری میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی کو اس خوبی سے سموتے ہیں کہ مفہوم ومعانی کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ آپ کی شاعری سرور کائنات حضور محمد مصطفےٰ ﷺ سے بے پناہ عشق ومحبت اور اولیائے کرام سے والہانہ عقیدت کا بے مثال مجموعہ ہے۔

بہت سے مسلمان صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ اصل حقیقت

ایک اور اس کائنات کی تمام ظاہری صورتیں دراصل اس حقیقت واحد اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اسی لیے یہ صوفیائے کرام اسی حقیقت واحد کی طرف روحانی اور مکانی طور پر رجوع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ میاں محمد کریم اللہؒ قادری اپنے پنجابی کلام میں ایسی حقیقت ازلی وابدی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ث۔ ثابتی صدق پیاریتی ہُن بھارامانتوں چابیٹھوں
آکے مالک ملک دا ہو بیکے تے ہُن عاجزی داتنبوں لا بیٹھوں
نہ کوئی فکر سی موت حیات والاہُن فکر تنور نُوں تا بیٹھوں
عاشق نکل دریا توحید وچوں کثرت وچ آرنگ وٹا بیٹھوں

ب۔ باغ توحید دی میَں بلبل میرا آہلنا عرش عظیم اُتے
وچ جنگلاں ہندیاں آن پئی رووداں یاد گلزار نعیم اُتے
کدی شاخ گلزار تے بیٹھ دی ساں جھولا جھولدی بادنسیم اُتے
دیناوچ نہ پر چداجی عاشق رووداں ہجر تھیں درد قدیم اُتے

ع۔ عاشقاں عشق دے راہ اندر جس قدر ہی قدم اُٹھایا اے
اوسے قدر ہی بھارمحبتاں داغم یار دا سرے نے چایا اے
اشدالبلاء علی الانبیاء نبیاں ساریاں نیں دکھ پایااے
عاشق درد مصیبتاں جھل سر تے ستویں چرخ تے قدم ٹکایااے

میاں محمد کریم اللہؒ کی شاعری تعلیمات اسلامی کے تابع ہے۔ عشق و سرمستی کے بحرِ کراں میں غواصی کرتے ہوئے وہ خلیفہ توحید کی اصل سے کبھی روگردانی نہیں کرتے۔ ان کی تمام غزلیات انسان کو عظمتِ خداوندی اور رفعتِ مقام کبریائی کا احساس دلاتی ہیں۔ ان کی ایک غزل میں شانِ خداوندی یوں جلوہ گر نظر آتی ہے:

عجب ہے ظاہر و باطن وہ ذات ربّ غیور خیال ووہم سے برتر گمان ووہم سے دور

عجب ظہور ہے اس کا کہ ہے وہ عین حجاب　　عجب حجاب ہے اس کا کہ ہے وہ عین ظہور
عجیب حُسنِ تجلّی ہے عقل و ہوش ربا　　حواسِ خمسہ اشارے سے جس کے ہوں مغرور
خوشا وہ قلب مصطفیٰؐ کہ جس میں نورُ خدا　　برنگِ شمع فـــروزاں ہو مثلِ جلوہ طوُر
عجب ہے عالم مستی کہ عاشقانِ جمال　　گزار کے ہستی سے اپنی وہ ہوتے ہیں مسُرور
نہ ہو فنا تو کمـال حیات لا حاصل　　فنا کے بعد حصول بقـا کا ہے دستُور
عجب وہ ہستی کہ دائم بحق ہو وابستــہ　　نہ خون نارِ جہنّم نہ طلـب حور قصور
یہ کیا کرشمہ باز و ادا کریمی ہے　　کسی کو حرف زون کا یہاں نہیں مقدور

میاں صاحب جہاں ذات خداوندی کا تذکرہ کرتے ہوئے طالبانِ دید میں نئے توحید لٹاتے ہوئے اپنی شاعری کے ذریعہ ارفع واعلیٰ خدمت انجام دیتے ہیں وہاں حضور نبی کریم ﷺ کی مدحت ونعت لکھتے ہوئے بھی ان کا قلم فنی سربلندیوں کے ساتھ ساتھ عشق وسرمستی کی رفعتوں کی عکاسی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ سرورِ کائنات کا ذکر آتا ہے تو میاں محمد کریم اللہ قادری مہجوری میں حضوری کا لطف اُٹھاتے دکھائی دیتے ہیں۔ نعت کہتے ہوئے خود بھی جذب وسرمستی میں ڈوب جاتے ہیں اور اپنے ساتھی قاری کو بھی اسی کیفیت بے اختیار کا لطف بخش دیتے ہیں، ملاحظہ کیجئے:

آئینۂ ذات خدا نور جمال مصطفےٰ　　ہے مطلع نور الہدیٰ قدر کمال مصطفےٰ ﷺ
وہ رحمتہ للعلمینؐ برحق شفیع المذنبین　　ہے گفتہ رب العلے قول ومقال مصطفےٰ ﷺ
وہ شاہد ومشہود حق محبوب اور مقصود حق　　ہے دلبرِ ہر دلربا آبرو ہلال مصطفےٰ ﷺ
یاسولؐ اللہ حبیب کبریا خیرالوریٰ　　نقطہ اک تعریف کا ہے لولاک لما
سیدِ عرب وعجم ہے یا نبیؐ تیرا لقب　　تیرا ہمسر حق تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا
کون ہے دنیا میں تجھ بن شہسوار لا مکاں　　خاک تیری راہ کی سرمہ ہو میری آنکھ کا
رحمتہ لعالمینؐ ہے نام تیرا اے کریم　　گوشہ چشم کرم کیجیے ادھر بہر خُدا
مائے معین کیا ہے یثرب کی خوش ادا ہے　　حبل المتین کیا ہے بس حُبِ مصطفےٰؐ ہے
حق الیقین کیا ہے پرواز عاشقانہ　　نور مبین کیا دیدار مجتبےٰ ہے

خلدِ برین کیا ہے وصل حبیبِ برحق — نار سعیر کیا ہے بس ہجرِ دلربا ہے

خاک در محمدؐ آنکھوں کی روشنی ہے — نورِ یقین سے دیکھو وہ مظہرِ خدا ہے

یارسول اللہ ﷺ ہوں میں حاضر بے نور — دور ہوں دربار عالی سے پڑا بے کس شہا

سید أبیمار اپنے کا مدار کیجئے — لاغر و کمزور ہوں اور دور ہے دارالشفا

بار گاہ عالیہ سے دور ہوں شاہ جہاں — بیکسی کے دشت میں ہوں میں مثال نقش پا

ایک دانہ کے لیے جنت سے نکلے ابوالبشر — میں ہزاروں جرم وعصیاں میں ہوا ہوں مبتلا

درحقیت میاں محمد کریم اللہ قادری صوفیائے کرام کے اس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جن کی شاعری اصلاح امت اور تعمیر اخلاق وکردار کے لیے وقف ہوتی ہے۔ وہ ستائش کی تمنا اور صلے کی پروا سے بے نیاز تھے۔ ان کی شاعری کا اولین مقصد حصول خوشنودی خدا اور رسول ﷺ تھا۔ ان کا عشق اگر تھا تو خدا اور رسول کے لیے۔ ان کی شاعری تھی تو اشاعت دین اسلام کے لیے بلا شبہ ان کی تمام زندگی اسی بے مثال سیرت وکردار کا نمونہ تھی جس کی تشریح قرآن اور سنتِ رسول میں ملتی ہے۔ انہوں نے خود کو دین اسلام کی سربلندی وسرفرازی کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی زندگی میں ہزاروں طالبانِ جادہ حق منزل روحانی سے آشنا ہوئے اور آج آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے ارادت مند آپ کی بخشی ہوئی دولت کردار وعمل اور صوفیانہ شاعری سے اپنے ذہن وفکر کی ظلمتوں کو اجالتے اور آپ کے تزکارایمانی سے قلب ونظر کو پُر نور پاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا سید کرم شاہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے تفصیلی حالات میسر نہ ہو سکے۔ آپؒ گمنام بزرگ ہیں۔ آپؒ کے مزار پر ہزاروں عقیدت مند آتے ہیں۔ جو کوئی بھی حاجت لے کر آتا ہے وہ بامراد ہوتا ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال ہاڑ کی پہلی جمعرات کو منایا جاتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک کوٹلی رستم بوٹی والا چھپڑ نزد حافظ آباد روڈ میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

گ

حضرت سائیں گلزار احمد مجذوب قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ میرپور آزاد کشمیر کے رہنے والے تھے۔ آپ مزدوری کرنے کے لئے گوجرانوالہ آئے پھر ساری عمر اسی شہر میں گزار دی۔ آپؒ سول لائن میں ایک بیکری میں کام کرتے تھے۔ آپؒ کی عادت تھی کہ روزانہ چائے اور بسکٹ لیکر حضرت بابا اسماعیل شاہ المعروف بابا ننگے شاہؒ کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ کافی عرصہ خدمت کرتے رہے۔ حضرت بابا ننگے شاہؒ کے وصال کے بعد آپؒ پر جذب طاری ہو گیا اور مجذوب ہو گئے۔ اکثر اوقات ریلوے اسٹیشن گوجرانوالہ پر پڑے رہتے تھے۔ حکیم سیف اللہ راوی ہیں کہ میں روزانہ سائیں گلزار صاحب کو اس حالت میں دیکھتا تو بڑی تکلیف ہوتی۔ سردیوں میں بے لباس دیکھتا تو طبیعت پر اور بھی بوجھ ہوتا کہ کیسے ان کا وقت گزر رہا ہے۔ میں ان کے لئے کپڑے بھیجتا۔ آپؒ کچھ عرصہ تو پہنتے مگر پھر وہی کیفیت ہو جاتی ہے میری عادت ہو گئی کہ ہر پندرہ دنوں بعد ایک عدد جوڑا خدمت میں پیش کرتا۔ آپؒ پہن لیتے پھر بعد میں اتار دیتے۔ میں نے سردیوں میں اپنے والد صاحب سے گزارش کی ہمارے گھر کی اوپر والی منزل فارغ ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں سائیں گلزارؒ صاحب کو گھر لے آؤں مگر اجازت نہ ملی۔ میں صبح آپؒ کی خدمت میں گیا تو آپؒ نے کہا والد صاحب کی اجازت نہیں مل رہی تو کوئی بات نہیں۔ اس طرح پھر سال گزر گیا۔ یہ 2002ء کی بات ہے اگلے سال میں نے پھر سردیوں میں والد صاحب سے اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت دے دی۔ میں حسب معمول آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؒ مسکرائے اور کہا کہ اجازت مل گئی ہے۔ چلو پھر گھر چلیں میں نے چار سال آپؒ کی

خدمت کی۔ایک دن کہنے لگے کہ حکیم صاحب آپ نے میری بڑی خدمت کی ہے میں تم کو لعل دوں گا مگر ایک شرط ہے کہ تم سفید چاول پکاؤ اس پر دیسی گھی لگاؤ اور اوپر شکر ڈال کر لاؤ تو میں آپ کو لعل عطا کروں گا۔میرے ہاں اس وقت صرف دو بچیاں تھیں۔اولاد نرینہ نہ تھی۔میں نے گھر آ کر اپنی اہلیہ محترمہ سے کہا کہ سائیں گلزارؒ صاحب اس طرح کہہ رہے ہیں کیا شرط قبول ہے؟ اس نے کہا کہ ضرور۔پھر اہلیہ نے بڑی محبت سے چاول پکائے اور شکر گھی لگا کر ایک بڑی تھالی میں ڈال دیئے میں وہ لے کر آپؒ کی خدمت اقدس میں پہنچ گیا۔آپؒ بہت خوش ہوئے۔آدھے چاول کھا لئے اور باقی مجھے کہا کہ تم کھالو اور کچھ جا کر اپنی بیوی کو کھلا دو۔میں نے ایسا ہی کیا پھر اللہ رب العزت نے ہمیں اولاد نرینہ عطا کی۔چار ماہ کا حمل تھا تو آپؒ نے فرمایا کہ تم لنگر لے کر حضرت بابا ننگے شاہؒ کے پاس جاؤ۔ پھر میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا حالانکہ ڈاکٹر کہہ رہے تھے کہ بچہ آپریشن سے ہوگا۔میں سائیں گلزار صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپؒ نے فرمایا کہ جاؤ وہ آ گیا ہے۔مجھے وہاں بیٹھے بیٹھے ٹیلی فون پر اطلاع آ گئی کہ بچہ بالکل نارمل اور ٹھیک پیدا ہوا ہے۔مبارک ہو۔میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔حضرت سائیں گلزار کی بے شمار کرامات ہیں۔آپؒ سیف الزبان تھے۔آپؒ کا وصال 11 جون 2007ء کو ہوا۔آپؒ کے وصال کا بھی وہی مہینہ اور تاریخ ہے جو حضرت بابا لعل شاہ قلندر مجذوبؒ مری والوں کا ہے۔آپؒ کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔آپؒ کو سیمنٹ والا گلہ آصف کالونی نزد اعوان چوک کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سید گلاب شاہؒ قادری قلندری

(موتیاں والی سرکار)

حضرت بابا گلاب شاہؒ کی پیدائش 1797ء کو قصبہ ہجرت پورہ جے پور انڈیا میں سادات گھرانہ میں ہوئی۔آپ پیدائشی ولی تھے۔آپؒ کا نام آپ کے تایا جان نے سجاد علی رکھا۔آپؒ کے والد محترم کا نام سید نور

الحسن شاہؒ اور تایا کا نام سید علی شاہ قادری حسینیؒ تھا۔ آپؒ چار بہن بھائی تھے۔ آپؒ کے آباؤ اجداد بخارا سے جے پور تشریف لائے تھے۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم سے لے کر فقہ، فلسفہ اور فارسی تک تعلیم اپنے تایا سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لئے آپؒ بغداد تشریف لے گئے۔ عرصہ پانچ سال تک وہاں قیام کیا اور ظاہری اور باطنی علوم مکمل کئے۔ جب آپؒ واپس گھر آئے تو آپؒ کے تایا نے آپ کو خلعتِ خاص سے نوازا اور خود بغداد کے لئے روانہ ہوگئے۔ آپؒ کو چالیس زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ کچھ عرصہ آپ نے سرکاری ملازمت بھی کی۔ آپؒ جوان ہوئے تو گھر والوں کو شادی کی فکر ہوئی۔ آپؒ ٹالتے رہے مگر گھر والے نہ مانے۔ آپؒ نے ایک رات اچانک گھر بار چھوڑا اور دریائے چناب کے کنارے رام نگر (شہر رسول نگر) آ گئے۔ آپؒ پر جذب کا غلبہ بڑ گیا تو آپ اکثر خاموش رہتے اور دریا کے کنارے زندگی گزارنا شروع کر دی۔ یہ وہ وقت تھا جب رسول نگر میں ایک کنجری جس کا نام منگنی تھا۔ اس کے حسن کا شہرہ چہار دانگ پھیلا ہوا تھا۔ اس نے کچھ مرغیاں اور مرغے پال رکھے تھے جو اکثر اوقات باہر پھرتے رہتے تھے۔ آپؒ کا قیام بھی وہی تھا۔ ایک دن آپ نے جذب میں آ کر دس بارہ مرغیوں کی گردنیں مروڑ دیں جب منگنی کو پتہ چلا تو اس نے آپؒ کی تضحیک کی۔ آپؒ نے وجد میں آ کر فرمایا مرغیو اُٹھ جاؤ۔ یہ کہنا تھا کہ تمام مرغیاں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور بھاگ کر منگنی کے گھر کی طرف چلی گئیں۔ یہ منظر دیکھ کر اس نے فوراً معافی مانگی اور آپ کے قدموں پر گر گئی۔ کہنے لگی میں ہندنی ہوں مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر دیں۔ آپ نے اس کو مسلمان کیا۔ پھر اس نے ساری عمر اللہ کی لو میں گزار دی۔ آپ اکثر بیشتر کیڑے مکوڑوں کو پکڑ کر ان کو مار دیتے تھے تو اکثر ہندو آپ کو کہتے کہ آپ اللہ کی مخلوق کو کیوں مار رہے ہیں تو آپ فرماتے کہ دیکھو یہ کوئی مردہ ہیں؟ آپ ان کو حکم کرتے کہ اٹھو تو فوراً سارے کیڑے زندہ ہو جاتے۔ آپؒ کے بارے میں مشہور تھا کہ آپؒ چوروں کو قطب بنا دیتے تھے۔ آپؒ کا نام تو سید سجاد علی شاہ تھا مگر ایک مرتبہ واقعہ ایسا ہوا کہ آپؒ کو لوگوں نے گلاب شاہ کہنا شروع کر دیا۔ واقعہ یوں ہوا کہ ایک مرتبہ آپؒ کے گاؤں میں ایک مسلمان نے گائے ذبح کی اور گوشت لیکر گھر کی طرف جا رہا تھا کہ ہندوؤں نے شور مچایا کہ یہ شخص ماتا جی کا گوشت لے کر جا رہا ہے اس کو مارو۔ وہ آپؒ کے پاس آ گیا اور گوشت کو چار پائی پر رکھ دیا۔ آپؒ نے فوراً اس کے اوپر کپڑا ڈال دیا۔ جب وہ ہندو آپؒ کے پاس آئے اور کہا کہ یہ شخص گوشت لے کر آیا ہے چونکہ گاؤں میں گائے کا ذبیحہ منع ہے ہم اس کو پکڑ کر حوالہ پولیس کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہمارا مجرم ہمیں دے دیں۔

آپؒ نے فرمایا کہ آپ لوگ کو وہم ہو گیا ہے یہاں پر کوئی بھی گوشت نہیں ہے اور نہ ہی یہ بندہ مشکوک ہے۔اس پر ہندوؤں نے کہا کہ اس چارپائی پر گوشت ہے جو آپ چھپا رہے ہیں۔آپؒ نے کہا فرمایا کپڑا اٹھاؤ۔جب انہوں نے کپڑا اٹھایا تو گوشت کی جگہ گلاب کے تازہ پھول تھے۔جس سے فضا معطر ہو رہی تھی یہ منظر دیکھ کر تمام ہندو حیران رہ گئے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔اس وجہ سے پھر آپ بابا گلاب شاہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔موتیوں والا لقب آپ کے شیخ نے آپ کو نہایت اطاعت اور تابعداری کرنے کی وجہ سے عنایت کیا تھا۔

آپ تارک الدنیا تھے۔حقہ پیتے تھے اور روٹی کسی کے ہاتھ کی نہیں کھاتے تھے بلکہ خود پکاتے تھے۔آپؒ کے پاس کوئی اپنا کام لے کر آتا تو آپ اس پر بہت ناراض ہوتے تھے اور گالیاں نکالتے تھے۔ فرماتے تھے جو دنیا کی خواہش کرتا ہے وہ کتا ہے۔آپ کو غوث وقتؒ سے اویسی نسبت تھی۔ایک مرتبہ آپؒ صبح صبح بارہ دی جو باہر گاؤں میں اب بھی موجود ہے اس کی سیڑھیاں چڑھ رہے تھے اور نہایت خوش تھے اور کافی دیر یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کسی کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں۔مریدوں نے بعد میں پوچھا کہ حضور آپؒ کس کے ساتھ محو گفتگو تھے آپؒ نے فرمایا کہ حضور سیدنا غوث پاکؒ تشریف لائے تھے اور مجھے فرما رہے تھے کہ اے سجاد علی شاہ تم نے اپنی ڈیوٹی بڑے اچھے انداز میں مکمل کی ہے ہم آپ سے بہت خوش ہیں۔آپؒ کا فیض 21 صوبوں تک پہنچا تھا آپ نے 1882ء کو وفات پائی آپ کا مزار شہر رسول نگر میں ہے۔آپ کے وصال کے بعد آپ کے بھتیجے حضرت بابا تھے شاہ آپ کے جانشین ہوئے۔ان کا مزار بھی آپ کے ساتھ ہے۔آپؒ کا عرس ہر سال 27 جیٹھ کو دو دن کے لیے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا گلاب دین قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے تفصیلی حالات نہ مل سکے۔آپؒ کے مزار پر لوگ ہر جمعرات کو اپنی حاجات لے کر آتے ہیں اور بامراد لوٹتے ہیں۔آپؒ کے مزار کے ساتھ حضرت بابا نواب دین قادریؒ کا مزار ہے۔روایت کے مطابق آپؒ دونوں سگے بھائی ہیں اور دونوں کا وصال ایک ہی وقت میں ہوا۔آپؒ کا مزار مبارک کا مونگی روڈ تتلے

والی میں نہر کے قریب برلبِ سڑک واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال ۱۵ جیٹھ کو منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا گوگو شاہ بخاری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے اور اکثر وقت جنگلوں اور بیابانوں میں گزارتے تھے۔ آج بھی آپؒ کا مزار مبارک آبادی کے باہر کھیتوں میں واقع ہے۔ آپؒ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ آج بھی کسی گائے بھینس کو کسی بھی قسم کا مرض ہو تو لوگ آپؒ کے مزار پر منت مانگتے ہیں تو ان کے جانور بالکل تندرست ہو جاتے ہیں۔ آپؒ کے بارے میں روایت ہے کہ آپؒ کا وصال تقریباً دو سو سال پہلے ہوا۔ آپؒ کا مزار مبارک گاؤں کھوکھر بھنڈو کا مونکی روڈ تتلے والی میں واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک 15 جیٹھ کو ہر سال منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سیّد گوہر الحسن قادری رحمۃ اللہ علیہ

(روشنی والی سرکار)

آپؒ انڈیا سے تشریف لائے۔ آپؒ کی تاریخ پیدائش معلوم نہ ہو سکی۔ آپؒ ہر وقت یادِ الٰہی میں رہتے تھے۔ خاموش طبع بزرگ تھے۔ آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ریٹائرڈ کرنل تھے۔ آپؒ کے شیخ پیر سید حمزہ علی شاہؒ سہارن پور انڈیا کے تھے۔ آپؒ نے 1987ء کو وصال فرمایا۔ آپؒ کا دربار سیالکوٹ بائی پاس نزد معافی والا موڑ میں برلبِ سڑک واقع ہے۔ آپؒ کا عرس ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر گودڑی شریف قلندری رحمۃ اللہ علیہ

(المعروف شہنشاہِ سخاوت)

حضرت بابا پیر گودڑیؒ کے تفصیلاً حالات میسر نہیں ہو سکے۔ روایت کے مطابق آپؒ تقریباً 300 سال پہلے گوجرانوالہ تشریف لائے تھے۔ آپؒ کے مزار پر ہزاروں عقیدت مند آتے ہیں اور اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال ہاڑ کی پہلی جمعرات کو منایا جاتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک سیٹلائٹ ٹاؤن نزد نرسری چوک میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ل

حضرت بابا لدھے شاہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا لدھے شاہ مجذوبؒ گوجرانوالہ کے کامل مجازیب میں سے ایک تھے۔نوجوانی کے عالم میں ہی عشق حقیقی کی تڑپ میں مبتلا ہوگئے اور سوزِ عشق نے عقل و خرد کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ساری زندگی پسی ہوئی سرخ مرچیں آپؒ کی خوراک تھی اور اس کے علاوہ کوئی چیز تناول نہ فرماتے تھے۔خرق عادات آپکی بہت تھیں۔بہت لوگ آپؒ کے عقیدت مند تھے۔آپؒ کو وصال کے بعد محلّہ گورونانک پورہ میں دائرہ کے اندر دفن کر دیا گیا۔بعد میں راقم الحروف کے جدِ امجد نے وہاں ایک مسجد بنام فاروقیہ رضویہ آباد کر دی۔آج آپکے حجرہ میں تین قبور ہیں۔ایک آپؒ کی ایک حضرت احمد دین صدیقی قادریؒ کی اور ایک اس مسجد کے خطیب اور مشہور عالم دین حضرت مولانا غلام فرید ہزارویؒ کی۔آج بھی یہ مسجد سے متصل حجرہ دربار بابا لدھے شاہؒ کہلاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر لنگر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مزار موضع سوئیاں والا میں ہے۔ڈوگر قوم سے تعلق رکھتے تھے۔آپ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے سے ہیں۔آپ نے حضرت قاسم شاہ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے کمال حاصل کیا۔گیارہ برس مرشد کی بارگاہ میں خدمت کے لیے کھڑے گزار دیئے۔پیر نے خرقہ خلافت اور سند ولایت دے کر سوئیاں والا میں نامزد فرمایا۔اور ہدایت کی کہ اللہ کے بندوں کو فیض پہنچاؤ اور گم کردہ راہوں کو سیدھی راہ دکھاؤ۔بڑے صاحب حال وقال بزرگ تھے۔ڈوگر قوم آپ کی مرید ہے۔آپ کا مزار آپ کی اولاد نے پختہ بنایا۔ماہ ہاڑ میں آپ کے مزار پر میلہ لگتا ہے۔

م

حضرت مبارک شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپکے صحیح حالات زندگی دستیاب نہیں۔ دراصل آپ کا زمانہ حیات اتنا قدیم ہے کہ تذکرہ نگار اس طرف توجہ نہ کر سکے۔ آپ کا زمانہ حضرت میاں میر لاہوریؒ اور حضرت شاہ جمال نوریؒ سے پہلے کا ہے۔ حضرت داتا شاہ جمال نوریؒ جب کھیالی سے گوجرانوالہ تشریف لاتے تو راستے میں ان کی کچی قبر پر آ کر رک جاتے اور فاتحہ پڑھ کر آگے بڑھتے۔

آپ نہایت برگزیدہ ولی تھے۔ آپ کے مزار پر حاضری کی بدولت ایک عالم نے فیض اٹھایا ہے۔ آپ کی قبر کے قریب سنگریزے بکھرے رہتے تھے جن کے متعلق یہ روایت تھی کہ جس کا بخار نہ اترتا ہو وہ یہ سنگریزے لے جاتا اور اس کا بخار اتر جاتا۔

ایک مرتبہ راجہ رنجیت سنگھ کو شدید بخار ہوا جو کسی صورت نہ اترتا تھا۔ اس کا ایک درباری حضرت مبارک شاہؒ کے مزار سے چند سنگریزے اٹھا لایا۔ انہیں چھوتے ہی رنجیت سنگھ کا بخار اتر گیا۔ اس درباری سے راجہ رنجیت سنگھ نے ان سنگریزوں کے متعلق پوچھا تو درباری نے حضرت مبارک شاہؒ کے مزار کے بارے میں بتایا۔ رنجیت سنگھ نے خود وہاں حاضری دی۔ اور آپ کی قبر پر نہایت خوبصورت گنبد والا مزار بنوایا۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے اور ہزاروں عقیدتمند حاضری دیتے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک مبارک شاہ روڈ نزد قبرستان کلاں پر واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا پیر مبارک شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(کاموکی)

آپ بابا بھولے شاہ کے بڑے بھائی تھے۔ آپ کا مزار مبارک تھانیوالا روڈ کاموکی میں ہے۔ آپ کے مزار پر ہزاروں زائرین جاتے ہیں۔ آپ کا عرس بھی ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ آپ کا عرس 15 ہاڑ کو ہوتا ہے اور ہر پیر کو محفل ذکر منعقد ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت پیر سید مجید الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت ابوالخیر نولکھ ہزارویؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؒ شریعت وسنت کے بڑے پابند تھے۔ آپ کا مزار مبارک گاؤں گھنگوڑہ کاموکی روڈ نزد نہر نندی پور تتلے والی برلب سڑک واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 6 جیٹھ کو منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سید محسن علی شاہ گیلانی قادری حجروی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ حجرہ شاہ مقیم کے رہنے والے تھے۔ آپؒ یہاں پر اپنے ننھیال کے ہاں رہنے کیلئے آئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپؒ سے بہت لوگوں نے فیض پایا۔ آپؒ کا شجرہ طریقت حضرت قلندر بہاول بخشؒ سے ملتا ہے۔ آپؒ نے 11 اکتوبر 2014ء کو وصال فرمایا۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 11 کتوبر کو منایا جاتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک منڈیالہ تیگہ روڈ نزد فیروز والا گوجرانوالہ میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا مولوی محبوب عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت

حضرت مولانا محبوب عالمؒ حضرت مولانا نور احمدؒ کے پوتے اور مولانا غلام قاسمؒ کے فرزند تھے۔

مولانا محبوب عالمؒ ۱۲۴۰ھ بمطابق 1824ء کو پیدا ہوئے۔آپؒ کی تربیت اپنے عظیم جدِ امجد حضرت مولانا نور احمدؒ کے زیر سایہ ہوئی۔گھر کا ماحول علمی وروحانی تھا۔اس لیے آپؒ بچپن ہی سے اس غیر معمولی علمی وفکری انداز میں ڈھل گئے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

علوم معرفت کی تحصیل

حضرت مولانا نور احمدؒ اپنے وقت کے جید عالم دین اور شیخ طریقت تھے۔انہوں نے مولانا محبوب عالمؒ کی دینی وروحانی تعلیم وتربیت فرمائی اور جب سمجھ لیا کہ نوجوان محبوب عالمؒ معرفت وسلوک کی راہوں میں آگے بڑھ سکے گا تو سلسلۂ روحانیت کے مرشدِ عظیم حضرت میاں میر قادری کی سنت بجالاتے ہوئے مولانا محبوب عالمؒ سے فرمایا کہ بیٹے اب تمہیں علوم معرفت کی تکمیل کے لیے احمد یارؒ کے پاس جانا ہوگا۔حضرت سخی احمد یارؒ عدیم النظر دانائے رموز معرفت تھے۔آپؒ حضرت مولانا نور احمد کے مرید صادق اور خلیفہ تھے اور اپنے باطنی فیوض کی بناء پر خلقِ خدا میں فخر الاسخیاء کے نام سے شہرت پائی۔جب حضرت مولانا محبوب عالمؒ حضرت سخی احمد یارؒ کے پاس پہنچے تو انہوں نے فوراً سمجھ لیا کہ آنے والا ان کے شیخ طریقت کا پوتا اور علوم دینیہ کی عظمتوں سے آشنا نوجوان ہے۔چنانچہ آپؒ نے مولانا محبوب عالم پر خصوصی توجہ فرمائی اور سلوک ومعرفت کی منزل کی جانب نہایت تیزی سے گامزن کردیا۔اپنی تربیت میں آپؒ نے اس شہباز کو پرواز لاہوتی کے آداب سے بہرہ ور کیا اور نوجوان محبوب عالم جو کہ پہلے ہی اپنے دادا جان کی نگاہ فیضِ رساں سے بہرہ یاب تھے۔اپنے مرشد کے فیوض روحانی کی بدولت بہت جلد درجات بلند پر فائز ہوگئے۔

حضرت سخی احمد یار کو مولانا محبوب عالمؒ نہایت عزیز تھے۔وہ آپؒ کو عالم دین ہونے کی بنا پر خاص شفقت کا حق دار سمجھتے تھے۔حضرت مولانا نور احمدؒ کی روحانی تربیت اور حضرت سخی احمد یارؒ کی عارفانہ رہنمائی

مولانا محبوب عالمؒ کے لیے سونے پر سہاگہ ثابت ہوئی اور آپؒ نے بہت جلد وہ مقام حاصل کر لیا جس کے حصول کے لیے بعض طالبانِ شوق کی عمریں گزر جاتی ہیں۔

آپؒ کی فقہی بصیرت اور علمی نکتہ رسی کا یہ عالم تھا کہ برصغیر بالخصوص پنجاب کے ممتاز علماء آپؒ کو اپنی آراء میں شریک کیا کرتے تھے۔ عوام تو ایک طرف، خواص بھی آپؒ سے رجوع کیا کرتے تھے۔ سرکاری عدالتوں کو جب کسی فقہی مسئلہ کے ضمن میں فیصلہ کرنے میں مشکل پیش آتی تو متعلقہ افسران آپؒ سے رجوع کرتے اور آپؒ کے فیصلہ کی روشنی میں اپنا فیصلہ مرتب کرتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں آپؒ کی حیثیت کس طور پر علم و حکمت کے مینارۂ سربلند کی سی تھی اور کس شان سے اپنی خداداد صلاحیتوں کی روشنی ہر جانب بکھیر رہے تھے۔

وصال

ایک طویل عرصہ تک رشد و ہدایت کا چراغ روشن رکھنے کے بعد بالآخر اس مردِ کامل کی زندگی کی آخری ساعتیں آ پہنچیں۔ آپؒ نے بڑھاپے کے باوجود بھی زندگی کے ایام کے آخری دن تک درس و تدریس اور تبلیغ وعظ کا سلسلہ جاری رکھا۔ اہل نظر کا بدستور تانتا بندھا رہتا تھا۔ آخری ایام میں بیماری کے باوجود آپؒ نے اپنے علمی و روحانی معمولات میں فرق رونما نہ ہونے دیا۔ بالآخر ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ بمطابق 5 دسمبر 1903ء کو جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات ساڑھے گیارہ بجے کے قریب آپؒ نے پیغامِ اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنی جان آفرین کے سپرد کر دی۔ وفات کے وقت آپ کے لبوں پر مسکراہٹ رقصاں تھی۔

آپؒ کی نمازِ جنازہ میں شہر اور علاقہ کے ہر مکتب فکر اور شعبہ حیات سے تعلق رکھنے والے افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور آپؒ کو آپؒ کے تلامذہ اور ارادتمندوں کی آہوں اور سسکیوں کے درمیان خانقاہ شریف میں ہی کہ جہاں آپؒ نے زندگی بھر قرآن و حدیث کی روشنی لٹائی تھی سپردِ خاک کر دیا گیا۔ تذکرہ نگاروں کے بقول آپؒ کی وفات سے علم و حکمت کا گلشن ویران ہو گیا اور پھر بیرونی کھیالی دروازہ کے اس دبستان تعلیم و تدریس پر آپ کے دور جیسی بہار نہ آسکی۔

کشف وکرامات

ایک درویش خدامست اور صاحبِ حال ولی اللہ کی سب سے بڑی کرامت یہی ہوتی کہ اس کا اسوہ مکمل طور پر شریعت کا نمونہ، احکامات قرآنی کا گنجینہ اور سیرت محمد مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آئینہ ہو۔ جب طالبان شوق اسے دیکھیں تو انہیں بے اختیار خدا یاد آنے لگے اور سیرت و کردار مصطفوی کے جلوے ان کی نگاہوں میں سمانے لگیں۔ حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ شریعتِ پر گامزن ہونے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ سنتِ سرکار دو عالم ﷺ کو دل وجان سے عزیز رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جنہیں آپؒ کی صحبت نصیب ہو جاتی وہ باخدا ہو جاتے۔

آپؒ کے شاگردوں میں جنات بھی شامل تھے۔ اس نوعیت کی متعدد روایات ملتی ہیں۔ ایک مرتبہ آپؒ نے فرمایا کہ گارا بنانے کے لیے توڑی (بھوسہ) کی ضرورت ہے اس لیے جہاں سے ملے لے آؤ۔ تمام شاگرد چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد تھوڑا تھوڑا بھوسہ لے آئے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک طالب علم نے بھوسہ والی بھڑ اُٹھا رکھی ہے۔ اُٹھانے والا تو نظر نہیں آتا تھا مگر بھڑ کھلے میدانوں سے گزرتی ہوئی چلی آرہی ہے۔ جب مولانا محبوب عالمؒ نے یہ دیکھا تو اس جن شاگرد سے فرمایا کہ تم نے خود کو ظاہر کر کے اچھا نہیں کیا۔ اس طرح خلقِ خدا میں تشہیر ہوتی ہے اور اہلِ فقر کو تشہیر سے گریزاں رہنا چاہیے۔

اِسی طرح ایک مرتبہ ایک ہندو سیٹھ کی بیٹی پر جن کا سایہ ہو گیا۔ اس ہندو نے اپنی بیٹی کی صحت کے لیے اپنے پنڈتوں اور جوگیوں کے علاوہ مسلمان علماء و فقراء سے بھی رجوع کیا۔ اس ہندو لڑکی پر جب جن کا سایہ ہوتا تو طویل دورے پڑنے لگتے۔ کسی نے مولانا محبوب عالمؒ کے بارے میں بتایا تو دونوں باپ بیٹی حاضر خدمت ہوئے۔ مولانا محبوب عالمؒ نے فرمایا کہ میں دوسرے عاملوں کی طرح طویل عمل سے نہیں گزاروں گا۔ میں ایک سیدھا سادا مسلمان ہوں۔ ایک رقعہ لکھے دیتا ہوں۔ فلاں جگہ فلاں وقت شام کے بعد اپنی بیٹی کو غسل کروا کہ اس مقام پر واقع درخت کے اُوپر چڑھا دینا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں جنات کا شہر آباد ہو جائیگا۔ جب لڑکی دیکھے کہ شہر سج گیا ہے تو میرا رُقعہ درخت سے نیچے پھینک دے۔

اس ہندو سیٹھ نے ایسا ہی کیا۔ اس نے مولانا محبوب عالمؒ کا رُقعہ لیا جس پر آیات قرآنی اور دوسرے وظائف درج تھے۔ اس رُقعہ میں جنوں کے بادشاہ کو متنبہ کیا گیا تھا کہ وہ اپنی رعایا کو خلقِ خدا کو تنگ کرنے سے باز

رکھے۔ جب شام ہوگئی تو ہندو سیٹھ اپنی بیٹی کو مقررہ ویران مقام پر لے آیا اور اس مقام پر موجود درخت پر بیٹی کو چڑھا دیا۔ جب رات چھانے لگی تو اس مقام پر جنات کا شہر بس گیا۔ اس شہر کے بیچ میں ایک تخت زرنگار سجا دیا گیا اور جنوں کا بادشاہ اس تخت پر رونق افروز ہوگیا۔ لڑکی نے یہ سوچ کر کہ درست وقت یہی ہے مولانا محبوب عالمؒ کا مکتوب نیچے پھینک دیا۔ آپؒ کا مکتوب ہوا میں اُڑتا ہوا میدان کے بیچ میں پہنچ گیا۔ ایک جن نے وہ مکتوب اُٹھا کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ نے اُسے پڑھتے ہی فوراً حکم دیا کہ مذکورہ فسادی جن کو حاضر کیا جائے۔ جب وہ جن حاضر ہوا تو بادشاہ نے غصے سے کہا کہ تمہیں یہ اجازت کس نے دی ہے کہ مخلوق خدا کو ایذا پہنچاؤ۔ وہ جن تھر تھر کانپنے لگا۔ بادشاہ نے اس کے لیے سخت سزا کا حکم سنایا اور پکار کر کہا کہ جو بھی مولانا کا رقعہ لے کر آیا تھا وہ مولانا تک ہمارا سلام پہنچا دے۔ اس کے بعد لڑکی صحت یاب ہوگئی اور باپ بیٹی دونوں مولاناؒ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ مولانا محبوب عالمؒ نہایت رقیق القلب تھے۔ کسی کو دُکھ تکلیف میں دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اپنے مریدین کو تلقین کیا کرتے تھے کہ خلق خدا سے محبت سے پیش آؤ کہ اسی صورت میں خُدا راضی ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ آپؒ تانگہ پر سوار کھیالی جا رہے تھے کہ راستے میں گھوڑ رک گیا۔ اس پر کوچوان نے چابک برسانے شروع کر دیئے۔ جب پھر بھی گھوڑا نہ چلا تو اس نے ایک موٹا سا ڈنڈا لے کر گھوڑے کو پیٹنا شروع کر دیا۔ گھوڑا تھوڑا سا چلتا تو پھر رک جاتا۔ مولانا یہ دیکھ کر سسک پڑے اور کوچوان کو منع کیا کہ جانوروں پر ظلم نہیں کرنا چاہیے کہ یہ بھی خُدا کی مخلوق ہیں۔ مگر کوچوان نہ مانا جب آپ نے سمجھایا تو وہ کہنے لگا:

''مولوی صاحب! آپؒ یہ وعظ نصیحت رہنے دیں۔ آپؒ تو اس طرح دُکھی ہو کر مجھے منع کر رہے ہیں جیسے یہ چابک آپؒ پر برسا رہا ہوں۔

مولانا نے یہ سُن کر اپنی پُشت سے کُرتہ اُوپر کھسکا دیا تو کوچوان اور دوسری سواریاں یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کوچوان کے گھوڑے پر برسائے ہوئے چابکوں کے نشانات مولانا کی کمر پر پڑے ہوئے تھے اور بعض سے خُون رس رہا تھا۔ یہ دیکھ کر کوچوان نادم و شرمسار ہو کر آپؒ کے قدموں پر گر پڑا اور رو رو کر معذرت کی کہ آئندہ کسی جانور کو ایذا نہیں دے گا۔

مولانا محبوب عالمؒ ظاہر دار پیروں اور ریاکار علماء کے سخت خلاف تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ فقر کا

تعلق خدا سے ہوتا ہے اور فقر شعبدہ بازی نہیں ہے کہ انسان دوسروں کو ہر وقت ہراساں کرتا رہے۔ایک بار آپؒ نے اپنے مرید خاص اور خلیفہ نبی بخش کو بازار گوشت لینے کے لیے بھیجا۔ نبی بخش بازار پہنچے تو وہاں ایک شخص (جو خود کو پیر کہہ رہا تھا) اعلان کر رہا تھا کہ جو مجھے دیکھ لے وہ جنتی ہے۔ نبی بخش نے اس شخص کی طرف ایک نظر دیکھا اور پھر توجہ نہ دی اور گوشت کی دُکان میں داخل ہو گئے۔اس پیر سے میاں نبی بخش کی بے اعتنائی برداشت نہ ہو سکی۔اس نے تخت پوش پر زور سے اُنگلی ماری جس پر میاں نبی بخش کی آنکھ زخمی ہو گئی۔میاں نبی بخش خانقاہ واپس آئے تو مولانا محبوب عالمؒ نے زخمی آنکھ دیکھ کر ماجرا دریافت کیا۔میاں نبی بخش نے سب کچھ کہہ سُنایا اس پر مولانا نے میاں نبی بخش سے کہا کہ ابھی جاؤ اور اس پیر سے کہو کہ شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھائے۔شام کو وہ پیر کھانے پر آیا اور کھانا کھا چکا تو مولاناؒ نے اس سے دریافت کیا کہ ابھی آج کل کس مقام پر ہو۔اس نے بڑے غرور سے کہا بہت وڈا کھوہ اے۔

پھر اس نے مولاناؒ سے حال دریافت کیا تو مولاناؒ نے ازراہ عجز فرمایا معمولی سی کھُوئی ہے جس میں کمزور سا بیل جُتا ہوا ہے۔کبھی چلتا ہے۔کبھی رُک جاتا ہے۔کبھی ٹِنڈ کا پھیرا آ جاتا ہے۔کبھی نہیں آتا (یعنی کبھی پانی اُپر آ جاتا ہے،کبھی نہیں آتا)۔ یہ فرما کر مولاناؒ نے نِگاہ بھر کر اس ریاکار فقیر کی طرف دیکھا۔آپؒ کے الفاظ اور نِگاہ میں ایسی تاثیر تھی چیخنے لگا کہ' مولوی صاحب آپؒ نے مجھے لوٹ لیا۔میرا سب کچھ چھین لیا اور میرا سینہ خالی کر دیا۔ اس پر آپؒ نے مریدوں سے فرمایا اس ریاکار انسان کو دھکے دے کر نِکال دو۔یہ شعبدہ بازی کرتا ہے۔خلقِ خدا کے ایمان کو لُوٹتا ہے۔ جنت اس شعبدہ باز کی زیارت سے نہیں بلکہ احکامِ شریعت کی پیروی سے حاصل ہوتی ہے۔

مولانا محبوب عالمؒ نام نہاد فقراء کے سخت خلاف تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان لوگوں نے عوام الناس کے دلوں سے حقیقی اہلِ فقر کا احترام اُٹھا دیا ہے۔ایک مرتبہ آپ کے محلّہ میں ایک ظاہری درویش آ گیا۔اسے ایک شخص نے ازراہ عقیدت ٹھرا لیا۔جب وہ نام نہاد درویش رخصت ہونے لگا تو اس نے اپنے میزبان کے بیٹے پر نِگاہ کی۔اس کی نِگاہ پڑتے ہی وہ بچہ مچل گیا کہ میں ہر صورت اس درویش کے ساتھ جاؤں گا۔وہ بچہ اپنے نہایت غریب والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔والدین پریشان ہو گئے۔اُنھوں نے اس درویش سے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ یہ ہمارا واحد سہارا ہے۔خدارا اسے آزاد کر دیجئے۔اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی اور خادم دے دے گا۔اس درویش نے

والدین کی منت سماجت پر مطلق توجہ نہ کی اور کہا کہ یہ بچہ کبھی مجھ سے جُدا نہیں ہوسکتا۔ یہ کہہ کر وہ درویش میزبان کے گھر سے نکلا اور ادھر اُدھر گھومتے ہوئے شہر سے باہر نکلنے لگا۔ شہر سے باہر نکلا تو سامنے خانقاہ حضرت مولانا محبوب عالمؒ سے کچھ قریب آ کر بیٹھ گیا۔ وہ بچہ درویش کے ساتھ ساتھ تھا۔ اتنے میں اس بچے کی ماں روتی پیٹتی آئی اور درویش سے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی کہ خدا کے واسطے میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔ اس پر اس درویش نے نہایت تکبر سے کہا کہ مائی کیا ٹرٹر لگا رکھی ہے۔ اگر بچہ لے جاسکتی ہو تو لے جاؤ۔ اس بوڑھی عورت نے بچے کو ہاتھ سے پکڑ کہ اپنی طرف کھینچا مگر بچہ اس درویش کے سحر کے زیرِ اثر تھا۔ اس درویش کے پاس سے ہٹنے سے انکار کر دیا۔ اس پر اردگرد کے مکانات سے بھی آدمی چلے آئے اور سبھی اس درویش سے رحم کی استدعا کرنے لگے مگر وہ دُنیا پسند انسان سب کو ٹھکراتا رہا۔ مولانا محبوب عالمؒ یہ سب منظر دیکھ رہے تھے۔ بچے کی والدہ نے مولاناؒ سے فریاد کی کہ میری مدد کریں۔ اس پر مولاناؒ نے اس درویش کو سمجھایا مگر اس کا ایک ہی جواب تھا جو لے جاسکتا ہے بچے کو لے جائے۔ میں کسی صورت بھی اس سے دستبردار نہیں ہوں گا۔ جب مولاناؒ نے اس نام نہاد درویش کے دعوٰی کو سنا تو جوش میں آ گئے۔ فوراً مراقبہ میں چلے گئے۔ چند منٹ کے مراقبہ کے بعد آپؒ نے سر اُٹھایا اور درویش کو غور سے دیکھا۔ آپؒ کا دیکھنا اس قدر پر رُعب تھا کہ بچہ اس کے سحر سے آزاد ہو گیا اور فوراً درویش کے پاس سے اُٹھ کر ماں کے سینے سے چمٹ گیا۔ مولانا محبوب عالمؒ نے اس درویش کو ذلیل کر کے وہاں سے نکلوا دیا۔ اور وہاں پر موجود حاضرین کو بتایا کہ درویشی اس کا نام نہیں ہے کہ لوگوں کے معصوم بچے چھینتے پھرو۔ بلکہ اصل درویشی یہی ہے کہ انسان رضائے خداوندی میں فنا ہو کر خُدا کی مخلوقات سے بصد لطف وکرم پیش آئے۔

آپؒ کی زندگی سادگی واخلاص کا مرقع تھی اور اس میں کسی قسم کی ریاکاری یا منافقت کو دخل نہیں تھا۔ آپؒ علم اور عمل کے پیکر تھے۔ اس لیے آپؒ کی بھرپور کوشش ہوتی تھی کہ آپکے وہ شاگرد اور متعلقین جو علم حاصل کر رہے ہیں انہیں عمل کی دولت بھی عطا ہو پائے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی ولادت 1901ء میں موضع آلومہار شریف میں ہوئی۔ آپؒ کا اِسمِ گرامی محمد علی اور والد ماجد کا نام خواجہ رُکن الدین تھا۔ آپؒ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ اسی لئے نسباً صدیقی کہلاتے تھے۔ آپؒ کی گُڑتی کے ساتھ ساتھ پرورش اور تعلیم وتربیت کے مراحل میں قطبِ زمانہ غوث یگانہ حضرت خواجہ سید محمد امین شاہؒ کی خصوصی توجہات شامل حال رہیں۔ حضرت خواجہؒ نے ولادت کے روز ہی اپنی تسبیح مبارک آپؒ کے گلے میں ڈال دی اور فرمایا یہ بچہ ولی ہوگا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ بچپن سے ہی آپؒ پر عشق ومحبت اور جذب ومستی کی کیفیات کا غلبہ تھا۔ حافظ صاحبؒ سے قرآن حکیم ناظرہ پڑھا اور کچھ سکول کی تعلیم حاصل کی۔ آپؒ عام بچوں سے بالکل الگ اور مختلف تھے۔ چونکہ آپؒ مادرزاد ولی تھے۔ ہر وقت مراقبہ وذکر میں مصروف رہتے۔ فضول قسم کے کھیل کود میں کبھی حصہ نہ لیتے۔ آپؒ کو علمِ لدنی سے وافر حصہ عطا ہوا تھا۔

آپؒ عارفِ کامل حضرت خواجہ پیر سید محمد حسین شاہؒ کے دستِ حق پرست پر حصول بیعت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ ان کی صحبت میں ہی سلوک نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم پائی اور آپؒ نے ہی ظاہری خلافت واجازت سے نوازا۔ آپؒ حضورﷺ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور حضرت خواجہ سید محمد امین شاہؒ (آلومہار شریف) کے اویسی تھے اور اکثر اوقات انہی حضرات کی ظاہری وباطنی حاضری وحضوری سے مشرف رہتے۔

اکتسابِ فیض۔ آپؒ نے جن اولیاء کرام کی خدمت اور ظاہری صحبت میں حاضر ہوکر اکتساب فیض کیا۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) شمس الہند خواجہ سید محمد چنن شاہ نوری دائم الحضوریؒ (آلومہار شریف)

(۲) حضرت خواجہ پیر سید جماعت علی شاہ لاثانیؒ (علی پور شریف)

(۳) حضرت خواجہ پیر سید حیدر شاہ کالی چادر والےؒ (چورہ شریف)

(۴) حضرت میاں شیر محمدؒ (شرقپور شریف)

اہل قبور سے فیض۔ آپؒ نے مندرجہ ذیل بزرگانِ دین کی قبور مقدسہ پر حاضر ہو کر فیض حاصل کیا۔

(۱) حضرت سید مخدوم علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ

(۲) حضرت حاجی دیوان شیرؒ چاولی مشائخ ضلع ساہیوال

(۳) حضرت خواجہ سید چنن شاہؒ (آلو مہار شریف)

اخلاق و عادات۔ آپؒ صورت و سیرت میں سلف صالحین کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپؒ کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ دورِ اوّل کے صوفیائے کرام کے قافلے سے بچھڑ کر ایک مسافر اس دور میں آ گیا ہے۔ آپؒ انتہائی بلند کردار اور عالی ظرف، خوش خلق، غریب پرور، پیکر عشق و محبت، خادم دین و ملت، تکبر و غرور سے خالی، فقر و فاقہ کے عادی اور زہد و توکل کا کوہ گراں تھے۔ علماء کے احترام میں پورا پورا اہتمام فرماتے۔ درد دل کا یہ عالم تھا کہ کمزور اور بیمار جانوروں کی بھی خدمت کرتے۔ کسی پریشان حال کو دیکھتے تو بے اختیار آنکھیں چھلک پڑتیں۔ کسی فاقہ مست غمزدہ کو دیکھتے تو جو کچھ جیب میں ہوتا اس کے حوالے کر دیتے اور خود کئی کئی دن فاقہ مستی کی حالت میں رہتے مگر کبھی اظہار نہ فرماتے۔

معمولات۔ آپؒ روزانہ تہجد سے لے کر نماز فجر تک دس سپارے تلاوت فرمایا کرتے۔ تیسرے روز قرآن پاک ختم کرتے۔ نماز عشاء کے فوراً بعد آرام فرماتے۔ گرمی ہو یا سردی ہمیشہ رات کے ایک بجے بیدار ہو جاتے۔ روزانہ دس ہزار مرتبہ درود خضری پڑھتے اور پچیس ہزار مرتبہ ذکر اسم ذات کرتے۔ روزانہ ختمِ خواجگان نقشبندیہ ختمِ مجددیہ ختمِ معصومیہ آپؒ کے اوراد و وظائف میں شامل تھے۔ ذکر خفی اور مراقبے کے خصوصی انتظام فرماتے۔ مریدین کی تربیت پر خاصا زور دیتے امیروں کی دعوتیں بہت کم ہی قبول فرماتے۔ بازار اور ہوٹل کے کھانے قطعاً پسند نہ فرماتے۔ حقہ سگریٹ اور پان تک سے بھی مکمل اجتناب فرماتے۔

کرامات۔ آپؒ کی کرامات تو بے شمار ہیں۔ تاہم چند ایک کرامات نذر قارئین ہیں۔ آپؒ ایک مرتبہ سانگلہ ہل کے قریب ایک پہاڑی پر جا کر خلوت گزیں ہو گئے۔ عبادت کے دوران ایک کیفیت سی طاری ہوئی خیال آیا کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہمکلامی سے نوازا تھا۔ اگر حضور ﷺ کے صدقے

مجھ پر بھی یہ کرم ہو جائے تو رحمتِ الٰہی سے کیا بعید ہے۔ چنانچہ اسی وقت سرِ بسجود ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین سوال پیش کیے اور ہمکلامی کی صورت میں ان کا جواب بھی طلب کیا اور پختہ ارادہ کر لیا کہ جب تک منظوری کی صورت میں جواب نہیں ملے گا سجدے سے سر نہیں اٹھاؤں گا۔

پہلا سوال۔ اے اللہ! میری زندگی میں مجھے حضرات آلومہار شریف اور مشائخ نقشبندیہ کے حالات زندگی پر مشتمل ایک کتاب مرتب کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

دوسرا سوال۔ اے اللہ! مجھے اپنی زندگی میں خدمتِ دین کی خاطر ایک دینی درسگاہ قائم کرنے کی توفیق عطا فرما اور ساتھ ہی خواجگانِ نقشبندیہ کے روحانی مشن کو آگے بڑھانے کے لئے ایک خانقاہ اور مسجد بھی میسر فرما۔

تیسرا سوال۔ اے مولائے کریم! مجھے وقت آخر وضو کی حالت میں موت آئے۔ جواب میں ہاتفِ غیب سے فوراً ندا آئی کہ ہم نے تمہارے تینوں سوال منظور کر لئے ہیں۔

خلفاء۔ آپؒ نے جن خوش نصیب حضرات کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت وخلافت سے نوازا۔ ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

(1) حضرت میاں محمد یونسؒ (شرقپور شریف)

(2) حاجی محمد شریفؒ (پرانی انار کلی لاہور)

(3) مولانا محمد حسین نقشبندی

(4) صوفی محمد امیر خانؒ (گوجرانوالہ)

(5) حضرت مولانا محمد سعید احمدؒ مجددی (گوجرانوالہ)

وصال۔ آپؒ کا وصال 22 نومبر 1974ء بروز جمعرات ہوا۔ عطا محمد اسلامیہ ہائی سکول کے وسیع گراؤنڈ میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت پیر محمد سعید احمد مجددیؒ کے حصے میں آئی۔ نماز جمعہ کے بعد آپؒ کو قبرستان کلاں کے ایک کونے میں آپؒ کے والدِ محترم حضرت خواجہ رکن الدینؒ کے پہلو میں

دفن کیا گیا۔ جہاں آج ایک عظیم الشان روضہ عالیہ تعمیر ہو چکا ہے۔ آپ کا سالانہ عرس ہر سال 22 نومبر (دربار عالیہ رُکن الدین متصل کلاں قبرستان) کو انتہائی تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سائیں محکم شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سائیں محکم شاہؒ رندانہ صورت مگر نہایت پاکیزہ سیرت کے مالک تھے۔ حضرت سائیں صاحبؒ نے حضرت فخر الاخیاءؒ کے علاوہ حضرت غوث العصرؒ سے بھی کسب فیض کیا ہے۔ چنانچہ ایک جمعہ کے روز حضرت غوث العصرؒ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور آج مولوی محبوب عالم صاحبؒ نے جمعہ کے خطاب میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس کام یا خیال میں کوئی مرتا ہے اسی میں روز حشر اٹھے گا۔ کیا یہ مسئلہ درست ہے؟ آپؒ نے فرمایا ہاں درست ہے۔ عرض کی خواہ کوئی بھی شخص مرے؟۔ آپؒ نے فرمایا ہاں! جو شخص نماز میں مرتا ہے۔ نماز ہی میں اٹھے گا۔

مسئلہ پوچھ کر سائیں محکم شاہؒ اٹھے اور حضرت مولانا مولوی محبوب عالمؒ کے مکان پر چلے گئے۔ کیونکہ سائیں صاحبؒ مولانا صاحبؒ کے مکان پر ہی رہتے تھے۔ جاتے ہی سائیں صاحبؒ نے کپڑے دھونے شروع کر دیئے اور غسل کرنے کے بعد مسجد میں چلے گئے۔ مولوی صاحبؒ نے دیکھ کر کہا آج کیا عید ہے؟ کہ محکم شاہ نہائے بھی ہیں اور کپڑے بھی دھوئے ہیں۔ حضرت مولانا صاحبؒ نے اس لئے حیرانی کا اظہار فرمایا تھا کہ سائیں صاحبؒ عرصۂ دراز کے بعد ہی نہایا کرتے تھے۔ کپڑے دھونا تو اور بھی محال امر تھا۔

مولوی غلام قادر جو حضرت مولانا صاحبؒ کے برادر زادہ تھے۔ نماز عصر کے لئے مسجد میں گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سائیں صاحبؒ سر بسجود ہیں۔ وہ نماز ادا کر کے باہر نکلے اور مولانا صاحبؒ کی خدمت میں عرض کی کہ سائیں صاحبؒ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں اور میں نماز عصر ادا کر کے نکل آیا ہوں۔ مولانا صاحبؒ نے فرمایا دیکھنا چاہئے کہ کہیں جاں بحق تسلیم نہ کر چکے ہوں۔ جا کر ہلایا۔ بلایا۔ مگر روح جسم سے پرواز کر چکی تھی۔ حضرت غوث العصرؒ کی خدمت میں خبر بھیجی گئی۔ آپؒ نے فرمایا وہ مجھ سے مسئلہ پوچھ گیا تھا۔ آج اس نے مرنا ہی تھا۔

چنانچہ حضرت مولوی محبوب عالم صاحبؒ نے فرمایا یہ لوگ جو جسم اور جامہ پاک کر کے سجدے میں

واصل ہوتے ہیں۔ ان کو غسل کفن کی کوئی ضرورت نہیں۔ لہٰذا ان کو انہی کپڑوں میں جنازہ کر کے دفن کیا گیا۔ حضرت سائیں صاحبؒ کا مزار مکان کوڈے شاہ ضلع گوجرانوالہ میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سید مردان علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

قادری قلندری چشتی صابری فلکی

آپ کا مزار مبارک بگرانوالی بطرف نندی پور سیالکوٹ روڈ پر برلب سڑک قبرستان میں واقع ہے۔ آپؒ کے بارے یہی مشہور ہے کہ آپ سیالکوٹ والے حضرت سید امام علی الحقؒ شہید کے ساتھ جہاد میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے پھر بعدازاں یہیں رہ گئے۔ آپؒ کے مزار مبارک پر بہت سے لوگ حاضری دیتے ہیں اور فیض اخذ کرتے ہیں۔ آپؒ کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپؒ مدینہ شریف سے تشریف لائے تھے۔ آپؒ کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں مل سکیں۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک 15-14 ہاڑ کو ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا مستان علی قادری نوشاہی سچیاری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ شہر کلانور ضلع گورداس پور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کا سن پیدائش 1839ء ہے۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم کلانور میں ہی حاصل کی۔ آپؒ جب جوان ہوئے تو حضرت بابا امام شاہؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے۔ آپؒ نے اپنے شیخ کی خوب خدمت کی اور تمام مقامات طے کئے۔ آپؒ بڑے خاموش طبع تھے۔ ہمیشہ یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ جب پاکستان بنا تو تتلے والی ضلع گوجرانوالہ میں تشریف لے آئے۔ قبرستان میں ڈیرہ لگایا اور مخلوق کو اللہ رب العزت کی متوجہ کیا اور لوگوں کے دلوں محبت الٰہی کی آگ سلگائی۔ آپؒ نے 126 سال عمر پائی۔ آپؒ سے لاکھوں عقیدت مندوں نے فیض پایا اور اپنی دلی مرادوں کو پورا کیا۔ آپؒ ہر سال بڑی باقاعدگی سے حضرت حاجی نوشہ گنج بخشؒ کے عرس پر جاتے تھے۔ آپؒ کے

مزار پر اکثر بے اولاد لوگ حاضری دیتے ہیں اور اولاد کی نعمت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ آپؒ کے مزار پر آپ کے مرید بابا نذیر حسین عرصہ ساٹھ سال سے خدمت پر مامور ہیں۔ آپؒ کا مزار مبارک نوشہرہ ورکاں روڈ تتلے والی کے قبرستان میں برلبِ سڑک واقع ہے۔ جہاں پر ہر سال آپؒ کا عرس مبارک بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت بابا مستان علیؒ مرید بابا امام شاہؒ مرید حضرت سید نو بہار شاہؒ مرید سید کمال شاہؒ مرید سید جمال شاہؒ مرید حضرت سچیار پاکؒ مرید حضرت حاجی نوشہ گنجؒ

☆☆☆☆☆☆

حضرت شاہ مسکین قلندر مداری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ مسکینؒ قلندر سلسلہ مداریہ کے عظیم الشان بزرگ تھے۔ مشرب قلندریہ رکھتے تھے۔ سلسلہ مداریہ میں وہ حضرت شاہ موسیٰ دیوان نوئیں والیہ کے مرید تھے۔ آپ کے تصرفات عجیب تھے۔ آپ نے حضرت حاجی نوشہ گنج بخشؒ سے بھی کامل فیض پایا تھا۔ حالت تجرید و تفرید تھے۔ بہت لوگ آپ سے فیض یاب تھے۔ آپ موضع ورپال چٹھہ میں اقامت گزیں ہوئے اور آخری دم تک وہیں رہے آپ کا مزار مبارک بھی وہیں ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت شاہ مسکینؒ مرید شاہ موسیٰ دیوان مرید شاہ ابا بک ناتگاؒ مرید شاہ حمزہ دیوانؒ مرید شاہ آوی دیوانؒ مرید شاہ حسین ماہ بلیؒ مرید شاہ کمال نہال پوریؒ مرید شاہ مکن پوریؒ مرید شاہ کالا دیوانؒ مرید شاہ سرمستؒ مرید شاہ حسین سرمستؒ مرید شاہ باونہ سرمستؒ مرید بابا مان دریائیؒ (مدفون شہر بڑودہ) مرید شاہ علم دریائیؒ مرید شیران جمن جتیؒ مرید سید ابوالتراب بدیع الدین شاہِ مدار مکن پوری مرید شیخ محمد طیفور شامیؒ مرید شیخ عین الدین شامیؒ مرید شیخ زین الدین مصریؒ مرید شیخ عبدالاوّل سجاوندیؒ مرید شیخ ابوالربیع المقدسیؒ مرید حضرت عبدالعزیز مکی قلندرؒ مرید جناب رسالت مآب ﷺ۔

حضرت بابا سید معصوم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(المعروف کریاں والی سرکار)

آپؒ کے تفصیلی حالات معلوم ہو سکے۔ کریاں والی سرکار کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جہاں پر آپؒ ڈیرہ ڈال کر بیٹھے تھے وہاں کریاں جھاڑیاں ہوتی تھیں۔ جن کی وجہ سے آپ کریاں والی سرکار مشہور ہو گئے۔ روایات کے مطابق آپؒ سات بہن بھائی تھے اور ساتوں ہی ولی اللہ ہوئے۔ آپؒ کی بہت شہرت ہوئی تھی۔ آپؒ کی کرامات بے شمار ہیں۔ آپؒ کا مزار مبارک بیگو والا کھوہ موضع تھابل نو کھر سٹاپ حافظ آباد روڈ پر واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال ہاڑ کی دوسری جمعرات کو منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا مقصود شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ

(المعروف اُونچی کریٹر والے)

آپؒ کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ آپؒ بہت پرانے بزرگوں میں سے ہیں۔ آپؒ کا مزار مبارک سطح زمین سے کافی بلندی پر واقع ہے۔ آپؒ کی مرضی کے بغیر آج بھی کوئی مزار پر رات نہیں ٹھہر سکتا۔ مشہور ہے کہ اکثر سانپ آپؒ کے مزار پر حاضری دینے آتے ہیں۔ پاکستان بننے سے پہلے آپؒ کے مزار پر اکثر ہندو اور سکھ بھی حاضری کیلئے آتے تھے اور اپنی مرادیں پاتے تھے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال بابا معصوم شاہؒ کے عرس کے اگلے دن ہوتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک مدن چک نو کھر سٹاپ حافظ آباد روڈ پر واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر سید مکھن شاہ گیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش 1885ء آزد کشمیر ضلع پونچھ تحصیل مینڈز بمقام سوئیاں میں ہوئی۔ آپ والدہ کی طرف سے بخاری ہیں اور والد کی طرف سے گیلانی ہیں۔ آپؒ کے والد کا نام سید سیدن شاہ تھا۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور بیعت بھی اپنے والد صاحب سے کی۔ آپؒ کے آباؤ اجداد کوٹلی آزاد کشمیر میں آ کر مقیم ہوئے پھر آپ ہجرت کر کے گوجرانوالہ کے قریب مین جی ٹی روڈ چیانوالی نزد موڑ ایمن آباد تشریف لے آئے اور آخری عمر تک یہیں رہے۔ آپؒ نہایت متقی پرہیز گار تھے۔ آپؒ کے علاقے کے اکثر و بیشتر لوگ دنیاوی اور روحانی مسائل دور کرنے کیلئے آتے اور بامراد ہوتے۔ آپ ہر ماہ گیارہویں شریف کا ختم پاک بھی دیتے تھے۔ آپؒ نے تین شادیاں کیں مگر اولاد نرینہ سے محروم رہے۔ آپ کا وصال 2 جون 1996ء تقریباً 110 سال کی عمر میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس جی ٹی روڈ بمقام چیانوالی نزد موڑ ایمن آباد کے قبرستان میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت شاہ منصور قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی تاریخ پیدائش اور وفات کے بارے میں علم نہ ہو سکا۔ آپؒ ہر وقت جذب و مستی میں رہتے تھے۔ بہت سے لوگوں کو آپؒ سے فیض ہوا۔ آپؒ کی مشہور کرامات ہے کہ ایک مرتبہ ایک حجام (جو آپ کی حجامت بناتا تھا) اس نے حج پر جانے کا قصد کیا تو آپؒ نے فرمایا تیرا حج بھی ہو جائے گا۔ وہ کہنے لگا میرا قافلہ تیار ہے اگر یہی مصروف ہو گیا تو قافلہ نکل جائے گا۔ اسی دوران قافلہ نکل گیا اور وہ رہ گئے۔ جب حجاج اکرم واپس آئے تو انہوں نے حجام کو کہا کہ تم نے ہمارے ساتھ تمام مناسک ادا کئے مگر واپسی پر تم ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ اچانک غائب ہو گئے تھے۔ کیا ہوا تھا اس نے کہا کہ میں تو حج کے لئے جا ہی نہیں سکا تھا بس حضرت شاہ جیؒ کی خدمت میں ہی لگا رہا۔ آج بھی لوگ آپؒ کے مزار پر جو حاجات لے کر آتے ہیں وہ بامراد لوٹتے ہیں۔ آپؒ کا مزار مبارک واھنڈو روڈ ایمن آباد میں واقع ہے۔ آپ کا عرس مبارک

ہر سال 21 ھاڑ کو تین دن کے لیے بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے

☆☆☆☆☆☆

حضرت سائیں منشی قادری نوشاہی طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش ضلع امرتسر انڈیا میں ہوئی۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے مرشد حضرت فقیر بخش قادری نوشاہی طرطوسیؒ سے حاصل کی۔ آپؒ پاکستان بننے کے بعد اپنے شیخ کے ساتھ ہی پاکستان تشریف لے آئے اور ساری زندگی اپنے شیخ کی خدمت مبارک میں گزاری۔ آپؒ بڑے سادہ طبیعت کے تھے۔ آپؒ کے شیخ چونکہ کھیتی باڑی کرتے تھے اس لئے آپؒ زیادہ تر باہر کھیتوں میں وقت گزارتے تھے۔

آپؒ ایک مرتبہ سخت گرمی میں کہیں جا رہے تھے تو راستہ میں ایک کنواں آیا۔ آپؒ نے شدت پیاس کی وجہ سے پانی مانگا تو کنواں والے نے کہا کہ بابا جی جاؤ ہمارے کنوئیں کا پانی تو کڑوا ہے حالانکہ کنویں کا پانی شیریں اور مزیدار تھا۔ آپؒ نے کہا کہ کڑوا ہے تو پھر کڑوا ہی رہیگا۔ یہ کہہ کر آپؒ چلے گئے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی۔ جب ان کو پانی کی طلب ہوئی اور کنویں سے پانی نکالا تو پانی واقع ہی کڑوا تھا۔ وہ بڑے حیران اور پریشان ہوئے کہ پانی تو بڑا شیریں اور مزیدار تھا مگر یہ اچانک کیا ہوگیا۔ پھر ان کو خیال آیا ہم نے ایک بزرگ جو ابھی گئے ہیں ان سے جھوٹ بولا تھا پھر وہ دوڑے اور آپؒ کی خدمت میں معافی طلب کی۔ آپؒ نے معاف کر دیا اور فرمایا کہ پیاسوں کو پانی پلایا کرو۔ مخلوق خدا کی خدمت کیا کرو کہ یہ اللہ تک لے جانا والا آسان ترین راستہ ہے۔ آپؒ کا دربار اپنے شیخ کے ساتھ ہی ہے۔ آپؒ کا وصال 31 اگست 1996ء کو ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت سائیں مہر دین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ حضرت فتح محمدؒ (روہیلہ والے) کے مرید ہیں۔ آپؒ اپنے شیخ کے ساتھ ہی ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تھے۔ آپؒ نے ساری عمر اپنے پیرو مرشد کی خدمت کی۔ آپؒ کے در سے کوئی سائل

خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹتا تھا۔ جو کوئی اپنی حاجت لے کر جاتا بفضل خدا پوری ہوتی تھی۔ آپؒ کی وفات 29 مارچ 1987ء کو ہوئی۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 29 مارچ کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں ختم قرآن، محفل نعت اور محفل سماع ہوتی ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک اپنے شیخ کے ساتھ ہی واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا سید میراں شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے تفصیلی حالات میسر نہ آسکے۔ آپؒ سے بڑی مخلوق کو فائدہ ہوا۔ آپؒ کا مزار مبارک نوکھر حافظ آباد روڈ پر واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک ہر سال 8 جیٹھ کو منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

ن

حضرت سائیں نامدار قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سائیں نامدار قادریؒ کے متعلق بھی صرف ایک واقعہ احاطۂ تحریر میں آسکا ہے۔ جو ان کا مختصر سا تعارف بھی ہے۔ کہ حضرت سائیں نامدارؒ قدرے بیمار تھے اور ان کا ایک خادم بنام کرم دین آنجنابؒ کی خدمت میں رہتا تھا۔ ایک روز بوقتِ عصر حضرت سائیں صاحبؒ سے کہنے لگا۔ کہ حضرت اب میں جاتا ہوں۔ سائیں صاحبؒ نے فرمایا کیوں؟ خادم نے عرض کی کہ آگے چل کر بھی کچھ کرنا ہے۔ آپؒ نے فرمایا وہاں تو خیر ہے۔ میری مرضی یہ ہے کہ مجھ کو دفن کر کے تم میرے پیچھے آنا۔ کرم دین نے عرض کی کہ یہاں تو اکثر خویش و اقرباء، مومن و مسلم دفن کر سکتے ہیں لیکن آگے کون ہے۔ میں آگے آگے خدمت کے لئے جاتا ہوں اور السلام علیکم عرض کر کے اپنے گھر جا کر جو قریب ہی تھا۔ چارپائی پر لیٹ گئے اور فوت ہو گئے۔ یہ خبر سائیں نامدارؒ نے بھی سن لی فرمایا باز نہیں آیا ہمیشہ اپنی ہی مرضی کرتا ہے۔ اچھا ہم بھی جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپؒ بھی لیٹ گئے اور روح پرواز کر گئی۔ چنانچہ خویش و اقارب قریب و بعید سے آگئے۔ غسل کفن دے کر ہر دو جنازے اٹھائے گئے۔ پیر کا آگے اور مرید کا پیچھے اور دونوں پر نماز بھی ایک جا۔ حضرت مولوی محبوب عالم صاحبؒ نے پڑھائی اور ایک ہی قبر میں دو لحد تیار کر کے جانب مغرب مرشد اور جانب مشرق مرید کو لٹا دیا گیا۔ سبحان اللہ! ان اصحاب کا مرنا عجیب ہے۔ یہ ہر دو مزار بھی مکان کوڈے شاہ گوجرانوالہ میں موجود ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت ناصر اقبال صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ یکم اپریل 1943ء کو حضرت پیر انوار الحق صدیقی قادری (سجادہ نشین و پسر حضرت سخی عنایت اللہؒ صدیقی قادری) کے گھر کامونکی میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے گھر کے ماحول کی وجہ سے میلان شریعتِ مطہرہ کی طرف زیادہ تھا۔ نماز کی سخت پابندی فرماتے تھے۔ ساری عمر غیر شرعی عوامل سے پرہیز فرماتے

رہے۔دنیاوی تعلیم کے حصول کے بعد محکمہ پاکستان ریلوے میں ملازمت اختیار کی۔اور رزق صالح کا بندوبست فرماتے رہے۔ریٹائرمنٹ کے بعد گوجرانوالہ میں ماسٹر گروپ آف کمپنیز میں ملازمت اختیار کی اور وقت وصال تک بخیر وخوبی یہ ذمہ داری انجام دیتے رہے۔آپکو آپؒ کے والد محترم کے وصال کے بعد سجادہ نشین درگاہ حضرت سخی عنایت اللہ صدیقیؒ قادری مقرر فرمایا گیا۔والد محترمؒ کے وصال کے وقت آپؒ کی عمر تقریبا 18 سال تھی۔چونکہ والد گرامی کی صحبت زیادہ میسر نہ ہوسکی۔اس لئے تزکیہ کے لیے نقشبندی سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت عبداللہ بہلویؒ شجاع آبادی کے ہاتھ پر بیعت سلوک فرمائی اور سلوک نقشبندیہ کی تکمیل فرمائی۔حضرت عبداللہؒ بہلوی کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے نے اجازت وخلافت سے نوازا۔آپکی ساری زندگی شرع مبین کی پاسداری اور طریقت کی آبیاری میں گزری۔مختلف سلاسل میں اجازت وخلافت کے باوجود ہمیشہ اپنے آبائی سلسلہ قادری میں بیعت فرماتے تھے۔البتہ خلافت سب سلاسل کی عطا فرماتے تھے۔آپؒ کی طبیعت میں سوز و رقت بہت تھی۔خانہ کعبہ اور مسجد نبوی سے خاص نسبت تھی۔جب تھوڑے پیسے جمع ہوتے عمرہ کی ادائیگی کے لیے حرمین شریفین تشریف لے جاتے۔آپؒ کے تین صاحبزادے جناب عبدالرحمٰن ،جناب عتیق الرحمٰن بقید حیات ہیں اور ایک صاحبزادے عمر فاروق 30 مئی 1991 کو روڈ ایکسیڈنٹ میں وصال فرما گئے۔آپؒ کا وصال مبارک کاموں کی میں ہوا۔راقم الحروف سے بہت محبت وانس فرماتے تھے اور ہر طرح کی علمی وروحانی ضرورت کو پورا فرماتے تھے۔راقم الحروف کی دستار بندی بحیثیت سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ نظامیہ آپؒ نے اور آپ کے بھتیجے یوسف صدؒیقی (سجادہ نشین پیر انوار الحقؒ صدیقی) حافظ عادل جیلانی صاحب (سجادہ نشین نوری دربار) محترم عتیق الرحمٰن صدیقی قادری (سجادہ نشین پیر نظام الدینؒ صدیقی) اور محترم سہیل قمر صدیقی (سجادہ نشین حضرت احمد دین صدیقیؒ قادری) نے جملہ مشائخ کی موجودگی میں فرمائی۔آپؒ کی مرقد منورہ کاموں کی قبرستان میں اپنے والد گرامی کی قبر کے پاس ہے۔

۔خلفاء

محترم سہیل قمر صدیقی قادری (سجادہ نشین آستانہ عالیہ پیرزادہ احمد دینؒ صدیقی قادری) محترم عتیق الرحمٰن صدیقی قادری (سجادہ نشین آستانہ عالیہ پیر نظام الدینؒ صدیقی)

☆☆☆☆☆☆

حضرت شیخ نانک مجذوب شہید قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

(کلاسکی والہ)

آپ مردِ میدان مجاہدہ، سرحلقہ ارباب مشاہدہ، صاحب عشق ومحبت وسکر ومستی تھے۔ آپ حضرت سیّد حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ کے اجل خلیفہ تھے۔

نام ولقب

آپ کا نام نانک المعروف میاں نانو، لقب مجذوب اور شہید تھا۔ اگرچہ کسی پرانے تذکرہ میں آپ کی قومیت درج نہیں۔ مگر کتاب مناقبات نوشاہی میں حضرت شاہ عمر بخش نوشاہی رسولنگریؒ آپ کو قوم زمیندار کے معزز افراد سے درج کیا ہے۔ آبائی وطن موضع کلاسکے چیمہ (ضلع گوجرانوالہ) تھا۔ گاؤں کے قریب ویرانہ میں ایک بلند جگہ تھی اس پر سکونت رکھتے۔

جذبہ ومستی

حضرت نوشہؒ عالی جاہ کی ایک ہی نگاہ سے آپ پر حالت جذبہ طاری ہوگئی۔ آپ مجذوب سالک تھے۔ حالت سکر غالب تھی۔ کافی عرصہ تک آپکی خدمت میں رہے۔

وجد وحالت

منقول ہے کہ حضرت نوشو پاکؒ اپنے قبائل میں سے کسی شخص کی برات کے ہمراہ ملک وال میں مولوی سید عبدالقادر الحسینیؒ کے ہاں تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ نانکؒ پر مستی کی حالت تھی۔ رات کو محفل سماع منعقد ہوئی۔ آپ کو وجد ہوگیا۔ مولوی صاحب اس حالت کے منکر تھے۔ انہوں نے اپنے لوگوں کو خفیہ طور پر متعین کیا کہ اس درویش کے ہاتھ پکڑ کر توڑ مروڑ دو۔ حضرت نوشو پاک کو ازراہ کشف اس کے برے ارادہ کا پتہ چل گیا۔ حضرت نوشو پاکؒ نے فرمایا کہ اگر اس درویش کا سچ جھوٹ دیکھنا مطلوب ہے تو اس کو آگ میں ڈال دو۔ یا تلوار سے مارو۔ اس واقعہ سے شیخ نانکؒ کا نہایت منظور نظر ہونا اور آپ کے وجد حالت کا آنجناب کے

نزدیک سچا اور حقیقی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

بے ریش ہونا

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نوشو پاکؒ نے اپنی مجلس میں یہ مسئلہ ارشاد فرمایا کہ بہشت میں تمام لوگ بے ریش ہوں گے۔ سوائے حضرت رسالت مآب ﷺ کے کہ ان کی ریش مبارک ہوگی۔ جب آپ نے یہ مسئلہ سنا تو ایسی حالت طاری ہوئی کہ ہر وقت موچنہ ہاتھ میں رکھتے۔ جب کوئی داڑھی کا بال اُگتا تو اکھاڑ دیتے اور اپنا چہرہ امردوں کی طرح صاف رکھتے۔

سیر و سیاحت

آپؒ حضرت نوشو پاکؒ کی وفات کے بعد رُہتاس ضلع جہلم کی طرف تشریف لے گئے۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں مستانہ وار پھرا کرتے تھے۔

واقعہ شہادت

ایک بار حضرت نوشو پاکؒ کی مجلس میں تذکرہ ہوا کہ موت کون سی افضل ہے؟ تو آنجنابؒ نے ارشاد فرمایا کہ سب موتوں سے شہادت کی موت افضل ہے۔ اُس وقت مجلس میں سید شاہ محمد رُہتاسیؒ اور شیخ نانک صاحب ذکر ہذا اور ایک تیسرا یار حاضر تھے۔ حضور پر نورؒ نے بشارت فرمائی کہ تم تینوں کو شہادت کا درجہ نصیب ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ رات کے وقت ڈاکوؤں نے دولت کے شبہ سے آپ کو شہید کر دیا۔

تاریخ شہادت

حضرت شیخ نانک مجذوبؒ کی شہادت کتاب خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص 442 میں ۱۱۳۳ھ لکھی ہے مگر خاندانی مخطوطات کی رُو سے ۱۰۹۴ھ بمطابق 1283ء میں ثابت ہوتی ہے۔

مدفن کا نشان

آپ کی قبر موضع کلاسکے چیمہ ضلع گوجرانوالہ میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت نانک شاہ ولی قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی تاریخ پیدائش اور وفات کا علم نہ ہو سکا۔ آپؒ بھی حضرت بھڑی پاکؒ رحمٰن کے ہم عصر ہیں۔ آپؒ مست الست بزرگ تھے۔ آپؒ پر ہروقت جذب و مستی کی کیفیت رہتی تھی۔ آپؒ کی مشہور کرامتیں ہیں۔ ایک مرتبہ کسی نے آپؒ کا بکرا چرالیا اور ذبح کر کے کھالیا۔ صبح آپؒ کو علم ہوا تو آپ نے جذبے میں فرمایا کہ جس نے ہمارا بکرا کھایا ہے وہ ہضم نہیں کر سکے گا۔ اس کے اندر سے نکلے گا پھر ایسا ہی ہوا۔ جس جس نے گوشت کھایا تمام کے تمام لوگوں کو پیٹ کا درد ہوا پھر تمام لوگ اکٹھے ہو کر آپؒ کے حضور حاضر ہوئے اور معافی مانگی۔ آپؒ نے معاف کر دیا مگر ایک روایت کے مطابق ان کے ہاں اس کے بعد کوئی اولاد نرینہ نہ ہوئی۔ لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں۔ آپؒ کا عرس ہر سال 17-16-15 مئی کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک گاؤں مدو خلیل نزد نواب چوک میں واقع ہے۔

☆☆☆☆☆☆
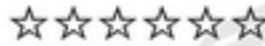
حضرت شیخ نھو مجذوب قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

(تلونڈی کھجور والی)

آپؒ کی تاریخ پیدائش اور وصال کا صحیح علم نہ ہو سکا۔ آپؒ تلونڈی کھجور والی راہوالی گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ آپؒ دنیاوی طور پر بہت مالدار تھے۔ آپؒ کو راہ حق کا شوق بہت زیادہ تھا۔ آپؒ کئی بزرگوں کے پاس گئے مگر تسلی تشفی نہ ہوئی۔ بالآخر آپؒ درگاہ عالیہ نوشہ گنج بخش تک جا پہنچے۔ آپؒ نے تمام صاحبزادگان اولاد آنجنابؒ کے آگے عرض کیا کہ میں اس دربار کی بہت شہرت سن کر آیا ہوں اور عشق الٰہی حاصل کرنے کیلئے آیا ہوں۔ میری وہ صاحب دستگیری کریں جو مجھے عشق دے سکتے ہوں۔ چنانچہ سب

حضرات نے مشورہ کرنے حضرت مولانا سیّد حافظ فُل احمد قادری نوشاہیؒ برخورداری کی خدمت میں پیش کردیا۔آپؒ نے شیخ نھتوؒ کو اپنے سامنے بٹھا کر بیعت کیا پھر فرمایا کہ میاں نھتو پڑھو

سَقَانِی الحُبُّ کَاسَاتِ الِوصَال (قصیدہ غوثیہ)

یہ شعر کا پڑھنا تھا کہ شیخ نھتوؒ پر آثار جذبہ طاری ہونا شروع ہوگئے۔ یہاں تک آپؒ مجذوب ہوگئے۔آپؒ کو دنیا و مافیہا کی کوئی ہوش نہ رہی۔آپؒ اکثر درگاہِ نوشہ بخش پر مست واری میں لیٹے رہتے اور اگر کسی وقت برہنہ ہوجاتے تو لوگ آپؒ پر چٹائی ڈال دیتے۔ایک مرتبہ سخت سردی میں آپؒ ساری رات مسلسل طلوع فجر تک نہاتے رہے۔کچھ لوگوں نے آگ سلگائی ہوئی تھی۔شیخ نھتوؒ بھی ان کے قریب آکر بیٹھ گئے۔تو کسی نے کہا کہ واہ شیخ نھتوؒ تجھ پر تو پیر نوشہ گنج بخشؒ کا بڑا کرم ہے۔آپؒ اس وقت مقام توحید میں مستغرق تھے۔فرمانے لگے پیر نوشہ گنج بخشؒ پر بھی ہمارا ہی کرم ہے۔اس شخص نے آپؒ کی بلند حالت دیکھ کر کہا کہ شیخ نھتوؒ ہم پر بھی کچھ کرم کردو۔آپؒ نے فرمایا کہ اچھا منہ کھولو۔اس نے منہ کھولا تو آپؒ نے اپنی لعاب اس کے منہ میں لگادی اور بھاگ گئے۔اس کے بعد اس شخص پر بھی عجیب حالت کا غلبہ ہوگیا اور اسکی زبان بڑی پُر تاثیر ہوگئی۔آپؒ کے گاؤں میں ایک مرتبہ کسی چوہدری کے لڑکے کی شادی تھی۔ طوائف کا مجرا ہورہا تھا۔آپؒ بھی پھرتے پھراتے وہاں پر پہنچ گئے۔آپؒ پر جذب کا غلبہ تھا۔ پہلے پگڑی اتاری پھر قمیض اتاری اس کے بعد تہبند بھی اتار دیا۔چوہدری صاحب کو بہت غصہ آیا اور آپؒ کی شان میں بڑی گستاخی کی۔ برا بھلا کہا اور دھکے دیکر وہاں سے نکال دیا۔آپؒ نے غصے میں بحالتِ جذبہ فرمایا کہ ''جا تیرا بوٹا پٹ چھڑیا اے'' پھر ایسا ہی ہوا۔اس کا لڑکا اور بہو جلدی ہی فوت ہوگئے۔ یہاں تک چوہدری دردر گدائی کرنے پر مجبور ہوگیا اور اسی حالت میں فوت ہوگیا۔آپؒ کا مزار پاک تلونڈی کھجور والی راہوالی میں ہے جہاں ہر سال آپؒ کا سالانہ عرس منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر سید نذیر حسین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید نذیر حسین شاہؒ کی پیدائش 20 جون 1896ء میں بینکہ چیمہ ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی۔

آپؒ کے والد گرامی کا نام سید کرم الٰہی تھا۔آپؒ نے دنیاوی تعلیم حاصل کی پھر سکول ٹیچر کی ملازمت کرنے لگے بعدازاں آپؒ نے استعفیٰ دے دیا اور لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینا شروع کر دی۔آپ کے گاؤں میں ایک چھوٹی مسجد تھی جس میں آپؒ امامت اور خطابت دیا کرتے تھے بچوں کو قرآن پاک سکھایا اور بڑوں کو دینی تعلیم دی۔ بعدازاں آپؒ نے گاؤں کی اس چھوٹی سی مسجد کو ایک بڑی جامع مسجد میں تبدیل کر دیا۔ بہت عالیشان مسجد تعمیر کراوائی اور ساری عمر اسی مسجد میں رہے۔آپؒ نے بہت سے ہندوؤں اور سکھوں کو مسلمان کیا۔

جب آپ باقاعدہ قادری سلسلہ میں بیعت ہوئے تو لوگوں کو بیعت بھی فرمایا سلوک اور تزکیہ کی راہ پر چلایا۔آپؒ کے ہاں ماہانہ گیارہویں شریف کا ختم پاک بھی ہوتا تھا۔آپؒ لوگوں کو زیادہ کلمہ طیبہ اور تیسرا کلمہ کا وظیفہ بتایا کرتے تھے۔آپؒ کے پاس کئی لوگ آتے جن کو کوئی بھی مرض ہوتی اس کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے تو وہ مریض فوراً اللہ کے حکم سے تندرست ہو جاتا تھا۔آپؒ بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ بڑی بڑی دور سے آپ کے ہاں لوگ جمعہ کا خطبہ سننے آتے تھے۔آپؒ جب آخری عمر میں بیمار ہو گئے تو آپؒ طہارت کا بہت خیال رکھتے تھے۔آپؒ کی طہارت کے وقت استنجا کے ڈھیلوں سے بجائے بو کے خوشبو آتی تھی۔جس جگہ پر آپؒ محفل پاک کروایا کرتے تھے وہیں پر آپؒ کا مزار پاک ہے۔مزار پاک کے دروازے کے باہر تین قبریں تھیں۔ جو مین دروازے پر راستہ میں تھیں۔لوگوں نے کہا کہ حضور مین دروازے پر یہ رکاوٹ ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ دیکھو اگر صاحبِ قبر راستہ دیں گے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر رہنے دیں۔آپؒ کی کرامت تھی کہ تینوں قبریں اپنی جگہ سے سرک گئیں۔ایک ایک طرف اور دو ایک طرف ہو گئیں۔آج بھی یہ تینوں قبریں اسی طرح موجود ہیں۔

آپؒ کے ایک مرید تھے۔ان کا بھائی بہت سخت بیمار ہو گیا۔ہسپتال لے گئے تو معلوم ہوا کہ اپنڈیکس ہے۔آپریشن ہوا تو پیٹ پھول گیا۔شدید تکلیف تھی۔ڈاکٹروں نے لاکھ کوشش کی مگر آرام نہیں آ رہا تھا۔مرید نے کہا کہ میں بہت پریشان تھا۔ہسپتال کی مسجد میں گیا اور اپنے مرشد کی طرف متوجہ ہوا۔میں کیا دیکھتا ہوں کہ روحانی طور پر میرے پاس میرے مرشد تشریف لائے اور کہا کہ کیوں پریشان ہو۔میں نے التجا کی کہ میرا بھائی اس طرح تکلیف میں ہے آپ دعا فرمائیں تو آپ نے کہا کہ فکر مت کرو انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔میں کافی دیر ادھر بیٹھا رہا۔میں نے واپس آ کر بھائی سے حال پوچھا تو اس نے کہا کہ اب مجھے کافی

فرق ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عرش فرش پر کوئی کام ایسا نہیں جو یہ فقیر اللہ کے حکم سے نہیں کرسکتا۔ اللہ کی خاص عنایت ہے۔ میرے پیرومرشد کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ آپ کی کرامات بھی بے شمار ہیں مگر طوالت کی وجہ سے یہاں تذکرہ نہیں ہوسکتا۔

آپ نے شادی کی تو آپ کی ایک صاحبزادی ہوئی جو وفات پا گئی پھر کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کے بھتیجے سجادہ نشین ہیں۔ جن سے لوگ آج بھی فیض یاب ہورہے ہیں۔ آپ کا وصال اکتوبر 1983ء کو ہوا۔ آپ کا عرس مبارک 23 اکتوبر کو ہر سال منعقد ہوتا ہے۔ جو دو دن جاری رہتا ہے۔ آپ کا شجرہ مبارک چند واسطوں سے حضرت غوث العصر خواجہ محمد عمرؒ قادری سے جاملتا ہے۔

شجرہ طریقت

پیر سید نذیر حسینؒ مرید پیر محمد صدیقؒ مرید حضرت پیر عبداللہؒ مرید حضرت خواجہ محمد عمر غوث العصر قادریؒ

☆☆☆☆☆☆

حضرت نصیر الدین شاہ قلندر چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کے تفصیلی حالات میسر نہ آسکے۔ آپؒ کا شجرہ طریقت چند واسطوں سے حضرت سید عبدالقادر شاہؒ شاہدرہ لاہور والوں سے ملتا ہے۔ آپؒ کا مزار مبارک علی جی ٹاؤن گرجاکھ قبرستان میں واقع ہے۔ جہاں ہر سال آپؒ کا عرس مبارک منایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت پیر نظام الدین صدیقی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ نسب

مولانا پیر نظام الدینؒ بن محمد سعیدؒ بن حافظ خدا بخشؒ بن عبدالرحیمؒ بن شاہ جمال اللہ نوریؒ۔ حضرت

موصوف ۱۲۰۹ھ میں خاص شہر گوجرانوالہ میں تولد ہوئے۔علم فارسی اور طبابت میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ وعظ عمدہ فرماتے تھے۔عبادت الٰہی میں ہر دم مشغول رہا کرتے تھے۔بزرگوں کی ملاقات کو غنیمت جانتے تھے۔ حضرت غوث اعظمؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی تعریف ہمیشہ کیا کرتے تھے۔اپنے فرزندوں سے محبت رکھتے تھے۔جوانی کی عمر میں سیاحت بہت فرمائی تھی۔

بڑھاپے میں اپنے بڑے فرزند مولوی محمد اشرفؒ صاحب تحصیلدار (آنریری مجسٹریٹ) کے ہمراہ رہے۔آخر بعارضہ اسہال بیمار ہوئے اور چونیاں میں ۱۲۹۹ھ میں وفات پائی۔ جنازہ آپکا گوجرانوالہ میں لایا گیا۔اور اپنے جدامجد حضرت شاہ جمال نوریؒ کے جوار میں دفن کیا گیا۔آپؒ کے دو فرزند تھے۔

(i) مولوی محمد اشرف تحصیلدار (آنریری مجسٹریٹ)

(ii) مولوی غلام رسول

آپؒ کے سجادہ نشین جناب محترم عتیق الرحمٰن صدیقی قادری ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا مولوی نور احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ حضرت مولانا مولوی محمد فیضؒ کے خلف الرشید تھے۔اوران کی وفات کے بعد خانقاہ عالیہ میں سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

آپؒ کی ولادت ۱۱۶۶ھ مطابق 1753ء ہے۔آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد فیضؒ سے حاصل کی۔شاہ محمد فیضؒ نامور عالم دین اور سربلند روحانی شخصیت تھے۔آپؒ نے اپنے ہی درس میں اپنے بیٹے حضرت نور محمد کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا اوران کی علمی و روحانی تربیت پر خصوصی توجہ صرف کرنے لگے۔سینہ پہلے ہی سے روشن ہو چکا تھا۔حضرت شاہ محمد فیضؒ کی نگاہ باطنی سونے پر سہاگہ ثابت ہوئی۔ آپؒ نے مولانا نور احمدؒ کی روحانی تربیت ایک نئے ہی انداز سے شروع کی۔جن علوم کی تکمیل میں کمی کا احساس ہوا ان پر خصوصی توجہ صرف کی اور روحانیت کے مدارج طے کرانے کے لیے عرفان ذات سے عرفان خداوندی کی منزل حقیقی کی جانب گامزن کیا۔

اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں مولانا نور احمدؒ دینی و روحانی علوم میں اس قدر طاق ہو گئے کہ دنیا ان کی طرف رجوع کرنے لگی۔ شرعی امور میں آپؒ کی رائے کو فوقیت دی جاتی تھی اور علمی و فکری حلقے مختلف مسائل دینیہ کا حل ڈھونڈنے کے لیے آپؒ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ دینی معاملات میں آپؒ کی رائے سند کی حیثیت رکھتی تھی اور آپؒ کے پند و نصائح اور مواعظ دلوں میں بہت جلد گھر کر جاتے تھے۔

حضرت مولانا نور احمدؒ کا طریق اپنے خاندان کے روحانی سربراہ شمس الاولیاء حضرت میاں میر بالا پیر قادری کے طریق کے مطابق تھا۔

شعری ذوق

حضرت مولانا نور احمدؒ باقاعدہ شاعر نہیں تھے۔ لیکن یہ امر طے شدہ ہے کہ قدرت صوفیائے کرام کو طبع موزوں فیاضی سے بخشتی ہے۔ افسوس کہ امتدادِ زمانہ اور گردش ایام کی بدولت آپؒ کا شعری سرمایہ محفوظ نہیں رہا۔ حضور سرورِ کونین ﷺ کی بارگاہ قدسی میں آپؒ کا فارسی میں لکھا ہوا سلام عقیدت دستیاب ہوا ہے، جس سے آپ کے بلند شعری ذوق اور فکری راست روی کا اندازہ ہوتا ہے۔ 27 اشعار پر مشتمل آپؒ کا لکھا ہوا یہ سلام سرمایہ عقیدت بھی روحانی لطافت کا آئینہ دار بھی۔ اس سلام میں آپؒ نے اپنے آقا و مولا ﷺ کے محاسن قدسیہ اور اوصاف عالیہ بیان کیے ہیں اور امید ظاہر کی ہے کہ حضور ﷺ کی نگاہ رحمت انہیں بھی ضرور نوازے گی۔ آپؒ بجا طور پر عشقِ محمد مصطفیٰ ﷺ کی دولتِ عظمیٰ سے بہرہ ور تھے۔

یہی عشق رسولؐ جو آپؒ کا سرمایہ افتخار تھا آپؒ کے مریدین اور ارادت مندوں کا اعزاز بھی تھا۔ یہ سوچ کر آپؒ کا سلام نذر قارئین کر رہے کہ آپؒ کا یہ سلام جو بوسیدہ کاغذوں پر دستیاب ہوا نہ صرف محفوظ ہو جائے بلکہ اس سے قارئین کے ذوق ایمانی کو جلا حاصل ہونے کا اہتمام بھی ہوتا رہے۔

السلام اے صاحب خلق عظیم — السلام اے معدن لطف عظیم

السلام اے سرور عالی جناب — السلام اے شافع یوم الحساب

السلام اے مقتدائے مرسلین — السلام اے رحمۃ اللعالمین

السلام اے پیشوائے انبیاء — السلام اے رہنمائے اولیاء

السلام اے دربستان ہدیٰ — السلام اے عارفاں را مقتدا

السلام اے آنکہ کان نعمتی　　السلام اے آنکہ ابر رحمتی

السلام اے بحر علم من لدن　　السلام اے مخزن اسرار کن

السلام اے مشرق انور غیب　　السلام اے ماحی ظلمات ریب

السلام اے مطلع نور وضیا　　السلام اے معدن حلم وحیا

السلام اے نجم ثاقب السلام　　السلام اے عافصت ماہ تمام

السلام اے صیقل مرآت دل　　السلام اے کاشف ہر غش وغل

السلام اے روئے تو بدر منیر　　السلام اے بوئے تو مشک وعبیر

السلام اے منبع جود وعطا　　السلام اے زینت اہل صفا

السلام اے قاب قوسین مکاں　　السلام اے دے دار الاماں

السلام اے چشمہ آبِ حیات　　السلام اے نور تو ہر شش جہات

السلام اے کور چشماں رادلیل　　السلام اے صاحبِ خلق جمیل

السلام اے سرور ہر دو جہاں　　السلام اے رہنمائے گمرہاں

السلام اے بکیساں رادستگیر　　السلام اے رازداں روشن ضمیر

السلام اے خستہ رامرہم نہی　　السلام اے تشنہ راشربت وہی

السلام اے ذکر تو غفلت رہا　　السلام اے تو فکرِ نور ہدیٰ

السلام اے معطی ہر آرزو　　السلام اے فیضِ تو ہفت چارسو

السلام اے چارۂ بے چارگاں　　السلام اے مونس غم خوارگاں

السلام اے دردمنداں رادوا　　السلام اے مایہ ہر بے نوا

السلام اے جلوہ گر در سینہ ام　　السلام اے صیقل آئینہ ام

السلام اے موصل مطلوبیاں　　السلام اے منعم مرغوبیاں

السلام اے نام تو ور دزباں　　السلام اے حب تو دردنہاں

السلام اے ذکر تو ایمانِ من　　السلام اے اے فکر تو درمان من

وفات

حضرت مولانا نور احمدؒ نے طویل عمر پائی تھی۔ کہتے ہیں کہ آخری ایام تک تحریر پڑھ لیا کرتے تھے۔ طوالتِ عمر کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے۔ کہ آخری دور میں جب آپؒ کچھ پڑھنا چاہتے یا کسی کی طرف دیکھنا مقصود ہوتا تو آنکھوں کے پپوٹے اپنے ہاتھ سے اوپر اٹھا کر دیکھتے۔ ایک طویل عرصہ تک خلقِ خدا کو صراطِ مستقیم کا شعور بخش کر اور اہل ایمان کو ذوق حضوری بخش کر بالآخر ۱۲۷۶ھ مطابق 1859ء کو واصل باللہ ہو گئے۔

اولاد

مولانا نور احمد صاحبؒ کے چار فرزندِ ارجمند تھے۔

1 : مولوی محمد قاسمؒ

2 : مولانا سلطان احمد شاہؒ

3 : پیر محمد حیات شاہؒ

4 : پیر کرم الٰہی شاہؒ

1: مولوی محمد قاسمؒ

مولوی محمد قاسمؒ موضع کھیالی میں پیدا ہو۔ علوم اپنے والد سے حاصل کیے۔ آپؒ جوانی میں ہی انتقال فرما گئے۔ آپؒ کے دو فرزند تھے۔

1: میاں حسام الدین

2: مولوی محمد محبوب عالم

2: مولانا سلطان احمد شاہ

آپؒ گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ یہاں طویل عرصہ رہے۔ عادات عمدہ رکھتے تھے۔ مریدین سے اولاد جیسی محبت فرماتے تھے۔ قلعہ دیدار سنگھ اور پھلو کے گاؤں میں اپنے اور اپنے والد بزرگوار کے مریدین کے پاس رہتے تھے۔

آپؒ کے تین فرزند تھے۔

میاں عنایت علی

میاں ہدایت علی

غلام رسول

3: پیر محمد حیات شاہ

آپؒ کے حالات میسر نہیں ہو سکے۔

4: پیر کرم الٰہی شاہ

آپؒ کھیالی میں پیدا ہوئے۔ علم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا۔ جوانی کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔

میاں رکن عالم

میاں مخدوم عالم

حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری نقشبندی مجددی

(حضرت کیلیاں والے شریف)

حضرت سید نور الحسن شاہؒ 30 جنوری 1889ء کو حضرت کیلیانوالہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مکرم سید غلام علی شاہؒ خود اپنے وقت کی معروف روحانی شخصیت تھے۔ یہ حضرت اللہ بخش تونسویؒ سے سلسلہ بیعت رکھتے تھے۔ پیشے کے لحاظ سے استاد تھے اور تمام زندگی اسی پیشے کے ساتھ وابستگی میں بسر کر دی۔ آپؒ کا سلسلہ 47 واسطوں سے حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچتا ہے۔

آپؒ نے ابتدائی تعلیم مختلف مدارس سے حاصل کی۔ بچپن ہی سے لائق، ذہین اور محنتی تھے مگر موروثی زمین کی کاشتکاری کے پیش نظر ساتویں جماعت سے آگے تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ سید منیر حسین شاہ اپنی تصنیف الشراح الصدر بتذکرۃ النور میں آپؒ کی سوانح حیات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ یہاں تک تھی آپؒ کی ظاہری تعلیم جو علماء کے نزدیک برائے نام بلکہ صفر کا درجہ رکھتی ہے اور یہ تھے اس کے انقطاع کے اسباب جس میں مولا کریم ہی جانتے ہیں کہ کیا حکمت تھی۔ جو اتنے بلند مرتبہ عارف باللہ اور قطبِ وقت کو

ظاہری تعلیم سے صرف اس قدر حصہ دیا گیا۔ شاید اس لئے کہ صحیح متبع سنت اور نبی ﷺ کے سچے عاشق کو حضور نبی اکرم ﷺ سے پوری مناسبت ہو۔

گھر کا ماحول انتہائی مذہبی اور روحانی تھا۔ اس لئے ان کی روحانی تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رہا اور یہ عبادت و تذکار خداوندی کے ذریعہ اپنی ایمانی صلاحیتوں کو جلا بخشتے رہے۔ کاشتکاری کے سلسلہ پر بھرپور توجہ صرف کی۔ ٹھیکیداری بھی کی۔ خوشنویسی بھی سیکھی اور چند ایک کتب بھی تحریر فرمائیں مگر جلد ہی اس کام کو خیر باد کہہ دیا۔ البتہ جب آپ حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ سے بیعت ہوئے تو آپؒ کے ارشادات پر مشتمل دو کتابیں حکایات الصالحین اور مرأۃ المحققین اپنے ہاتھ سے لکھ کر اپنے مرشد کی خدمت میں پیش کیں جو بعد میں طبع بھی ہوئیں۔ روایت ہے کہ جب کبھی شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کوٹلہ شریف کو جاتے ہوئے آپؒ کے مقام پیدائش سے گزرتے تو فرمایا کرتے اس جگہ سے ایک عزیز کی خوشبو آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت میاں صاحبؒ کی مراد تھے اور نسبتِ حضور ﷺ سے معمور۔ جب سید نور الحسنؒ شاہ بخاری اپنے برادر اکبر کے ہمراہ شرق پور شریف میں زمین کے تبادلے کے لئے پہنچے تو حضرت میاں شیر محمدؒ شرقپوری کی خدمت میں بھی حاضری دی۔ حضرت شیر ربانیؒ نے سید نور الحسنؒ کو سامنے گرتے سے پکڑ لیا اور ان کے بھائی سے دریافت کیا کہ ان کا نام کیا ہے۔ انہوں نے آپ کا نام نور الحسنؒ عرض کیا تو حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ "نور بنا دوں؟" سید نور الحسن فرمایا کرتے تھے کہ میں کبھی بڑے سے بڑے افسر سے بھی مرعوب نہیں ہوا تھا لیکن حضرت میاں صاحبؒ کا اس قدر رعب چھایا کہ میں بول نہ سکا۔ میاں صاحبؒ نے ان پر قلبی توجہ فرما کر کہا کہ "مربعوں کے تبادلے کی اتنی ضرورت نہیں ہے اگر چاہو تو ہم تمہاری قسمت کا تبادلہ کر دیتے ہیں۔"

اس وقت تو آپ حضرت میاں شیر محمدؒ شرقپوری سے اجازت لے کر اپنے گاؤں چلے آئے مگر کیفیت یہ ہو گئی کہ رات بھی نیند نہ آتی تھی اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ سینہ پھٹ جائے گا۔ کچھ دنوں بعد میاں صاحبؒ قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضری دی اور وہاں باقاعدہ شرف بیعت سے نوازے گئے۔ آہستہ آہستہ مرشد اور مرید کا ارتباط روحانی اس قدر بڑھا کہ یہ مہینوں شرقپور شریف میں رہتے تھے اور چند یوم کے لئے بھی گاؤں آنا گوارا نہیں تھا۔ جب میاں صاحبؒ گاؤں جانے کا حکم دیتے تو حکم مرشد سمجھ کر چلے آتے مگر دل شرقپور شریف کے بے تاج سلطان کے قدموں تلے ہی لوٹتا رہتا۔ اسی محبت و ارادت اور عشق و عقیدت کا نتیجہ یہ نکلا کہ روحانی

مدارج بھی طے ہوتے گئے۔سلوک کی راہ یقین کا سفر بھی جاری رہا اور دنیاوی وظاہری تعلیم وتربیت کا انتظام بھی ہوتا رہا۔غرض مرشد کی نگاہ کرم سے عشق وعقیدت کی بھٹی سلگتی رہی اور مسِ خام کو کندن کی تابنا کی میسر آتی رہی۔

حضرت میاں صاحبؒ کی نگاہ کیمیا اثر انہیں یوں سرفراز منزل کر گئی کہ جو میاں صاحبؒ کے حلقۂ ارادت میں آنے سے قبل واجبی تعلیم سے بہرہ ور تھے۔یکا یک علم وحکمت اور ایمان ویقین کی گتھیاں سلجھانے لگے اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ آپؒ نے اپنے روحانی مشاہدات وعلمی کمالات کا نچوڑ''الانسان فی القرآن'' کی صورت میں اہل بصیرت کے سامنے پیش کیا تو دنیا آپؒ کی روحانی عظمت کے ساتھ ساتھ آپؒ کی فقہی بصیرت اور علمی رفعت کی بھی قائل ہوگئی۔یہ سب حضورﷺ کی سچی اتباع اور طلبِ صادق کا فیضان تھا کہ آپؒ کی روشن تحریریں دلوں کی تاریک وادیوں کو نور بصیرت سے منور کرنے لگیں اور طالبانِ راہ حق آپ کے فیوض وبرکات کو اپنے دامانِ طلب میں سمیٹنے لگے۔

حضرت میاں شیر محمدؒ شرقپوری نے آپؒ کو خلافت عطا فرما کر حضرت کیلیانوالہ شریفؒ کے علاقہ کے عوام کی تربیت روحانی کا حکم دیا تو اپنے گاؤں چلے آئے۔شیخ طریقت سے فرقت قلب ونظر پر بار گزرتی تھی اس لئے کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈھ کر شیخ کے قدموں میں پہنچ جاتے تھے۔آہستہ آہستہ علاقہ بھر کے عوام جوق در جوق آپؒ کی خدمت میں حاضری دینے لگے اور اس طرح حضرت شرقپوریؒ کی جلائی ہوئی شمع ایمانی ضلع گوجرانوالہ ہی نہیں بلکہ پنجاب بھر کے قصبات ودیہات کے متلاشیانِ حق وصداقت کے دلوں میں ایمان اور آگہی کے اجالے بکھیرنے لگی۔آپؒ کی عظمت وکردار اور خاندانی نجابت تو ویسے ہی مسلمہ تھی۔حضرت شیخ کی دعاؤں اور روحانی نوازشات نے آپؒ کو تبلیغ اسلام اور ترویج واشاعت سنت نبویﷺ کے سلسلے میں علم وعمل کی کرنیں بکھیرتا ہوا آفتاب بنا کر مطلع ایمان پر جگمگا دیا تھا۔

سید نورالحسن شاہ بخاریؒ صاحبِ کشف وکرامت بزرگ تھے۔آپؒ کی زبان کی تاثیر سے علم وحکمت کے عقدے حل ہوتے اور آپؒ کی نگاہ کی تاثیر سے گم گشتگان منزل کو صراط مستقیم کا شعور ملتا۔جو بھی حاجت مند آتا اس درویش کی بارگاہ سے سرفراز وفیضیاب ہو کر جاتا۔حاضری دینے والوں کے دل بھی منور ہوتے اور نگاہیں بھی نور یقین سے مستفید ہوتیں۔آپؒ کی بیسیوں کرامات مشہور ہیں۔جن سے آپؒ کی روحانی قدرو

منزلت اور ایمانی جلالت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ مگر آپؒ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ آپؒ نے حضرت شرقپوری کا روحانی مشن جاری رکھا۔ عقیدت مندوں کو سنت نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھالنے اور انہیں شریعت نبوی ﷺ کے روشن اصولوں کا پابند بنانے کے سلسلہ میں آپؒ کی مساعی بلاشبہ تاریخ روحانیت میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپؒ زندگی کے ہر پہلو میں، خلوت ہو یا جلوت، حلقۂ ارادت منداں ہو یا گھریلو نجی محفل کسی موقع پر بھی احکامات قرآنی اور ارشادات نبوی ﷺ کو جاری وساری کرنے میں کبھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرماتے تھے۔

حضرت صاحبزادہ عمر بریلویؒ جو کہ سید نور الحسنؒ کے پیر بھائی اور حضرت شیر ربانیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ اپنی تصنیف ''انقلاب الحقیقت'' میں شاہ صاحبؒ کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں: حضرت شاہ صاحب کو مابہ الامتیاز جو خاصہ حضرت شرقپوریؒ سے عنایت ہوا ہے وہ سوز ہے۔ آپ کی طبیعت عاشقانہ ہے۔ ان کے اور حضرت قبلہ کے راز و نیاز کے تعلقات تھے۔ پیری مریدی کا تعلق نہ تھا۔ گاہ ان سے ناراض معلوم ہوتے تھے اور گاہ ان پر فدا۔ اس والہانہ طبیعت نے آپؒ کو ایسا بے اعتماد کر رکھا تھا کہ بعض وقت خلاف ارشاد دامن محبت نہ چھوڑتے ۔کئی بار حضرت شرقپوریؒ نے فرمایا کہ اپنی حیاتی میں تمہارا ثمر دیکھوں گا۔ گاہ شاہ صاحب کو شفقت سے رخصت کیا اور گاہ خفگی سے مگر ہفتہ گزرنے نہ پایا تھا کہ شاہ صاحب آدھمکتے پہلے تو حضرت قبلہؒ روحی فداہ دیکھ کر ناراض ہوتے لیکن بعد میں ان کی جبلی طبیعت پر نظر فرماتے ہوئے پیر و مرشد شیر وشکر ہو بیٹھتے ۔ جو لوگ حضرت شرقپوریؒ کی جلالت روحانی، سطوت ایمانی اور فقہی سربلندیوں سے آگاہ ہیں۔ وہ اس اقتباس سے حضرت نور الحسن بخاریؒ کی خوش قسمتی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جو انہیں اس دنیائے شریعت و معرفت کے باجبروت فرمانروا یعنی حضرت شرقپوریؒ کی خصوصی نگاہ کرم کی صورت میں میسر آتی تھی۔

سید نور الحسن بخاریؒ باقاعدہ شاعر نہیں تھے۔ شاعری چونکہ اپنی ابتدا سے ہی دلوں کی ترجمان اور ماجرائے غم کا ذریعہ اظہار رہی ہے۔ اس لئے آپؒ بھی بعض اوقات اپنے جذبات اور روحانی تاثرات کو اشعار کی صورت قلم بند فرماتے تھے۔ ایک بار حضرت شرقپوریؒ کو خط میں اپنی جدائی کا قصہ غم سناتے ہوئے کہتے ہیں:

پڑی ہے قعر طوفان میں بچا لو میری کشتی کو
مناہی میں تباہی ہو رہی ہے میری ہستی کو

مرے مولا مری بگڑی بنا دو نظرِ شفقت سے
ہوئی جاتی ہے طغیانی سہا لو میری بستی کو
نہ مونس ہے نہ ہمدم ہے نہ ہے یار کوئی میرا
سوا تیرے مرے آقا جو بدلے تیرہ بختی کو
سراسر ڈوبنے کو ہوں میں اب طوفان عصیاں میں
چھپالو اپنے دامن میں مری بیداد پستی کو

اسی طرح آپؒ کے کلام سے انتخاب کی صورت میں چند مزید اشعار ملاحظہ فرمائیں

مشہور ہے جہان میں الفت رسول ﷺ کی
قدر حضور ﷺ پوچھیے حضرت بلالؓ سے
نہ تو درد ہی میں مزا رہا نہ کوئی دل لگی کو مزار ہے
ہے عجب طرح کا یہ ماجرا نہ تو درد ہے نہ قرار ہے
سامنے ہوتے ہی جب اعراض کر کہ چل دیئے
میری جاں حیرت میں ڈوبی تختۂ تصویر تھی
میں تو سمجھا تھا اسے مرہم پہ آنکھیں کھل گئیں
تحریر تھی یا کیا غضب تھا کلک کی شمشیر تھی
دب گئے تھے زخم جو وہ آج تازہ ہو گئے
دم کے دم میں نامۂ ہمدم میں یہ تاثیر تھی

☆☆☆☆☆

طلوع آفتابش گر نبودے
ہوائے معصیت دل را بودے
شنیدم اولیاء راہست قدرت
اگرچہ نار باشد نور بودے

صفات اولیاء ہر گز نباشد
وجود ہست جودے نے وجودے
حجاب اندر حجاب اندر حجاب است
دریں رہ گرنیابی شدر مودے
بفر مودند سرور دو عالم
تصرف حق قیامے او قعودے
زامر حق شنوئ من صبغۃ اللہ
دریں معنی صفات ایشاں نبودے

آپؒ کی تاریخ وفات 21 نومبر 1952ء بمطابق ربیع الاول ۱۳۷۲ھ ہے۔اس وقت آپؒ کی عمر تریسٹھ سال گیارہ مہینے تھی۔اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ عمر تاریخ وصال اور وقت وصال میں آپؒ کی مطابقت اپنے شیخ طریقت حضرت شرقپوریؒ کے ساتھ انتہائے کمال پر ہے کہ اپنے مرشد کامل کی ظاہر و باطن میں ایسی اتباع کا نمونہ عوام وخواص کے سامنے پیش کر کے دکھا دیا۔جس کی مثال نہیں ملتی۔یعنی وصال کی تاریخ اور وقت میں ایک منٹ بھی فرق نہیں ہوا۔عمر اور اقوال و اعمال میں بھی پوری مطابقت رکھتے تھے۔اسی لئے حضرت شیر ربانیؒ اپنی زندگی میں ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ جس نے مجھے دیکھنا ہو وہ ان کو دیکھے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا آپؒ تو اپنے شیخ کی مراد تھے۔

آپؒ کے جنازے میں ہزاروں علماء ومشائخ اور ارادت مندوں نے شرکت کی۔بہت سے شاعروں نے آپؒ کی وفات پر اپنے جذبات الم منظومات کی صورت میں پیش کیے۔مولانا محمد عبداللہ ساکن کنجاہؒ نے اس موقع پر یوں تاریخ وفات نکالی:

سید السادات فرزند رسول ﷺ
جامع الحسنات دل بند بتولؓ
لوز کامل آفتاب شرقپور
بے شبہ بد ماہتاب شرقپور

رفت خضر راہ دعا گو درجناں
پیر نور الحسن شاہ عارف زما
ذاکر حق پیر نورالحسن شاہ
رحمت حق صلہ یافت از بارگاہ

☆☆☆☆☆

حضرت نواب دین قلندر قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کا نام نواب دین تھا۔ آپکے والد محترم کا نام مہر دین تھا۔ آپ 12 سال تک تلاشِ مرشد میں پھرتے رہے تھے۔ پھر کسی نے آپکو فیصل آباد میں جھال پر ایک بزرگ کے بارے میں بتایا۔ ان کا نام خان باباؒ تھا۔ جو قادری قلندری سلسلہ کے تھے۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ جو بھی ان سے ملتا اس پر شدید حال طاری ہو جاتا اور وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتا تھا۔ آپؒ وہاں جا کر ان سے بیعت ہو گئے۔ اس لیے مرید نہیں ہوا۔ پھر آپؒ 22 سال تک اپنے مرشد کی بارگاہ میں رہے مگر دنیا کا کوئی سوال نہیں کیا۔ پھر انہوں نے آپکو خلافت دے دی۔ جب آپکو خلافت ہوئی تو آپ کا بڑا شہرہ ہو گیا۔ پہلے ہی دن کافی مرید ہو گئے۔ آپکے بیٹے حضرت عنایت قادری صاحب (سونیکس والے) بھی آپکی بیعت ہو گئے تھے۔ حضرت بابو جی غلام نبی صاحب (لمیاں والی ٹال کی مسجد والے) آپؒ کے بڑے عقیدت مند تھے۔ آپؒ کی مجلس میں لوگوں کو بڑا حال پڑتا تھا۔ آپکے اندر ایک خداداد صلاحیت تھی کہ جو بھی آپ سے کوئی سوال کرتا تو آپؒ فوراً اس کا جواب دیتے تھے۔ ایک مرتبہ عبداللہ خونی کی مسجد کے امام اور نمازی آپؒ کے پاس آئے۔ اور آپؒ سے سوال کیا کہ اگر حضور داتا صاحبؒ کی قبر میں کتا چلا جائے تو وہ اسکو نہیں نکال سکتے۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ حضور داتا صاحبؒ تو ایک مکھی بھی نہیں نکال سکتے۔ کتا تو بڑی چیز ہے۔ مگر یہ قدرت تو تمھارے رب کو بھی نہیں ہے۔ مطلب کہ خانہ کعبہ میں

360 بت تھے۔ انکو بھی نکالنے کے لیے صورت درکار تھی۔ وسیلہ درکار تھا۔ وہ صورت حضور نبی مکرم ﷺ تھے۔اور آپؐ نے سارے بت نکال دیے۔ خانہ کعبہ میں بت رکھنے والے کو ساری دنیا برا بھلا کہتی ہی۔اور بت نکالنے والے کو دعائیں دیتی ہے۔ اپنا اپنا مقام ہے۔مرید کے کی ایک مسجد کے امام آپؒ کے پاس آئے اور سوال کیا کہ حدیث پاک میں آیا کہ میرا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔اس کا کیا مطلب ہے؟

انسان کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ کیسے ہوسکتا ہے۔تو آپؒ نے فرمایا تم شادی شدہ ہو تمھاری بیوی ہے۔تو اس نے کہا جی ہاں۔تو آپؒ نے فرمایا جب تم گھر جاتے ہو تو کیا تمھاری بیوی اپنا آپ ڈھانپ لیتی ہے یا کپڑوں سے بے نیاز ہو جاتی ہے۔تو اس نے کہا کہ کپڑوں سے بے نیاز ہو جاتی ہے۔تو آپؒ نے فرمایا کہ بیوی کو پتہ ہوتا ہے کہ میرا مالک آ گیا ہے۔بالکل اسی طرح جب مالک آ جاتا ہے تو یہ ہاتھ اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے۔پھر انسان کا ہاتھ نہیں رہتا بلکہ اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے۔ ایک پڑھا لکھا انسان جاہل ہوسکتا ہے مگر ایک جاہل انسان بھی مرشد کامل کی صحبت میں پڑھا لکھا ہوسکتا ہے۔یہ کیفیت کی بات ہے کہ انسان پر حال طاری ہوتا ہے کہ یہ ہاتھ میرا نہیں ہے بلکہ اللہ کا ہے۔لیکن اللہ کی ذات تو بے مثل اور بے مثال ہے۔اسکی وجہ یہ ہے کہ مثال اسکی ہوتی ہے جس کا کوئی دوسرا ہوا نہیں تو وہ بے مثل ہے۔ وہ ذات لا مکان کیوں ہے۔اس لیے کہ وہ ہر جگہ مکین ہے۔خانہ کعبہ میں 360 بت تھے۔مگر انسان کے دل میں 360 سے بھی زیادہ خواہشات کے بت ہیں۔ان بتوں کو نکالنا پڑتا ہے۔جس طرح اللہ کے رسول ﷺ نے خانہ کعبہ سے بتوں کو نکالا تھا۔اسی طرح کوئی نائب رسول ہی انسان کے دل سے ان بتوں کو نکال سکتا ہے۔

آپؒ کے مرشد حضرت خان بابا قادری قلندری حضرت سید احمد حسن گیلانیؒ محبوب ذات (منڈیر سیداں) کے مرید تھے۔آپؒ بڑے بے نیاز بزرگ تھے۔کہیں آتے جاتے نہیں تھے۔حضرت نواب دینؒ فرماتے ہیں کہ میرے مرشد زندگی میں صرف تین بار میرے گھر آئے ہیں۔ایک مرتبہ میں نے اپنے حضرتؒ سے کہا کہ میں آپکو اپنی گاڑی پر فیصل آباد لینے آؤں گا۔مگر آپؒ نے منع فرمادیا۔آپؒ بس پر تشریف لائے اور بس پر ہی واپس چلے گئے تھے۔اس وقت آپؒ کی عمر 95 سال تھی۔

ایک مرتبہ آپ کے مرشد تشریف لائے تھے۔لمیاں والی ٹال مسجد کے موذن آئے ان کی شکل سر سید احمد خان سے ملتی تھی۔انہوں نے کہا کہ حضرت ساری عمر ہوگئی ہے نماز پڑھتے ہوئے۔پتہ نہیں قبول بھی

ہوئی ہے کہ نہیں۔تو آپؒ نے فرمایا کہ تم جسکی نماز پڑھتے ہو میں تمہیں اس سے ہی ملا دیتا ہوں۔تم خود ہی پوچھ لینا۔تو مولوی صاحب نے کہا کہ وہ عالم الغیب ہے اسے غیب میں ہی رہنے دیں۔تو آپؒ کو جلال آ گیا۔آپؒ فرمانے لگے تمہیں شرم نہیں آتی ۔میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم خود اس سے پوچھ لو اور تم کہہ رہے ہو کہ اسے پردے میں ہی رہنے دیں۔

آپ کے صاحبزادے حضرت عنایت قادری صاحب راوی ہیں کہ میرے ابا جی حضرت نوابؒ دین کو کبھی مچھر اور سانپ کچھ نہیں کہتے تھے۔فیکٹری میں بڑے مچھر ہوتے تھے مگر ابا جی اسپرے نہیں کرنے دیتے تھے۔جب کوئی سانپ آتا تو آپؒ فرماتے اسکو نہ مارو یہ مجھے ملنے کے لیے آتا ہے۔1988ء میں ہم نے انڈسٹریل اسٹیٹ میں فیکٹری بنائی تو وہاں بڑے سانپ نکلتے تھے۔روز کے 4 سے 5 سانپ مارتے تھے۔ملازم کام کرنا چھوڑ گئے تھے۔پھر ایک مرتبہ دفتر میں سانپ آ گیا میں نے جا کر ابا جی کو بتایا انھوں نے فرمایا۔دائیں پاؤں سے جوتا اتار کر سارے سانپوں کو بلاؤ اور میرا نام لیکر کہنا کہ میرا حکم ہے کہ آج کے بعد تم یہ علاقہ چھوڑ دو۔تو سانپوں نے وہ علاقہ چھوڑ دیا۔پھر کبھی نہیں سنا کہ وہاں کوئی سانپ آیا ہو۔ایک مرتبہ کافی عرصہ کے بعد مزدوروں نے کہا کہ سانپ آ گیا ہے۔میں نے کہا کہ سانپ کیسے آ گیا ہے پھر تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ جو مٹی باہر سے آئی تھی اس میں سانپ آیا تھا۔حضرت عنایت قادری صاحب فرماتے ہیں۔میرے ابا جی نے کسی کو خلافت نہیں دی تھی۔صرف میں نے انکی بیعت کی تھی۔

حضرت نواب دین سیرۃ القدس کا وصال 8 جون 2004ء میں ہوا اور آپ کا مزار مبارک کچا ایمن آباد روڈ پر مرجع خلائق ہے۔آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت عنایت اللہ قادری البغدادی آپ کے سجادہ پر متمکن ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت بابا نواب شاہ قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ تقریباً 1897ء میں انڈیا میں پیدا ہوئے۔بچپن سے ہی آپؒ پر عشق الٰہی کا غلبہ تھا۔آپؒ حضرت ولایت شاہ قادری نوشاہی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور سلوک کی منازل طے کیں۔آپؒ پاکستان

بننے کے بعد گوجرانوالہ تشریف لے آئے یہاں پر آپؒ کو جو زمین الاٹ ہوئی وہیں پر آپؒ کا دربار مبارک ہے۔آپؒ نے ساری عمر شادی نہ کی اور یاد الٰہی میں ہی سرمست رہے۔۔آپؒ کا وصال 22 جون 1977ء کو ہوا۔آپؒ کا دربار کچا فتو منڈ روڈ نزد قبرستان میں واقع ہے۔آپ کا عرس ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت بابا نواب شاہؒ مرید ولایت شاہؒ مرید سیدے شاہؒ مرید گوہر شاہؒ مرید قلب شاہؒ مرید نو بہار شاہؒ مرید صدرالدین شاہؒ مرید جمال شاہؒ مرید کمال شاہؒ مرید حضرت سچیار پاکؒ مرید حضرت محمد نوشہ گنج بخشؒ۔

ی

حضرت میاں محمد یار قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں محمد یار قادریؒ حضرت فخرِ اخیاء سخی احمد یار کے چھوٹے بھائی اور مرید تھے۔ آپؒ بھی دانش وبصیرت کے پیشوا، تدبر وتفکر کے مقتداء گزرے ہیں۔ دریائے توحید کے شناور حضرت میاں محمد یارؒ ہمیشہ حالتِ استغراق میں رہا کرتے تھے اور اکثر آپؒ کو تپ ہو جایا کرتا تھا۔ جس کے باعث آپ ہمیشہ رنجور و لاغر اندام رہتے تھے۔ مگر کسی بھی حالت میں بھی کبھی کوئی کلمہ اف وآہ یالفظِ شکایت زبان زد نہ ہوتا تھا۔ بلکہ ہر دم شکرِ الٰہی بجالاتے اور آثار خوشنودی چہرہ سے نمودار ہوتے تھے۔

آپؒ پر ایک ایسی حالت طاری رہتی کہ اگر جناب کی نظر آسمان پر اٹھتی تو عرصۂ دراز تک اسی طرف دیکھتے رہتے اور جس طرف نظر پڑتی ایسا معلوم ہوتا کہ قدرت کا مشاہدہ اور مطالعہ فرما رہے ہیں۔

وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون۔

''اور بیچ زمین کے نشانیاں ہیں۔ یقین رکھنے والوں کے لئے اور تمہاری جانوں میں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔

بارہا ایسا ہوتا تھا کہ کھانا کھانے کے وقت اگر نظر آسمان پر جا پڑی تو حاضرین کو یقین ہو جاتا کہ آپؒ آسمان پر پرواز کر رہے ہیں۔ بلکہ بعض وقت بطور آزمائش آپؒ کے سامنے سے سالن کا برتن اٹھا لیا جاتا اور آنجنابؒ حسب عادت زمین پر لقمہ لگا کر کھاتے، یہ محسوس نہ ہوتا تھا کہ لقمہ آش آلودہ ہے یا خاک آمیختہ۔ لیکن بپاس ادب جلدی سالن کا برتن آنجناب کے روبرو رکھ دیا جاتا تھا۔ مگر آپؒ کو سالن اٹھانے اور رکھنے کا احساس تک نہ ہوتا۔

سبحان اللہ! جس انسان کا مشاہدہ مادی غذا کھاتے ہوئے حقیقت سے خالی نہیں رہتا تو اس کی

حالت عبادت عجیب تر ہوگی۔

حضرت غوث العصرؒ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی صاحب بڑے کامل متوکل تھے، نیز ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب میں ابھی بچہ تھا کہ ایک ویران چاہ میں سیاہ زنبوروں نے بڑے بڑے پانچ چھتے لگا رکھے تھے۔ ان کے خوف سے لوگ وہاں کم ہی جایا کرتے تھے۔ اگر ایک زنبور کسی کو ڈستا تو شدید بخار لاحق ہو جایا کرتا تھا۔ بھائی صاحب کو کسی ضروری کام سے کنویں پر جانا ہوا۔ پہنچتے ہی زنبوروں سے یوں مخاطب ہوئے لوگ اس چاہ کو اب آباد کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے تم کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ اور کوئی اور ویران جگہ تلاش کرلو۔ یہ کہہ کر آپؒ نے پانچوں چھتے ہاتھ سے اتار پھینکے اور کنویں کا ضروری کام شروع کر دیا۔ اس وقت آپؒ کا لباس صرف دو کپڑے تھے۔ دستار اور تہہ بند، چادر کندھوں پر سے اتار کر الگ رکھ دی۔ زنبور آپؒ کے جسم پر اس قدر بیٹھے ہوئے تھے کہ تمام بدن زنبور ہی زنبور نظر آتا تھا۔ آپؒ نے مجھے فرمایا ڈرو نہیں۔ بے شک میرے پاس آجاؤ۔ حسب الحکم میں بھی آپؒ کے پاس جا بیٹھا اور جو کام وہ فرماتے تھے میں کرتا جا رہا تھا۔ زنبور میرے جسم پر بھی بکثرت بیٹھے ہوئے تھے۔ آخر میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ کاٹیں گے۔ بجز وسوسہ ایک زنبور میری گردن پر نیش زن ہوا۔ اسی وقت آپؒ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا ڈرو نہیں اور اگر تم ڈرو گے تو یہ تمام زنبور تمہیں کاٹ کھائیں گے۔ اور اگر خدائے قادر کو حافظ سمجھو گے اور اس پر توکل کرو گے تو کسی کی مجال نہ ہوگی کہ تمہیں کاٹیں۔ آپؒ کے فرماتے ہی میرا خوف وخطر میرے دل سے جاتا رہا اور میں تسکینِ قلبی سے آپؒ کے پاس بیٹھا رہا اور زنبور ہمارے بدن پر سے اڑتے اور بیٹھتے رہے تا آنکہ سب کے سب جاتے رہے۔ کام ختم کر کے ہم گاؤں کی طرف واپس آرہے تھے تو بھائی صاحب نے مسکرا کر فرمایا میں تو سمجھا تھا کہ اب تم بڑے ہو گئے، مگر ابھی تک تم چھوٹے ہی ہو۔ بھلا زنبور نے کہاں کاٹا ہے۔ میری گردن پر ہاتھ پھیرتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے کہ اللہ کافی اور حافظ ہے۔ اسی پر توکل کرنا چاہئے۔

آپؒ کے ہاتھ پھیرتے ہی درد جاتا رہا۔ آپؒ ہمیشہ درد محبت اور سوز عشق میں مبتلا رہتے تھے۔ اطباء نے آپؒ کو مدقوق سمجھ رکھا تھا۔ آپ کی عمر تقریباً بیس سال کی تھی کہ اسی بیماری میں مبتلا ہوئے اور علاج بھی کم ہی کیا کرتے اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آخر اسی حال میں بتیس تینتیس سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ حضرت غوث العصر فرمایا کرتے تھے:

''اگر موت مہلت دیتی تو بھائی صاحب حضرت محمد یار بھی شہرہ آفاق ہوتے''۔

آپ کا مزار مبارک کوٹ پیرو شاہ ضلع گوجرانوالہ میں ہے اور آپؒ کے ایک ہی فرزند شیخ احمد نامی تھے۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولوی محمود یٰسین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

(المعروف مولوی یٰسین صاحب اندھوں کی مسجد والے)

حضرت مولوی پیر محمود یٰسین 1893ء میں جالندھر (انڈیا) میں ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد صاحب کا نام حافظ امام الدینؒ تھا۔ آپؒ کا راجپوت گھرانے سے تعلق ہے۔ ابتدائی سکول کی تعلیم جالندھر سے حاصل کی۔ اس کے بعد آپؒ لدھیانہ اپنے چچا حضرت حافظ غلام رسولؒ کے پاس تشریف لے گئے جو کہ 1840ء سے نابینا افراد کے لئے مدرسہ چلا رہے تھے۔ جہاں پر آپؒ نے قرآن مجید کی تکمیل کی اور قرآن پاک اپنے سینہ میں محفوظ کیا۔ اپنے چچا حضرت حافظ غلام رسولؒ کی زیر نگرانی درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کیا اور تکمیل دار العلوم دیوبند میں کی۔ دینی تعلیمی کی تکمیل کے بعد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے چچا حضرت حافظ غلام رسولؒ سے بیعت ہوگئے اور مجاہدات و ریاضت میں مصروف ہوگئے۔ بارہ سال کا طویل عرصہ چلہ کشی میں اس طرح گزارا کہ دن کے وقت اپنے چچا حضرت حافظ غلام رسول کے ساتھ مدرسہ کے انتظامات میں ہاتھ بٹاتے اور رات کو پیر صاحب کی مسجد باغ والی کے کنواں سے غسل کر کے یاد الٰہی اور روحانی تربیت حاصل کرتے رہے۔ اسی دوران غلہ منڈی مسجد باغ والی لدھیانہ میں خطابت کے فرائض سرانجام دینے شروع کئے تو آپؒ کے وعظ و خطابت کے دوران کئی افراد عالمِ بے خودی میں دیواروں پر ٹکریں مار مار کر شہید ہو کر ''کشتگان خنجر تسلیم را'' کا نمونہ پیش کرتے ہوئے واصل بحق ہو جاتے۔ چنانچہ آپؒ کے مرشد گرامی نے آپؒ کو وعظ و خطابت سے منع فرما دیا۔ اس کے بعد آپؒ صرف عربی خطبہ ہی ارشاد فرمایا کرتے تھے جو کہ بعد میں ساری عمر معمول رہا۔ حضرت مولوی

غلام رسولؒ 1926ء میں وصال فرما گئے۔اس طرح 86 سال خدمتِ دینیہ کا عظیم باب رقم کرتے ہوئے خالقِ حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔اس کے بعد آپؒ کو جانشین مقرر کیا گیا۔1926 سے لے کر 1947ء تک آپؒ لدھیانہ میں مدرسہ کو باخوبی سرانجام دیتے رہے۔تقسیم ہند 1947ء میں آپؒ تقریباً 160 نابینا طلبا کے ہمراہ ٹرین پر سفر کرتے ہوئے لاہور پہنچے تو آپؒ کے ڈبے کے علاوہ تمام گاڑی کو بلوائیوں نے شہید کردیا تھا۔چنانچہ آپؒ فرمایا کرتے تھے۔''ہم نے پاکستان نابینا طلبہ کے صدقے دیکھا ہے۔''اس موقع پر آپؒ کے عزیز واقارب نے آپؒ پر زور دیا کہ اب تقسیم ہند ہوگئی ہے۔اس لئے آپؒ ان نابینا اور یتیم طلبا کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ پاکستان چلیں تو آپؒ نے فرمایا میرا خاندان میری برادری یہی نابینا طلبا ہیں۔میرا جینا مرنا انہی کے ساتھ ہے۔حضرت مولوی غلام رسولؒ چھوٹے نابینا بچوں کو خود نہلاتے ان کے کپڑے تبدیل کرتے بیمار طلبا کو اپنی گود میں بٹھا کر چائے رس وغیرہ کھلاتے تھے۔چائے بھی خود بناتے تھے۔ پاکستان آنے کے بعد آپؒ اپنے نابینا شاگردوں کے ساتھ گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔یہاں پر گوجرانوالہ شہر کے عین وسط میں ہری سنگھ نلوا کا محل ان کو الاٹ ہوا۔انہوں نے سکھوں کے اس محل کو دین کا گہوارا بنایا اور یہاں پر نابینا افراد کی درسگاہ قائم کی۔پہلی عیدالاضحیٰ کے موقع پر آپؒ کی غیر موجودگی میں چوہدری حسن نامی شخص نے لوگوں سے نابینا طلبا کے لئے قربانی کی کھالوں اور مالی امداد کی اپیل کی۔جب آپؒ کو معلوم ہوا تو آپؒ نے اس شخص کی سرزنش کی اور فرمایا''میں نے زمین بدلی ہے رب نہیں بدلا۔جو خدا وہاں مدد کرتا تھا۔یہاں بھی مدد کرے گا۔فقیر نے لدھیانہ میں کسی سے سوال کیا تھا نہ یہاں کرے گا۔یوں تو آپؒ سے لاکھوں افراد نے علمی و روحانی فیض پایا۔ان میں چند ایک مشہور نام اس طرح ہیں۔پیر سید حیدر علی شاہ صاحب (نواسہ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہؒ) پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب آف علی پور سیداں شریف، ڈاکٹر سید خالد حسن شاہ صاحبؒ چونیاں عظیم نعت گو شاعر حافظ لدھیانوی صاحب اور حافظ محمد یعقوب جو ندیم لدھیانوی تخلص کرتے تھے (ان کے اپنے بھی ہزاروں شاگرد ہیں) شامل ہیں۔انگریز سرکار کے دور میں عالمی جنگ کے موقع پر انگریز کی فوج میں بھرتی کی مخالفت کرنے پر آپؒ کو جیل جانا پڑا جہاں پر عطاء اللہ شاہ بخاریؒ صاحب اور پیر فیض الحسن شاہؒ صاحب جیسے شہرہ آفاق افراد کے ہمراہ قید کاٹی اور وہاں پر تمام علماء اور خطبا آپؒ کی اقتداء میں نماز پڑھا کرتے تھے حالانکہ آپؒ سب علماء سے چھوٹے

تھے۔آپؒ کے شاگرد اور مرید حافظ محمد ارشد کی موجودگی میں ایک شخص سید اسماعیل شاہ المعروف بابا ننگے شاہؒ کا پیغام لے کر آیا۔ بابا ننگے شاہؒ نے اپنے وصال سے ایک روز پہلے اس شخص کو وصیت کی کہ فقیر کا جب وصال ہوگا تو میرے دوست حضرت مولوی یٰسین صاحب میرا جنازہ پڑھائیں۔ اگلے روز آپؒ کے وصال کے بعد گوجرانوالہ کے جناح سٹیڈیم میں آپؒ نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ آپؒ مسلکی اعتبار سے گفتگو سے گریز فرماتے اور خاموشی اختیار کرتے چنانچہ بریلوی آپؒ کو دیوبندی سمجھتے اور دیوبندی آپؒ کو بریلوی سمجھتے تھے آپؒ فرمایا کرتے ''میں اللہ کا عاجز و مسکین بندہ ہوں یہ کوئی نہیں کہتا۔'' آپؒ اپنے پیرو مرشد حافظ غلام رسولؒ کا عرس مبارک باقاعدگی سے مناتے رہے۔ آپؒ اپنے پیرو مرشد سے بہت محبت فرماتے تھے چنانچہ آپؒ کا شروع کیا ہوا عرس مبارک 1926ء سے لے کر آپؒ کی زندگی تک اور آپؒ کے بعد آپؒ کے سجادہ نشین مبشر محمود کی زیر سرپرستی و صدارت 11، 12، 13 مارچ کو یٰسین منزل بازار کسیرا گوجرانوالہ میں منایا جاتا ہے۔ آپؒ نے اپنی ساری زندگی نابینا افراد کی تعلیم و تربیت اور مخلوق خدا کے لئے وقف کر دی۔ آپؒ نے شادی بھی نہیں کروائی۔ تمام حفاظ اور مریدین آپؒ کو اباجی کہتے تھے۔ آپؒ نے اپنی زندگی میں ہزاروں نابینا افراد کو قرآن پاک حفظ کروایا۔ جو یہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد پاکستان کی مختلف مساجد میں امام و استاد کی حیثیت سے بچوں کو پڑھا رہے تھے اور دین کی تعلیم کو فروغ دے رہے تھے۔ آپؒ نے ایک 104 سال طویل عمر پائی اور لاکھوں افراد کو فیضیاب کرنے کے بعد 11 ستمبر 1997ء بروز جمعرات وصال فرمایا۔ 12 ستمبر بروز جمعۃ المبارک قبل از نماز جمعہ جناح اسٹیڈیم گوجرانوالہ میں آپؒ کی نماز جنازہ ادا فرمائی گئی۔ جس میں مریدین و متعلقین سمیت ہر فرقہ و مسلک سے تعلق رکھنے والے لاکھوں افراد شریک ہوئے۔ آپؒ کا مزار پر انوار یٰسین منزل نلوا بلڈنگ کسیرہ بازار گوجرانوالہ میں ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 11 ستمبر کو صاحبزادہ مبشر محمود صاحب سجادہ نشین کی زیر سرپرستی منعقد ہوتا ہے۔

شجرہ طریقت

حضرت محمود یٰسینؒ مرید حضرت حافظ غلام رسولؒ مرید حضرت عبدالخالقؒ مرید حضرت خواجہ قادر بخشؒ مرید حضرت حافظ محمودؒ مرید حضرت محمد شریفؒ مرید شاہ ابو سعیدؒ مرید حضرت غلام علی دھلویؒ مرید حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ مرید حضرت نور محمد بدایوانیؒ مرید حضرت خواجہ سیف الدینؒ مرید حضرت خواجہ

محمد معصومؒ مرید حضرت خواجہ مجدد الف ثانیؒ

☆☆☆☆☆☆

حضرت مولانا محمد یٰسین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قصبہ موکھل سندھواں کے رہنے والے تھے۔ بڑے صاحب حال وقال بزرگ تھے۔ بچپن ہی سے طبیعت عبادت وریاضت کی طرف مائل تھی۔ اس لیے دنیاوی مشاغل میں آپ کا جی بالکل نہ لگتا تھا۔ اپنے دور کے ایک عظیم ولی حضرت خواجہ احمد میرویؒ کا شہرہ سنا تو میر اشریف حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ احمد میرویؒ شیخ العالم حضرت شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے خلیفہ تھے۔ ان کا سلسلہ چشتیہ نظامیہ تھا۔ حضرت خواجہ احمد میرویؒ نے مولانا محمد یٰسین پر باطنی توجہ کی تو انہیں یہ جوہر قابل نظر آئے۔ فوراً بیعت کر لیا۔ مولانا محمد یٰسینؒ نے برسوں حضرت خواجہ احمد میرویؒ کی بارگاہ اقدس میں حاضری دی۔ گھر آتے تو بے قرار ہو جاتے اور شیخ کے قدموں میں حاضری دینے کے لیے مچلنے لگتے۔

جب ان کی تربیت روحانی باطنی مکمل ہوگئی تو حضرت خواجہ احمد میریؒ نے انہیں خرقہ خلافت سے نوازا اور بیعت کرنے کی اجازت فرما کر موکھل سندھواں میں سلسلہ چشتیہ کو فروغ دینے کا حکم دیا۔ مولانا محمد یٰسین شیخ کامل ہی نہیں بلکہ بہت بڑے عالم دین تھے۔ اس لیے اپنے مریدوں کی روحانی و باطنی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کو شریعت پر سختی سے کاربند ہونے کی تلقین فرماتے۔ آپ نے اپنی خداداد روحانی صلاحیتوں سے ہزاروں بندگان خدا کی راہنمائی فرمائی اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے بدنصیب کو راہ ایمان پر گامزن کر دیا۔

آپ کا حلقہ بیعت بہت وسیع تھا۔ دُور دُور سے تشنگان علم آپ کی خدمت میں حاضری دیتے اور گوہر مقصود حاصل کرتے آپ اپنی علمی موشگافیوں سے شریعت وطریقت کے مسائل یوں حل فرماتے کہ سننے والوں کے دل منور ہو جاتے۔ آپ کی ذات سے اس علاقہ میں سلسلہ چشتیہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ اور ایک زمانہ آپ کے حلقہ ایمان میں بیٹھ کر مقدر سنوارتا رہا۔ آپ عالم باعمل اور صوفی کامل تھے۔

حضرت مولانا محمد یٰسین کے بعد آپ کے صاحبزادے مولانا محمد سعید سجادہ نشین ہوئے جو اپنے والد محترم کی طرح بہت بڑے عالم دین اور برگزیدہ شخصیت تھے۔ مولانا محمد سعید کو اپنے پدر بزرگوار اور قبلہ عالم

حضرت میروی سے ملاقات حاصل تھی۔ حضرت مولانا محمد یسٰین اور مولانا محمد سعید دونوں شیوخ کے مزارات ساتھ ساتھ موضع موکھل سندھواں میں ہیں اور ۲۲ جیٹھ کو ہر سال ان کا عرس ہوتا ہے عرس کی تقریب نہایت تقدس اور دینی احترام کے ساتھ منائی جاتی ہے، غیر شرعی رسوم کی بالکل اجازت نہیں ہوتی۔ علماء و شیوخ تشریف لاتے ہیں اور اس عرس میں حاضری دینے والے ہزاروں عقیدت مندوں کو اپنے وعظ حسنہ سے مستفیض فرماتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

حضرت حاجی محمد یوسف چشتی نظامی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کی پیدائش پانی پت کرنال انڈیا میں 1887ء میں ہوئی۔ آپؒ جوان ہوئے تو اپنے والد حافظ محمد عمر چشتی صابریؒ کی ہدایت پر دہلی تشریف لے گئے۔ آپؒ حضرت مولانا خواجہ سید نور محمدؒ چشتی نظامی قادری قلندری کی خدمت چٹی قبر کوچہ نہار خاں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے بیعت کی درخواست کی تو انہوں پوچھا آپ کہاں سے آئے ہو۔ عرض کی کہ حضور پانی پت سے۔ فرمایا کہ بھئی ہم عاشق مزاج کو مرید نہیں کرتے۔ یہ سننا تھا کہ آپؒ حضرت کے قدموں سے چمٹ گئے۔ آپؒ نے بڑی شفقت فرمائی اور سلسلہ چشتی نظامی میں بیعت فرمالیا۔ فرمایا کہ ساری زندگی شریعت و سنت کی پاسداری کرنی ہے۔ فرمایا کہ شیخ کے تصور کو ہر وقت رکھو اور مرشد کو حاضر تصور کرو۔ آپؒ گاہے گاہے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور سلوک کی تمام منازل بڑی آسانی سے حاصل کرلیں۔ شیخ کے وصال کے بعد آپؒ نے اپنے پیر بھائی جو حضرت مولانا سید قاضی تاج محمدؒ نیاول شریف کے ہاتھ پر تجدید بیعت فرمائی۔

تقسیمِ ہند کے بعد آپؒ گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔ بعدازاں حضرت مولانا تاج محمد نہاول شریف والوں نے آپؒ خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ پاک پتن کے عرس مبارک کے موقعہ پر سید صوفی محمد اقبال حسینؒ مودودی اور سید شرافت علی بخاریؒ آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ آپؒ نے ساری عمر محبتِ الٰہی اور عشق رسولؐ کا درس دیا اور جذب و مستی اپنے مریدین میں منتقل کی۔ آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔

آپ کے چند خلفاء اکرام کا نام درج کیا جاتا ہے۔

(1) حضرت سید صوفی محمد اقبال مودودی چشتیؒ

(2) حضرت سید شرافت حسین بخاری چشتیؒ

(3) حضرت سید جمشید علیؒ

(4) حضرت سید غلام فریدؒ بھل شریف

(5) حضرت سید جنید علیؒ

(6) حضرت سید ارشادؒ علی

(7) حضرت سید نور محمد نہنگؒ

(8) حضرت سید شمشیر علیؒ

(9) حضرت سید ریاض احمدؒ

(10) حضرت سید اعجاز النبی

(11) حضرت سید شبیر علیؒ

(12) حضرت سید شعور حسینؒ

(13) حضرت سید احمد علی کراچیؒ

آپؒ کا وصال 23 رجب المرجب 1413ھ بمطابق 17 جنوری 1993ء کو ہوا۔ آپؒ کا مزار مبارک شہباز کالونی متصل بجلی گھر کنگنی والا لاہوری چونگی گوجرانوالہ میں مرجع الخلائق ہے۔ آج کل آپؒ کا نواسہ محمد عبدالرحمٰن سجادہ نشین تھے۔

شجرہ شریف سلسلہ چشتیہ نظامیہ

حضرت محمد یوسفؒ مرید حضرت سید نور محمدؒ مرید حضرت خواجہ احمد حسنؒ مرید حضرت مولانا شاہ نجیب اللہؒ مرید حضرت خواجہ بخش اللہ بیگؒ مرید حضرت خواجہ لعل محمدؒ مرید حضرت شمس الدین لونویؒ مرید حضرت خواجہ فخر دین فخرِ جہاںؒ مرید حضرت شاہ نظام الدینؒ اورنگ آبادی مرید حضرت شیخ کلیم اللہؒ جہاں آبادی مرید شیخ حضرت یحییٰ مدنیؒ مرید حضرت شیخ محمد اعظمؒ مرید حضرت شیخ حسن محمدؒ مرید حضرت شیخ جمال الدینؒ مرید حضرت شیخ محمد درابنؒ مرید حضرت شیخ غلام الحقؒ مرید حضرت خواجہ سراج الدینؒ چشتی مرید حضرت خواجہ کمال الدینؒ مرید حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ مرید حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیاء۔

شجرہ شریف سلسلہ قادریہ

حضرت محمد یوسفؒ مرید حضرت سید نور محمدؒ مرید حضرت احمد حسنؒ قادری مرید حضرت محب اللہؒ مرید حضرت

بخش اللہ چشتیؒ مرید حضرت شیخ حاجی لعل محمد شمس الدینؒ مرید حضرت خواجہ فخر الدین فخرؒ جہاں مرید حضرت خواجہ شیخ نظام الدینؒ اورنگ آبادی مرید حضرت شیخ کلیم اللہؒ جہاں آبادی مرید حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ مرید حضرت مولانا اعظمؒ مرید حضرت شیخ حسن محمدؒ مرید حضرت شیخ محمد غیاث الدینؒ مرید حضرت شیخ محمد علیؒ نور بخش مرید حضرت خواجہ سید محمد نور بخشؒ مرید حضرت شیخ اسحاق جیلانیؒ مرید حضرت سید علی ہمدانیؒ مرید حضرت شیخ محمودؒ مرید حضرت علاؤالدولہ سمنانیؒ مرید حضرت احمد جورجانیؒ مرید حضرت رضی الدینؒ مرید حضرت مجدد الدین بغدادیؒ مرید حضرت نجم الدین کبریٰؒ مرید حضرت عمار یاسرؒ مرید حضرت ضیاء الدین سہروردیؒ مرید حضرت سید محی الدین غوث پاکؒ۔

☆☆☆☆☆☆

مصادر و مراجع

1-	نوید کرامت منیر	پروفیسر محمد جعفر سلیم
2-	کاشفِ اسرار	ڈاکٹر نفیس اقبال
3-	انوارِ جنیدیہ	ایس اختر کمال جنیدی
4-	تذکرہ مشائخِ قادریہ	محمد دین کلیم
5-	مہک مجلّہ	(گوجرانوالہ نمبر 86-1984) گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ
6-	قطب العصر	مرزا عبدالکریم قادری
7-	انوار صادق	پروفیسر محمد عطاء الرحمان رضوی
8-	شجرہ قادریہ۔ مجددیہ۔ رحیمیہ۔ امیریہ	سید عبدالسلام شاہ قادری مجددی
9-	بزمِ عشاق	میاں علی رضا قادری
10-	غوث العصر	صاحبزادہ بشیر احمد عباسی قادری
11-	فخرِ اخیاء	صاحبزادہ بشیر احمد عباسی قادری
12-	تنویرِ جمال	حافظ عادل جیلانی
13-	جمالِ فقر	پروفیسر محمد اکرم رضا
14-	انعام یافتہ ہستیاں	پروفیسر محمد اکرم رضا
15-	شریف التواریخ (کامل)	سید شریف احمد شرافت نوشاہی (دستیاب رضاء المصطفی نوشاہی)
16-	تذکرہ خاندانِ قریشیاں (قلمی)	محمد دین صدیقیؒ
17-	ڈائریاں (قلمی)	پیر انوار الحق صدیقیؒ

18- بیاض (قلمی) — پیر نظام الدین صدیقیؒ

19- تاریخ مخزنِ پنجاب — مفتی غلام سرور لاہوریؒ

20- سفر نامہ پنجاب — منشی امین چند

21- جغرافیہ پنجاب — کریم الدین ڈائریکٹر تعلیم

22- ضلع گوجرانوالہ کے اعداد و شمار — ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر

23- مہاراجہ رنجیت سنگھ — سیتارام کوہلی

24- تاریخِ پنجاب — اقبال صلاح الدین

25- چار باغ پنجاب — گینش داس وڈیرہ

26- گوجرانوالہ ڈسٹرکٹ گزٹیئر — ایڈورڈ ایچ لنکن

27- تزکِ جہانگیری — نورالدین جہانگیر

28- تاریخِ سکھاں — خوشونت رائے

29- عبرت نامہ — مفتی علی الدین

30- خزینۃ الاصفیاء (مکمل) — مفتی غلام سرور لاہوریؒ

31- تذکرہ حضرت سخی سرور — پروفیسر حامد خان حامد

32- آبِ کوثر — شیخ محمد اکرام

33- تاریخِ گوجرانوالہ — منشی گوپال داس

34- اکابرِ پاکستان — محمد صادق قصوری

35- ماہنامہ فلاحِ آدمیت اپریل 2011ء
نگران محمد صدیق ڈار توحیدی

36- اخبار الاخیار — شیخ عبدالحق محدث دہلوی

37- سکینۃ الاولیاء — شہزادہ دارالشکوہ قادری

38- فرمودات فقیر — میاں علی رضا قادری

-39	انسائیکلو پیڈیا اولیائے کرام	صاحبزادہ مقصود احمد صابری
-40	وارثانِ علم و حکمت	صاحبزادہ مقصود احمد صابری
-41	شجرہ شریف مشائخ نقشبندیہ الخیریہ	آغا شاہ حسین اللہ غزنوی
-42	تعلیمِ قادریہ	عنایت اللہ قادری البغدادی
-43	بہار اولیاء	خواجہ علی میاں اروپ
-44	مختصر حالات زندگی میاں عطاء اللہ ساگر	میاں غلام فرید وارثی
-45	حیات مقدسہ پیر سید شبیر حسین	ڈاکٹر سید محمد عمر گیلانی
-46	شجرہ مبارکہ	الحاج پیر صوفی عبدالعزیز
-47	شجرہ طیبہ	حضرت محمود یاسین
-48	شجرہ طیبہ	درگاہ حضرت ابوالبیانؒ
-49	شجرہ قادریہ	سید نذیر حسین شاہؒ
-50	شجرہ طیبہ	پیر عبدالمجید قادری قلندریؒ
-51	شجرہ طیبہ	مولانا غلام رسول مچھلویؒ
-52	حضرت میاں میرؒ	میاں محمد دین کلیم
-53	تذکرہ اولیائے ہندو پاک	مرزا محمد اختر دہلوی